

ماہنامہ نئی زندگی آباد ۱۹۴۶ء

خاص پاکستان نمبر

مترتبہ
ڈاکٹر سید محمود



دار الفیض گنج بخش

۵۵ حکیم محمد یونس روڈ

لاہور گوالی پور

نئی زندگی

الہ آباد ۱۹۳۶ء

جلد ۶

نمبر

خاص (پاکستان) نمبر

مترجمہ ڈاکٹر سید محمود

مضامین

پاکستان کیا ہے؟	مولانا حسین احمد مدنی
پاکستان پر اجتماعی نظر	ڈاکٹر راجندر پرشاد
پاکستان پر سیری رائے	ڈاکٹر سید عبداللطیف
پاکستان پر ایک شعر	مولانا حفص الرحمن
پاکستان کی نفسیات	قاضی عبدالغفار
پاکستان	حفیظ احمد شجوری
پاکستان کا نظم البدل	سر آر دیشر دال
پاکستان کے غلامانہ دور	عبدالمجید کے خان
تقسیم کس حلقہ پر ہو دفرہ	انیس الرحمن

جھوٹ کی سیاست

رومانیائی زندگی (پاکستان فیروز پور) کے ایک نیا دور

نقشہ اسلام آباد

WWW.NAFIS.COM

علم کی نئی جہش کا دروازہ

انتساب

اپنے محسن و مُرشد
حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ
مرحوم و مغفور

کی

نذر

جن کی ساری زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور

اولیاء اللہ کی تعلیمات کے فروغ میں گزری

اور

جو ساری عمر مملکت خداداد پاکستان کے دشمنوں

کے خلاف دامنِ درمے قدمے مُنخنے جہاد کرتے رہے۔

ہم سے خدمت کا سخت ترین عطا "عزت" ہے جس کے معنی رحمت ہے اس سے دینی و دنیوی سب چیزیں - قرآن مجید میں
 شریعت کو اس کا مستحق قرار دیا گیا ہے اس کے بعد یہودیوں اور مسلمانوں اور ان کے پیروں کی سب چیزیں - قرآن مجید میں
 کہ یہ یعنی رحمت ہے اس کے کسی شخص کی عطا پر رحمت سے کیا نہیں کیا گیا۔

مولانا امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) میں حضرت ابن سیرین (رحمۃ اللہ علیہ) سے مروی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ کیا کوئی مسلمان یا یہودی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اثبات میں
 جواب دیا، پھر پوچھا کہ بغیر اس کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں اس سے بعد یہ ثابت ہے
 یہودی بھی ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں ام اگر نہیں۔

اسی طرح مسند امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) میں عبداللہ بن عمرو بن العاص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روایت ہے کہ ایک
 شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)
 و سلم) اور ان کے ساتھ ہیں جو انسان کو جنت کی طرف لے جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جی ہاں یہ وہ ہے جو
 جب حج بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھر پور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھر پور ہوتا ہے وہ جنت
 میں داخل ہو گیا۔ اس شخص نے مزید پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) دوزخ میں لے جانے والا کام کیا ہے
 آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا اس لئے کہ بندہ جھوٹ بولے گا تو مومن دے گا مرنے کا اور جب کون دے گا مرنے کا تو کفر کرے گا اور
 جو کفر کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

یہ صغیر کے نام عالم دین شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حازمی میں لکھتے ہیں کہ
 ایک شخص بارگاہ خیرۃ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)
 مجھ میں چار برائی عادات ہیں شرابی ہوں زانی ہوں چور ہوں اور جھوٹ بولتا ہوں ان میں سے فقط ایک برائی کو آپ کی خاطر چھوڑ
 سکتا ہوں۔ بادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس نے وعدہ کر لیا کہ آپ جھوٹ نہیں بولیں گے۔
 دن گزارا اور رات شروع ہوئی تو اس کی طبیعت شرابی نوشی اور حرام کاری کی طرف مائل ہوئی لیکن سوا خیال آیا کہ صبح جب سرکارِ دو
 عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استغفار فرمائیں گے کہ رات تم نے
 شراب پی کر گزارا ہے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے کیا جواب دوں گا؟ یاں کہی تو شراب نوشی و حرام کاری کا سر اور منہ ہلکا کر دیا اور اگر انکار سے کام
 لیا تو جھوٹ ہو گا اور وعدہ خلافی ہوگی۔ پس یہ سوچ کر اس نے شرابی پل نہ نکل بکا ارتکاب کیا۔ کافی رات گزرنے پر اس نے چوری
 کے بارے میں گھر سے چھٹی کی دھنسی کی تو اس نے کہا کہ صبح رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں چوری کرنے کا اقرار
 کرے گا تو تھوڑے گئے گا اور جھوٹ سے کام لیا تو اٹھائی مہر پر حرف آئے گا۔ چنانچہ اس نے تذبذب میں چوری کے جوہر سے بھی باز نہ آیا۔
 ہوئی تو عالم جہان میں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ابن کثیر - ابن کثیر - ابن کثیر

ابن کثیر - ابن کثیر - ابن کثیر

ابن کثیر - ابن کثیر - ابن کثیر

ابن کثیر - ابن کثیر - ابن کثیر

ابن کثیر - ابن کثیر - ابن کثیر

اور ان کے شیخ الاسلام

انہوں کا مقام ہے کہ آج پاکستان و اقوام کی مناسبتوں کا سب سے بڑا نمونہ ہے۔ ان کے عقائد و اصولوں میں آج کے وقت کی ترقی - یونین و باہمی اور اسی سبب سے مل کر پاکستان کے نو سائنس غرض کی آہ میں جس قسم کا جھوٹا مسودہ دہانے سے ہوا ہے وہ ہے اور جس کی سیاست کے سب سے بڑا نمونہ ہے۔ ان میں سے جو ایسا کہنا ہے کہ پاکستان کی تحریک میں اس کا یا اس کے بڑے کا نام شامل ہے حالانکہ ان کے باپ و ابا کے جس قسم کی "تواریخ" میں وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں اور جنہیں پڑھیں تو حرق افغان سے روئیں بھٹ جاتی ہیں۔ تحریک پاکستان کی بنیاد اور ان دنوں وہ قومی نظریہ تھا لیکن وہ بندگان کے گرد و خاں حسین احمد نے اس کے پیچ و کار "شیخ الاسلام حسین احمد مدنی" لکھتے ہیں انہیں پندہ پندہ لکھ رہے ہیں اور ان کی سیاسی جماعت کا گھر کو خوش کرنے کے لئے متحدہ قومیت کا نعرہ اٹھایا اور ان کی کارہائیں کرتے ہوئے یہاں تک کہ ان کی سرکاری کی کہ بندہ اور مسلمان ایک قوم ہیں۔ حسین احمد یونین نے یہ بھی کہا کہ قومیں اور وطن سے نفی ہیں مذہب سے نہیں۔ ان کا یہ نظریہ اسلام کے سراسر خلاف تھا۔

حسین احمد یونین نے اپنے اس پاکستان مخالف نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے اپنی تمام تر مصالحتیں اور توانیاں صرف کر دیں قرآن مجید فہمیدی واضح اور قطعی آیات مقدسہ اور مشہور سرور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحیفہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی بیٹا کے لئے سیدھے "حق" پر بنا کر اپنی جھوٹی اور غلط بات کو حق اور درست منوانے کی نہ تو کوششیں کیں اور اسی کی آڑ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی تحریک پاکستان اور مسلمانان ہند کے ہر بھڑے پر ہتھیار کاہذا مہم علی جناح کو ان رات صلاحتیں مانے میں کوئی وقفہ و فراغت نہ کیا یہاں تک کہ ان کے گھر کے خرچے پر ہندوستان کے بارے میں شہروں کے دورے کے اور اپنے زیر اثر و باہمی اور یونین کی مدد سے رائے عامہ کو اپنے اور ہندو کا گھر کے حق میں استوار کرنے کی یہ مضمون تدبیر کی جس پر اس کے متحدہ قومیت کے خلاف نظریہ اور وطنیت کے باطل عقیدہ کے خلاف مجبور ہو کر سارا اقبال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہنا پڑا۔

مہم بہروز خداوند رموز و حیرت

ز دیوبند حسین احمد چہ بوائے

سرور ہر منہ کہ ملت از وطن است

چہ بے خبرز مقام محمد ﷺ عربی است
مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست
آرہ یہ او نہ رسیدی تمام بولہیں است
مولانا ظفر علی خاں نے بھی حسین احمد دیوبندی کے متحدہ قومیت کے نظریے کو اسلام کی روح کے منافی قرار دیا اور کہا۔

پتھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملت ہے وطن سے
علائکہ ہے فرمودہ شاہ دوسرا اور
اور خان احمد حسین خان ظفر لدھیانوی نے حسین احمد دیوبندی کی جھوٹی گفتگو یوں بے نقاب کیا۔

ہاں حسین احمد ہی شیخ الہند تھا کل تک ضرور
آج ہے لیکن مقام مصطفیٰ ﷺ سے بے خبر
مسجد نبوی ﷺ میں جو کل تک رہا گرم بود
واردھا کے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر

یاد رہے کہ اسی حسین احمد دیوبندی نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں اپنے ایک فتویٰ میں آل انڈیا مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام کہا اور قائد اعظم کو "کافر اعظم" کا لقب دیا تھا اور اس کے اسی فتویٰ کی تشہیر میں وہابی اور دیوبندی علماء ماسوا چند ایک کے جن پر انہی دیوبندیوں کا الزام ہے کہ وہ انگریز کے چھوٹے دو قومی نظریے اور قیام پاکستان کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کئے رکھا۔

ان کا جھوٹ ان کی سیاست

حسین احمد دیوبندی ہو کہ اس کے ذمہ اثر دیگر علماء دیوبند یا وہابی مولوی ہوں تحریک پاکستان کے خلاف ان کی تحریریں اور بیانات ریکارڈ پر ہیں۔ ان کے بڑوں نے متحدہ قومیت کا نعرہ لگاتے ہوئے نظریہ پاکستان کو جس طرح سے جھوٹ بول بول کر جھٹلایا آج ان کے چھوٹے اس جھوٹ کو تاریخی طور پر سچ ثابت کرنے کے لئے پاکستان میں اپنی سیاست کی دکان چکانے کے لئے مذہب کی آڑ لے کر وہی کھیل دوبارہ کھیل رہے ہیں اور یہ کہہ کر نئی نسل کی آنکھوں میں کذب و افتراء کی دھول جھونکی جا رہی ہے کہ گویا وہی پاکستان کو خود و پیودہ نصاریٰ کی سازشوں سے بچا سکتے ہیں! حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دیوبندی علماء قیام پاکستان کے نہ پہلے حامی و مدد دہ تھے نہ اب ہیں۔ جھوٹ بولنا ان کی فطرت میں شامل ہے۔ وہ بظاہر دین و سیاست میں مغائرت کو اسلام کے منافی گردانتے ہیں مگر ان کے نزدیک "جھوٹ اور سیاست" ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ ایسی سیاست سے جو دین کے تابع ہو ان کو اور نہ ان کے بڑوں کو کبھی دلچسپی تھی۔ انہوں نے باطن دین کو اپنی سیاست کے تابع کئے رکھا اور سادہ لوح پاکستانی مسلمانوں کے جذبات سے اب تک کھیتے چلے آ رہے ہیں۔

تقسیم ہند سے قبل ان دیوبندی اور وہابی مکتب فکر کا کردار کیا تھا؟ اس کی اصلیت جاننے کے لئے رسالہ "نئی زندگی" اور آباد کا ایک خاص نمبر جسے ۱۹۳۶ء میں "پاکستان نمبر" کے زیر عنوان شائع کیا گیا تھا، آپ دوبارہ منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ اس اشاعت خاص کی حیثیت ایک دستاویز کی ہے اور ایسی دستاویزات نہ صرف نئی نسل کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں بلکہ اہل تحقیق کے لئے ماضی قریب کے مطالعہ میں حال پر نظر رکھتے ہوئے مستقبل کی راہیں دکھانے کے بھی کام آتی ہیں۔

نئی زندگی کا یہ خاص نمبر مدبران کے دعویٰ کی رو سے کینڈا کو تو "پاکستان نمبر" ہے لیکن اس جریدہ میں شامل تمام مضامین درحقیقت تقسیم ہند اور دو قومی نظریے کی ضد میں لکھے گئے۔ یہ تحریکات تحریک پاکستان کی مخالفت میں ہیں اور ان کا مقصد پاکستان کے امکانی وجود کی برخود غلط تشریح کرنا اور اس کے قیام کو روکنا تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس جریدہ کا ایک بھی مضمون نظریہ پاکستان کی حمایت میں نہیں یہاں تک کہ اس خصوصی اشاعت کو غیر جانبدار ثابت کرنے کے لئے رسالہ کے آخر میں پاکستان کی اس دور کی زیر بحث پانچ اہم اسکیموں ڈاکٹر سید عبداللطیف کی اسکیم علی گڑھ اسکیم سکندر دیاپل اسکیم اسد اللہ اسکیم اور ایک پنجابی کی اسکیم شامل اشاعت کیا گیا ہے مگر ہر اسکیم کے آخر میں اس کے نقص تلاش کر کے اسے روکنے کی ترکیب آزمائی گئی ہے یعنی یہ یاد کرایا گیا ہے کہ پاکستان کا قیام کسی صورت مناسب نہیں چنانچہ ان مکتوبات کی روشنی میں نئی زندگی کے اس "پاکستان نمبر" کو متحدہ قومیت نمبر یا "اکھنڈ بھارت نمبر" کہا جاتا تو بہتر تھا۔

پاکستان نمبر نہیں، متحدہ قومیت نمبر کیلئے

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے مدیر ڈاکٹر سید محمود کا اہنایان ہے کہ انہوں نے اس اشاعت خاص کی ادارت کے فرائض بادل نخواستہ قبول کئے۔ رقمطراز ہیں۔

"میرا نام اس نمبر کے پیشکش اڈیٹر کی حیثیت سے بغیر میری اطلاع کے چھاپ دیا گیا۔ مجھے اس کی خبر بہت دیر میں ملی۔ اس وقت انکار بیکار تھا۔ میں اس کا اہل نہ تھا اور نہ مجھے فرصت تھی۔ میں ان کے اصرار پر یہ نوٹ ریل میں لکھ رہا ہوں۔ نہ تو میں نے مضامین دیکھے ہیں اور نہ ان کو پڑھا ہے اس لئے ان کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھ سکتا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ بڑے بڑے نامور اہل قلم حضرات نے پاکستان کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے حضرات کا نام ہی اس امر کی ضمانت ہے کہ یہ مضامین بڑے پایہ کے ہوں گے۔"

(پیش لفظ۔ صفحہ الف)

ان بڑے بڑے نامور اہل قلم حضرات میں مولانا حسین احمد مدنی، ڈاکٹر راجندر پرشاد، مولانا حفص الرحمن، قاضی مہد افشار، طفیل احمد منگھوری، سر آدیش دلال، عبدالجید خان اور انیس الرحمن (ایڈیٹر) شامل ہیں جو سب کے سب کانگریسی اور متحدہ قومیت کے علمبردار تھے۔ اس کے باوجود مدیر پاکستان نمبر سید محمود کا کہنا ہے کہ۔

"میرے خواہش تھی کہ یہ نمبر یک طرفہ نہ ہو بلکہ مختلف خیال حضرات کے مضامین شائع ہوں تاکہ تاثرین و

انہوں طرف سے قیادت ہے کہ اسے قلم کرنے کا موقع ملے اور یہ ہم پاکستان پر ایسا پہونچ

(Symposium) کا کام ہے۔ (صفحہ ۱)

میں قارئین اراکم! یاد رکھنا چاہیے ایک مضمون آپ واپس نہ ملے گا جو قومی نظریے کی تائید اور متحدہ قومیت کی
تخلیہ میں ہو۔ نئی لہجہ کے پاکستان میں شامل کسی بھی مضمون کا وقت نظر سے مطالعہ کیا جائے اس کی ایک ایک خط و کتابت
پیشانی کی کافی آسانی دے گی۔ اگر کسی سید محمد، چش لفظ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ

پاکستان کے حامیوں میں میں نے صرف کیونستوں کو بھائی حیثیت پیشوا رحیمی و اقبال کی حیثیت سے دیکھا
ہے۔ دیکھا کہ عام طور پر ہمارے محترم لیٹی بیسیوں کی گفتگو یا بحث کا خلاصہ صرف یہ ہوا کہ "ہم
مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کا بہتان مسلمانوں کے ساتھ بہت برا ہے ان کا اور ہندو راج قلم کرنے کا
اصلی مقصد پاکستان ہونا از بس ضروری ہے" (صفحہ ۱)

بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک معتد بہ گروہ پاکستان کو اسلامی حکومت کا متادف سمجھتا ہے اس کے جو مسلمان
اس کی مخالفت کرتا ہے وہ ان کے خیال میں اسلام دشمنی کرتا ہے۔ (صفحہ ۱)

☆

"میں خود اس مسئلہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا تاہم ضرور کہوں گا کہ جس دن دفاعی طور پر میں پاکستان کو مسلمانوں
کے لئے مفید سمجھوں گا اسی وقت سے نہ صرف اس کا حامی ہو جاؤں گا بلکہ اس کے حاصل کرنے کی ہر ممکن
کوشش کروں گا" (صفحہ ۱)

مدیریتی زندگی (پاکستان نمبر) گویا محترف ہیں کہ وہ دفاعی طور پر تحریک پاکستان کے مخالف ہیں۔ شاید ان کا دل تو کہتا تھا کہ
تقسیم ہند ایک فطری امر ہے اور وہ قومی نظریے ایک اہل حقیقت۔ مگر کانگریس اور کانگریسی علماء نے ان کے ذہن کو اس حد تک دھوکا
دیا تھا کہ ان سے سوچنے سمجھنے کی طاقت سلب کر لی تھی۔ وہ قیام پاکستان کو مسلمانوں کے لئے مفید تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ اسی میں
انتہاء پسند ہندوؤں کا فائدہ تھا جو پاکستان اور اسلام دونوں کے دشمن تھے ورنہ عام اور سیدھے سادے ہندوؤں کو جو برس برس ہا برس سے
نسل و نسل پیار و محبت سے بھائیوں کی طرح رہ رہتے آئیں اس سے کیا امر و کار تھا کہ پاکستان بنے یا نہ بنے۔ اسی طرح انگریزی
زندگی کے پاکستان نمبر میں کانگریس اور اس کی حاشیہ بردار جمعیت العلماء ہند کا مخالف۔ مثبت نقطہ نظر بھی پیش کرنے کی حوصلہ افزائی
کی جاتی تو اسے ایک غیر جانبدارانہ اور تعصب سے باوراء خصوصی اشاعت قرار دیا جاسکتا تھا۔ لیکن جب مدیریتی نظریے پاکستان کا
دشمن ہو وہ پاکستان کی حمایت میں کبھی بھی تحریروں کو شامل اشاعت کیسے کر سکتا تھا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو نئی زندگی کا یہ
پاکستان نمبر ایک زہر افشاں ہے۔

چین منت ہے۔ (ص ۸)
 حیرت ہے کہ کانگریس کے گاہر لیس اور دیو بندہ مگر یہ بات کہہ رہے ہیں کہ نظریہ پاکستان برطانوی انگریزوں کی اختراع ہے۔ ان کا مقصد اپنے جموں کی آڑ میں ایک بہت بڑے جج کو چھپانا تھا کہ کانگریس کی بنیاد خود انگریزوں نے رکھی تھی۔
 مزید برآں حسین احمد دیوبندی اس فریب آرزو میں بغض تھے کہ مسلمانوں کو ہر حال میں ہندوؤں کے ساتھ ہی رہنا چاہیے۔
 لکھتے ہیں کہ:

”عجب کی بات ہے کہ مسٹر جینا (جناح) کس طرح تاریخ اور واقعات اور صبح واقعات پر دھول ڈال رہے ہیں۔ یہودیوں اور مسیحائیوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے! کس طرح قرن باقرن ان میں خون ریزی اور دشمنی کے انتہائی درجہ کے مظاہرات ہوتے رہے مگر کیا برطانیہ اور امریکہ میں یہودی قوم اپنے اعلیٰ درجہ کے سرمایہ اور خوشحالی کے ساتھ کامن ویلتھ میں بسر نہیں کر رہی؟“ (ص ۱۲)

اللہ! اللہ! مثال بھی دی تو کس کی؟ یہودیوں کی؟ مگر اس تفاوت کا بھی نہ سوچا کہ کافر یا ہے؟ کہاں برطانیہ و امریکہ سرمایہ دار و خوشحال یہودی اور کہاں ہندوستان کے غریب و مفلوک الحال مسلمان جن کی معیشت و معاشرت اور مذہبی اقتدار سب کچھ داؤ پہ لگا ہوا تھا اور وہ کانگریس کے شخص چند انتہاء پسند ضدی عناصر کے رحم و کرم پر تھے۔ اس جتنی پسمنانگی اور کم ترانی پر ہوتا ہے جو ماتم نہ کرے گا؟ حسین احمد دیوبندی کی سوچ گویا یہ تھی کہ مسلمانوں کو آزادی یا علیحدہ وطن کے حصول کا حق ہی حاصل نہیں یہ حق صرف یہود و ہندو اور نصاریٰ کو دینا ہے اور مسلمان اس لائق ہیں کہ جہاں کہیں رہیں غیر مسلموں کے دست و پیر بن کر رہیں کہ اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے۔ چنانچہ دو ٹوک الفاظ میں اپنا فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ:

”یہ پاکستان کا ڈھونگ برطانیہ کی منگوں سے ہے جو کہ ٹوریوں کے دماغوں کی جھیل ”مان سرور“ ہے بطور چشمہ نکلتی ہے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑھ کر موتیں مارنے والے دریا کی صورت ۱۹۴۰ء سے اختیار کر لیتی ہے جس میں فریب دے کر ہندوستانوں اور بالخصوص مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ لونا اور برباد کرنا اور ہر طرح سے اپنا الو بنانا مقصود ہے اور جس کو نہایت چالاک کے ساتھ بہت ہی خوش رنگ مٹھے شربت کی صورت میں زہر ملا کر پلا یا جا رہا ہے۔“ (ص ۱۸)

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے مدیر ڈاکٹر سید محمود بھی کانگریسیوں کے مکتب فکر سے کامل اتفاق رائے رکھتے تھے۔ وہ پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ پاکستان پر بحث کرنا آسان نہیں اس لئے کہ آج تک یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ پاکستان سے مفہوم کیا ہے؟ اس کے بعد انہوں نے دی باتیں کہیں ہیں جو قبل الاسلام دور جاہلیت میں مشرکین و کفار کیا کرتے تھے مثلاً جذباتی انداز میں رقطراز ہیں کہ ”ہمارے سوشلسٹ اور کھجری بنیادیں اتنی پائیدار اور اتنی مضبوط ہیں کہ ان کو کوئی طاقت نہیں مناسکتی“ (صفحہ ۱)
 مدیر پاکستان نمبر کی سوچ سے مترشح ہے کہ آزادی مسلمان کا شیوہ ہے نہ اس قوم کا حق بلکہ سارے عالم اسلام کو ان کے خیال میں محکوم ہی رہنا چاہیے۔ اقوام اسلام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

آج ہم مذہبی جذبہ سے جاری ہیں۔ ہم فلسطین و ایران اور افریقہ و ایشیا و دیگر اسلامی ممالک کے حالات سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ یہ حالات یہاں تک ہمارے لئے دل خوش کن ہیں اس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے۔ لہذا پاکستان کے حصول کی کوشش میں نہیں ہماری قوم اپنے ورثہ اخلاقی و اطوار کو بھی نہ بھولتی ہے۔ (صفحہ ۱)

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے سارے مضامین اسی نکتہ کے گرد گھومتے ہیں کہ اسلام میں اس طرح کی آزادی کا خواہ وہ قدرتی ہو یا سیاسی کوئی تصور نہیں۔ مسلمانوں کو ملحدہ وطن کے حصول کی تمنا تو درکنار سوچنے اور تحریک چلانے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں۔ آزادی کی نعمت غیر مرتد کہو یا صرف اور صرف غیر مسلموں یعنی ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کے لئے ہے اس لئے انہیں ہندی و بابائی عہدہ کی ایک غالب اکثریت نے قائد اعظم کو ”کافر اعظم“ اور پاکستان کو ”پاپستان“ کہتے ہوئے مسلمانان ہند کی تحریک آزادی کو ایک فریب کہا اور مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی۔

مطالبہ پاکستان کو فریب کہنے والا

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے دوسرے بڑے مضمون نگار مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیت العلماء ہند ہیں۔ انہوں نے اپنے مضمون ”پاکستان پر ایک نظر“ میں مسلمانان برصغیر کے اس مطالبہ کو بطور تحلیل الہامی کہہ کر اسے ہر پہلو سے ان الفاظ کے ساتھ کہ ”پاکستان“ نئی قومی سیاسی اقتصادی حتیٰ کہ تبلیغی اور مذہبی نقطہ نظر سے بھی مسلمانان ہند کے لئے ہرگز مطمئن حل نہیں ہے“ (ص ۳۸) تنقید و تنقیص اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ تحریک پاکستان ایک بہت بڑا اور بے

”... ایسے وقت میں نئی ایک سیاسی نظریہ یا اسکیم کو مذہب اور ایمان بنا کر عوام فریبی سے کام لینا معلوم نہیں

ایمانیات کا کوئی درجہ ہے اور اب ہم سیاسی کی کوئی قسم میں داخل ہے“ (ص ۲۳)

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے اپنے مضمون میں قائد اعظم محمد علی جناح کو بھی سوسلوا تھیں سنائی ہیں اور لکھا ہے کہ ”آج اگر خوش فہم اور بے خبر سادہ لوح مسلمانوں کی نگاہ میں مولانا آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی سے زیادہ مسر جیتا اور لگی لیڈر اسلامی درد کے حامل اور الہامی سیاست کے قائد ہیں تو اس قوم کا خدا ہی نگہبان ہو“ (ص ۳۵)

سر آرونیشر دلال کے ایک پمفلٹ Alternative to Pakistan سے جو مضمون مصنف کی اجازت سے اردو ترجمہ کر کے نئی زندگی کے پاکستان نمبر میں شامل اشاعت کیا گیا ہے اس کا مقصد بھی پاکستان کو ایک فریب قرار دے کر دو قومی نظریے کے رخ کو متحدہ قومیت کے دھارے کی جانب موڑنا تھا اور اس کی منطق یہ تھی کہ دس سال تک مسلمانان ہند ملحدہ وطن کے مطالبہ سے دستبردار رہیں اور آزاد ہندوستان ہی میں رہیں اور اگر اس دوران انہیں اپنے حقوق کے سلسلہ میں اطمینان نہ ہو تو جب چاہیں ملحدہ اختیار کر لیں۔

سبحان اللہ! کیا شاعرانہ سوچ تھی کہ خوش رہے باغبان بھی اور راضی رہے صیاد بھی۔ اجتہاد پسند ہندوؤں کی وہ جماعت جو

چایا اسے کسی صورت اسلامی نظام شریعت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ ساتھ ساتھ یہ سبب بھی مفید خواہش کے بارہ و پروردگاروں
 میں سے انہوں نے ساتھ یا نوٹجہ بیچوں کے ہوا جسے مردوں سے ساتھ بروقتی کھانچہ ہوا۔ یہ شریعت نہیں ہے۔ اگر شریعت لائق
 کرنی تھی تو ان "مجاہدین اسلام" نے پہلی کارروائیوں نہ کیا جہاں ان کا قبائض تھے یا پنجاب میں قیام کی ضرورت نہ
 محسوس کی جہاں انہوں نے مسلمانوں پر مظالم و ستم تھے (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "میدانِ شہید" سید احمد شہیدین
 صحیح تصویر لاہور ۱۹۹۷ء)۔

اسی کتاب کے پیش کتار میں نامور محقق اور میرے محترم شاگرد مولیٰ محمد علی گرامی نے یہ مضمون و مضمون دیا ہے جو اردو دست میں ہے۔
 دے اور بہت میں ان کے درجہات و بلند درجے (آمین) محمد "میدانِ شہید" کے قلمی نام سے لکھتے ہیں۔
 "جناب سید احمد شہید اور ان کی تحریک جہاد کے بارے میں اب تک جو چھ لکھا گیا ہے وہ ان کے عقیدت مندوں
 اور ان کی تحریک جہاد کے روح رواں جناب شاہ محمد انصاری صاحب کے مقلدوں کے اذہان میں پیدا ہوا ہے۔
 تذکرہ نگار نے اپنا اپنا راگ الاپا ہے کسی نے بھی عقیدت کی جینک اسرار اصلیت تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔
 (ص ۳)

ہر کیف یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس پر دہل بخت پھر کسی وقت بھی۔

جہاد یا دہشت گردی

مروست میرا مقصود بیان رسالہ فی زندگی الہ آباد کے پاکستان نمبر کی اس مکرر اشاعت کے حوالہ سے ان نام نہاد مغربیوں
 چہروں کو بے نقاب کرنا ہے جنہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت میں جھوٹ بولنے کی ابتداء کر دی تھی اور جن کے چھوٹے اور چھوٹے
 پرستار آج بھی پاکستان کی سیاست میں سرگرم عمل ہیں۔ وہ ان دنوں دکانوں کے بورڈز توڑ کر اور عالمی دہشت گردی پر سوت اختیار کر
 کے ملک میں ایک بار پھر شریعت کے نفاذ کا دھندورا پیٹ رہے ہیں اور اپنے بڑوں کے ماضی اور اپنے حال کی جھوٹی سیاست چلا
 رہے ہیں مگر تحقیق کی آنکھ انہیں ایسے بھلا لگتی ہے؟

اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ جہاد اسلام میں فرض نہیں بلکہ فرض مین ہے۔ لیکن یہ حقیقت اس قدر تلخ ہے کہ ہمارے
 دیوبندی اور وہابی مولویوں نے جہاد کو بھی اپنی جھوٹی انا کے تابع کر رکھا ہے۔ ان کے بڑے دور علانی میں مرزاہیں کی طرف انگریز
 کے خلاف جہاد کو کفر سے تعبیر کرتے تھے جن میں سے بعض کے فتوے ہنوز ریکارڈ پر ہیں۔ دیوبندی علماء ہند و کاشمیر کی مخالفت اور
 آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت کرنے والوں پر کفر کے فتوے صادر کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جب کشمیر کی جنگ آزادی کا آغاز ہوا تو
 مولودینی ایسے علماء بھی ان دیوبندیوں اور وہابیوں کے ہموار تھے کہ جہاد کشمیر حرام اور کفر ہے۔ اس کے برعکس آج دنیا کو جس انسانیت
 سوز دہشت گردی کا سامنا ہے دیوبندی اور وہابی علماء کی اکثریت اس پر خوشی کا اظہار کرتی ہے اور بعض تو اسے علی الاعلان بھارت
 کے لیے اپنے سروں کو فخر سے بلند کرتے ہیں۔

ہمارے ان دیوبندی اور وہابی مولویوں کی سوچ نے دراصل جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو ہی مٹا دیا ہے۔ یہ وہ اسلام ہے کہ بے گناہ انسانوں کو موت کے منہ میں دھکیلا جائے اور ان سے زندگی اسی قوت چھین کر بچوں کو شیعہ عورتوں کو بیچو اور بڑے والدین کو بے سہارا کر دیا جائے۔ اسلام تو پیارا اور محبت تو عام کرنے کا درس دیتا ہے۔ یہ دین انسانیت ہے اور اس میں کسی بے گناہ کو قتل کرنے کی گنجائش ہے نہ اجازت نہ چاہیہ خود کش حملوں میں کوئی مسلمان خود بھی حرام موت مرے اور دوسروں کو بھی خود ہندو ہوں یا عیسائی یہودی ہوں کہ اپنے ہی قوم کی برائیوں میں سے شیعہ یا سنی انہیں موت سے بچانے کے جہاد اور دہشت گردی میں کوئی تمیز نہ رہتے۔ اس پر مستزاد ہماری بیشتر نام نہان جہادی تنظیموں کے قائدے ان ہی دیوبندیوں اور وہابیوں سے ملتے جلتے جن کی دیکھا دیکھی دوسرے فرقوں نے بھی اپنی اپنی "جہادی تنظیمیں" بنائی ہیں اور اس بات میں اقبال بعد مشعل ہم کر رہا ہے کہ کوئی تنظیم نالغتنا جہادی الاسلام کی فی الحقیقت روح کو سمجھتی ہے اور اپنا دینی لائحہ عمل اور عالمی امن و سلامتی کا نظریہ رکھتی ہے۔

پاکستان میں سرگرم مل جہادی تنظیمیں ایک دو نہیں بلکہ حشرات الارض کی طرح چھٹی ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کہ آئی ایس آئی کے پاس ان سب کا ریکارڈ ہو۔ لیکن ایک اہم اور پیچیدہ سوال میرے جیسے سادہ و عام مسلمانوں کو بہت پریشان کرتا ہے اور وہ یہ کہ کس جہادی تنظیم کا تعلق اسلام اور حب الوطنی سے ہے اور وہ پاکستان کی کس حد تک خیر خواہ اور اس ملک کے لئے ایثار کا جذبہ رکھتی ہے؟ مخو ہجرت ہوں کہ ایک نامور دیوبندی مولوی لیڈر جسے ایک دو سال پہلے شیعہ کی جنگ آزادی کی پاداش میں پابند سلاسل بننے کے بعد بھارت لے رہا کیا اور اب بھارت کافی دنوں سے اسے دوبارہ گرفتار کر کے اس کے حوالے کرنے کا پاکستان سے پُرار مطالبہ کر رہا ہے۔ اسی لیڈر کا ایک انٹرویو میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ الحمد للہ! میرا باپ کڑ کا گھری تھا اور میرے دادا کے گاندھی و نہرو سے دوستانہ مراسم تھے۔ آج میں دیوبندی لیڈر بھی بھارت کی تحویل میں ہوتا ہے اور کبھی پاکستان میں اپنے کلاشکوف برداروں کے ساتھ دیوبندیوں اور وہابیوں کے جلے جلوسوں میں دندا تا پھرتا ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ یہی پردہ جہاد اور دہشت گردی کے درمیان حائل ہے اور اسلام اور پاکستان کے بچی خواہوں اور دشمنوں میں پہچان کا تقاضا کرتا ہے۔

پاکستان دشمن عناصر کو پہچانئے

یہ عرض کرنے میں مجھے کوئی ہاج نہیں کہ پاکستان اس وقت تاریخ کے ایک نازک ترین موڑ پر کھڑا ہے اور نئی زندگی کے اس "پاکستان نمبر" کی دوبارہ اشاعت ایک بار پھر ہم سب کی توجہ کی متقاضی ہے کہ تحریک و تحفظ پاکستان کے مخالفوں اور حامیوں میں تفریق کریں اور اس طبقے کے کردار کو پہچاننے کی کوشش کریں جو آج ظاہر میں تو ہندو و یہود و نصاریٰ کی مخالفت کر رہے ہیں مگر کل یہ ہندو اور انگریز کے وفادار تھے۔ انگریزوں سے وفاداری کا دم تو خیر آج بھی بھرتے ہیں۔ ذرا سے بیمار ہوں تو خدا کو بھول کر دوڑے ہوئے علاج کی خاطر امریکہ اور برطانیہ کا رخ کرتے ہیں۔ جہاد کو خود پر فرض سمجھتے ہیں نہ اپنی آل اداوار پر۔ دینی تعلیم کے لئے دوسروں کو درس دیتے ہیں مگر ان کے اپنے بیٹے اور بیٹیاں انگریزی سکولوں و کالجوں اور امریکہ و برطانیہ کی یونیورسٹیوں میں پڑھتی ہیں۔ گیل نیٹ ورک و حرام گردانا اور عورتوں کی تصاویر والے بورڈ توڑنا ان کے نزدیک جہاد ہے البتہ نیکی و یشن پر و گراموں میں

سے پادہ نواتیں۔ یہاں تک کہ وہ کاروں سے ساتھ بیٹھ کر بائیں راستہ اپنی سیاست کی جان پہ لے کر ملکوں کی بات اور اندرونی معاملات کے راز تک جان اور سامنے آتے ہیں۔

مقام سعد افغان سے کہ پاکستان میں یہ اقتدار آئے اور محمد ان کو دوقومی بنایا۔ لیکن یہاں وہ اس قوم پرستی کے لئے کہ ملکی وحدت اور وحدتی دیکھتی نظر آئے۔ چنانچہ اس کے لئے اس کی قسم کی وہ بے باکی نکلتے۔ وہ ذاتی ملکی قومی مفادات کو ترجیح دی جاتے۔ لیکن عملاً کیا ہوتا ہے؟ یہ صورت حال عقلی ہے نہ ایمانی۔ دوقومی نظریہ سے بدترین مخالف اور کانڈھی وںہو کے پرفوں کی عقل واپس آنکھوں کا رمد بننے والے بعد وہ بیت کے کانگریس اور ان کی اس سیاست اور بیوروکریسی کے قتل پر زور دیتی ہوئی ہیں اور ملک کے تقرباً تمام طبعی ممالک پر ان کا تسلط ہے۔ یہاں اس کے وہ لوگ جنہوں نے تحریک پاکستان میں اپنا تعلق رکھا تھا وہیں سب چھوٹا دیا۔ ان سے نیلے تعلیم یافتہ ان سے باوجود یہ لوگ اور مصلحت افغان ہیں اور بعض کی بہو بیویاں اور بیواؤں میں وہ میں برقی مانجھ کر رہا ہے۔ اسی میں ان کے پانچ سال تک تحریک پاکستان سے متعلق ادارے قائم ہیں۔ نظریہ پاکستان قائداعظم بھی بنی ہوئی ہے مگر اس صورت حال کی انہیں کسی خبر نہیں۔ اس انہیں بتے کہ "تقریباً کس اور تصویریں چھپوائیں" پس اللہ اللہ! خیر صاف

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے قانون اور یونیورسٹیوں میں ایسے اساتذہ کا رائج ہے جو ۱۱ جون ۱۹۴۷ء میں آئے ہیں کہ صرف ایک حقیقت ہے کہ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا باقی دوقومی نظریہ یا نظریہ پاکستان اور تحریک آزادی سب کچھ جھوٹ ہے۔ اسی طرح وہ قائداعظم اور تحریک پاکستان میں حصہ لینے والوں کو امتی و بے وقوف اور انگریزوں کے ایجنٹ اور نہ جانے کیا کیا کچھ کہتے ہیں!

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کا موجودہ ڈائریکٹر جسے جنرل ضیاء الحق کے دور میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے مرزا بنے کی بنا پر نکال دیا گیا تھا اور جو ہر وقت دفتر میں بیٹھ کر کانڈھی وںہو کر تعریف میں مطلب افسانہ بٹاتے اور جس نے زندگی میں کبھی بابائے قوم محمد علی جناح کو قائداعظم تسلیم کیا نہ لکھا آج بھی متحدہ قومیت کا حامی دوقومی نظریہ کا بدترین مخالف ہے۔ اسے صدر پاکستان جناب پرویز مشرف ہی کے دور میں شریعت کورٹ کا جج بھی بنادیا گیا۔

اسی طرح اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی جماعت اسلامی کے بیجا تعصب میں ہے۔ اس لئے اسے "جماعت اسلامی یونیورسٹی" کہنا قرین صواب ہوگا۔ یہاں اردو کا اعلیٰ معیار ہے۔ اس یونیورسٹی کا ممبر اور بھائی ایک مرمیہ مصری پروفیسر ہے لیکن عملاً کتوں یونیورسٹی کے ایک دانش پرینڈینٹ کا ہے اور ٹیڈ بندی اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ نہیں سکتا۔ ایک مرمیہ تک جماعت اسلامی سے اس کی وابستگی رہی اب بھی فضل الرحمن کے ساتھ تو بھی مولوی سمیع الحق یونیورسٹی کے گروپ میں۔ اقرباء پوری اور مصلحت پرستی میں اس کا شاید ہی کوئی ثانی ہو۔ اسی کی کوششوں سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی یونیورسٹی وہابی اساتذہ کا گڑھ بن چکی ہے جو "من ترا حاجی کلوم تو مرما کلوم" کے ترہان ہیں۔ ان کی ہڈے باہمی کا افسانہ صرف اور صرف نظریہ پاکستان کے حامیوں کے معاشی قتل اور ان کی دشمنی پر ہے جنہیں برس با برس سے اسی تعلیم یافتہ ہونے سے باوجود

یہ مباحثیں پیشہ نمونہ ازخروا سے نقل کی گئی ہیں اور یہ سے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بدیہیوں اور بدیہوں کے ساتھ ہوا جو اب اس قدر رائج عقیدہ و خیال بن چکا ہے کہ انہیں اسلام کے دین کا حصہ قرار دیا جاتا ہے انہیں پاکستان کی عزت و وقار اور اہل وطن سے محبت و یکجہتی کا آئینہ فوجی صدر جناب پرویز مشرف کا دعویٰ ہے کہ وہ اس ملک خدا و پاکستان میں مذہبی ہیشت گردوں کو قتل کرنے کا موقع نہیں دے گا تو یہ ان کی بھول اور سادگی ہے کیونکہ اصلاح انہوں کے سے ضرور کی جوت سے کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کی جائے۔ سچ بولنے والوں کا ساتھ دیا جائے اور جھوٹ بولنے والوں کی ہوسلہ شکنی۔ یہ ہے بھی قرآن میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ اسلام سچائی کا مذہب ہے اور جھوٹ سے نفرت سمجھتا ہے اسی لئے ہمارے آقا کا نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ یقین فرمائی کہ جھوٹ تمام پرانیوں کی جڑ ہے جھوٹ مت بولو۔ اس سے دین و دنیا دونوں جاتے رہتے ہیں۔ سچ دیوبندیوں اور وہابیوں کے جھوٹ سے آگاہی ہم سب کا باعموم اور بزرگ اقتدار حقیقہ کا بالخصوص فرض ہے اور ایک آسان راستہ ہے ملک کو بچانے کا۔

یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ پاکستان میں جب کبھی سیاسی بحران پیدا ہوتا ہے نظر یہ پاکستان کے مخالف تمام عناصر بزرگ پاکستانی نوابزادہ نصر اللہ خان (احمری) کے ردِ بائع ہو جاتے ہیں اور اس مرتبہ تو مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی ان میں شمولیت اختیار کر کے ان اہلسنت و جماعت کے مشائخ کا ہتھیار اٹھ دیا ہے جن کے بڑے بڑے ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک آل انڈیا مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا بھرپور ساتھ دیتے رہے۔ اس سلسلے میں بلاشبہ انہوں نے غیر منقسم ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں عظیم الشان کانفرنسوں کا اہتمام کیا جن میں سب سے بڑی کانفرنس آل انڈیا مسیحی کانفرنس بھارس منقہہ ۱۳۰۶ میل ۱۹۴۶ء تھی۔ اس کانفرنس میں پانچ سو مشائخ و عظام سات بار علمائے کرام اور دو اکیس سیدان شریک ہوئے تھے۔ اس کانفرنس میں اہلسنت علماء و مشائخ کی طرف سے قیام پاکستان کی بھرپور حمایت کی گئی اور عہد کیا گیا تھا کہ سنی علماء اپنے اپنے حلقہ اثر میں پاکستان کو معرض وجود میں لانے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب یوہندیوں اور وہابیوں کی ستانوں۔ فیصلہ اکثریت پاکستان کے قیام کی پُر زور مخالفت کر رہی تھی اور ان کا نعرہ تھا کہ ہم پاکستان کو پولیدستان اور قادیانہ عظیم کو قادیانہ عظیم سمجھتے ہیں۔

عقلمند پرستوں کی اصلاحی و بانی اور مرزائی بہت شادوں و فرحان تھے۔ ان کے ماں و باپیں پاک و پری تھیں اور ان کے منانے عام تھے۔

تھے۔ میں اپنے محسن و مربی جناب سید محمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ حکیم صاحب سے بعض دورے دوست بھی ہو جاتے اور سرگرمی کی آغوش متوسط حکام کا چمکتا پارٹھی۔ لیکن اس موقع پر اجڑاؤ کی ہلکی ہانپاڑ مرزا احمد علی بڑا مطلب میں داخل ہوا اس کی پانچویں جلی ہوئی تھیں اور چہرے پر ایک غم قسم کی قاتلانہ مسکراہٹ تھی۔ سلام نہ کیا آتے ہی بولا، "کیجیے حکیم صاحب! اساتذہ کے بزرگوں کا کارنامہ آپ کس پاکستانی باتیں کرتے رہتے ہیں؟ فراموش ہے کہ تیرے اسے شریعت (یعنی اللہ شہادتی) کی رو سے اس قدر آج ضرور ہوئی کہ کس نے آپ کا پاکستان اور بادشاہ اپنے کا قہر اٹھام کو۔"

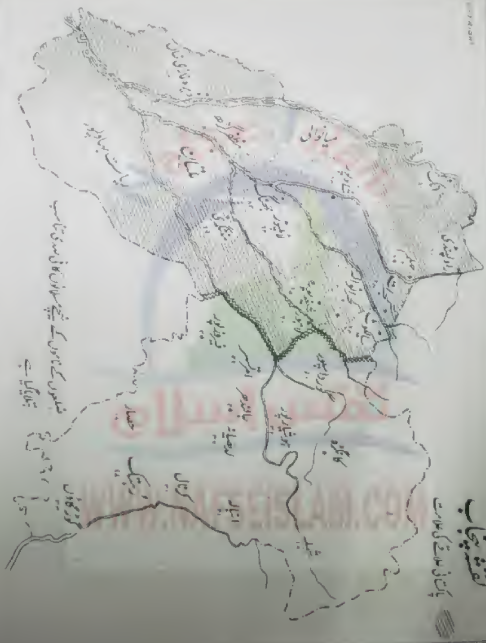
حکیم ابست اس کے الفاظ میں کتنا خوش رہے اور دوسری طرف چپے لیا۔ ان دنوں جو سے شائع ہونے والے مرزا بیوں کے اخبارات منسل نے پاکستان کے دو لاکھ ہونے سے متعلق اپنے جوتے کی اور ان کے جوتے کے خلاف کی پیش گوئیاں چھاپیں اور دیوبندیوں اور وہابیوں کے رسائل میں بھی اس طرح کے مضامین شائع کئے جن میں حسین احمد دیوبندی اور ان کے حواری علماء کے نظریات و درست ثابت کرنے کی اپنی و ششیں کی گئی تھیں۔

نصابی کتب کی خرافات

وہ وقت اور آج کے شب و روز پاکستان میں جھوٹ کی مذہبی سیاست کے بہاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا اور آئے بھی تو یہ نصاب کی کتب میں وہابی تحریک اور دیوبندی علماء کے تکرر سے پائے انداز شامل چلے آ رہے ہیں کہ پاکستان کا قیام کو کیا ان ہی کاربہن منت ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے دیگر سنی علماء کے تفصیلی ذکر سے ہماری نصابی کتب خالی ہیں اور نئی نسل کو یہ یاد کرانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی جاتی کہ تحریک پاکستان کے حقیقی پیش رو سید احمد بریلوی یا شاہ اسماعیل ایسے دیوبندی و وہابی مولوی نہیں بلکہ داتا گنج بخش جیسے اولیائے کرام ہیں جنہوں نے برصغیر میں دوقومی نظریے کی بنیاد رکھی۔ قرارداد اور کویشاق مدینہ کے تناظر میں بھی روشناس کرایا نہیں جاتا۔ چنانچہ دوقومی نظریہ کے اصل پیغمبر سے نئی نسل کو آگاہی نہیں۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ دیوبندی مدارس ہوں یا سکول کالج اور یونیورسٹیاں وہاں زیادہ تر نظریہ پاکستان کے مخالفوں کا راج ہے اور انہی میں سے بیشتر نصابی کتب کے مرتبین و مؤلفین دلچسپی دیتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند (بھارت) ان کا قہر و حب ہے جہاں سے خود ان کے بقول "ظلم و بدایت" کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اس علم و ہدایت میں جھوٹ کی آمیزش کا تہ سب جاننے کے لئے نئی زندگی کے اس پاکستان فہم کے مضامین کا مطالعہ کیجئے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ دارالافتاء جامعہ بخش پور کی اس اہم دستاویز کو اصل فکر و فکر کے ذوق تسکین کے لئے دوبارہ ملکی صورت میں شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔ یہ سترائوں اور عوام و ذوال کے لئے ایک وقت فائدہ کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور اس ملک پاکستان پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرماتے۔ (آمین)

1946-47



نئی زندگی خاص (پاکستان) نمبر

ترجمہ: ڈاکٹر سید محمود

فہرست مضامین

پیش لفظ ڈاکٹر سید محمود کتاب اول:

- (۱) تقسیم کس طریقے پر ہو؟ سید انیس الرحمن ۱
(۲) پاکستان میں صنت و حرکت کی رقی کے امکانات " ۱۴
(۳) پاکستان کی دیاریات " ۳۲

کتاب دوم:

- (۱) پاکستان کیا ہے؟ مولانا سید حسین احمد مدنی ۱
(۲) پاکستان پر ایک نظر مولانا حفصہ الرحمن سیواری ۲۱
(۳) پاکستان مولانا سید طفیل احمد شگوری ۳۸
(۴) پاکستان کی نفسیات قاضی عبدالغفار ۶۰
(۵) پاکستان کا نظم ابدل سر آرویندر دلال رکن مجلس منتقلہ حکومت ہند ۶۴
(۶) پاکستان کے خلاف چودہ نکات پروفیسر عبدالمجید عباس نورین کرکین کالج لاہور ۷۲
(۷) پاکستان یا ہندوستان کی دائمی تباہی سید علی ظہیر ۷۷
(۸) تباہ کن نظریے اور جدید علمات ہند کا مصداق ستیہتم مولانا محمد بیان ۸۲
(۹) پاکستان کے متعلق میری رائے ڈاکٹر سید عبداللطیف میدانی ۹۸
(۱۰) پاکستان ہر اجتماعی نظریہ ڈاکٹر راجندر پرستاد ۱۰۵
(۱۱) پاکستان کی مختلف اسکیمیں وارڈ ۱۲۷

پیش لفظ

از

مرتب

مسٹر آئیس الرحمن اذہر نے نئی زندگی میں حالات و مشہرت میں اس رسالہ کو اب تک جاری رکھا وہ قابلِ تائید و تائید ہے۔ گذشتہ پانچ سال کے عرصہ میں صرف ایک مضمون "نئی زندگی" میں شائع ہوا۔ دیگر کچھ دسے حضرات نے بھی اس وقت خاطر خواہ توجہ نہ کی۔ ہمیں سے کچھ کے بعد بھی باوجود سخت اور مدلل کے اب تک کچھ نہ لکھ سکا۔ گو رسالہ اس پچھ سال میں اپنی گذشتہ شانِ قائم نہ رکھ سکا لیکن پھر بھی حالات کا ساتھ کرتے ہوئے اذہر نے جو کچھ کیا وہ بسا نیست تھا۔

قرنِ دہلی میں ہندو مسلمانوں کے میل جول نے اس ملک میں ایک نئی روح پیدا کر دی تھی۔ علم و عمل کی پہلی از سر نو ہندوستان کے برگ پے میں دوڑ گئی تھی۔ پھر نئی زندگی کی ایک شاندار علامت تیار ہو گئی تھی جسکی باورگاہ کا آج آج بھی دکان ہے؟ مہرت کی سماجی زندگی باوجود مذہبی اختلاف کے ایسے انسان پیدا کرتی ہیں جو ہندو مسلم دونوں کو یکساں طور پر فخر جو اکرتا۔ آج بھی اس سماجی زندگی کی دھندلی نشانیاں کہیں کہیں باقی ہیں۔ مسلمان اور ہندوؤں سے ایک دوسرے کو جس فیاضی اور دریاوئی سے ابتراب کچھ سوچ دیا تھا اس پر آج ہم نہ صرف متعجب ہیں بلکہ ہم میں سے انھوں کو اس کا یقین بھی نہیں آتا۔ ہم سماجی زندگی میں ایک دوسرے سے مثلِ شیر و غر کے ٹکڑے لگاتے تھے۔ رسالہ "نئی زندگی" اسی وقت کی یاد تازہ کرنے کے لئے وجود میں آیا تھا تاکہ جو ملے ہوئے تاریخی واقعات کو جواب دے سکے کہانی معلوم ہوتے ہیں مختلف پہلوئیں ہیں پیش کر کے بتلایا اور جتلیا جائے کو ایسی شاندار کچھول اور سماجی زندگی جس نے تمام ملک کو ایک نئے سانچہ میں فعال دیا تھا کشت و خون اور مدد دہائی کی بنیادوں پر قائم نہیں کی جاسکتی تھی۔ تو یہ وحدت بلکہ یہاں تک کہ نور ملک کی وحدت کا خیال مسلمانوں کا پیدا کر دے اور انھوں نے بڑی حد تک اس میں کامیابی بھی حاصل کر لی تھی۔ آج ہم اپنے اس اہم بائٹان کا راسخ پر فخر کرنے کے بجائے اس کو مٹا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ نئی زندگی نے بہت تیزی سے ملک اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی ہے ابھی اسکو بہت کچھ کرنا ہے۔ ہر مذہب کے اس رسالے اپنا ایک قطعہ از ملک پیدا کر لیا ہے جو اس کے مقصد سے نہ صرف رہی کرتا ہے بلکہ اس مقصد کی کامیابی کا حامی ہے۔

مسٹر آئیس الرحمن نے خاص (پاکستان) منبر کائنات کے فیصلہ کیا اور اخباروں میں اعلان بھی کر دیا۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ مختلف اخیال حضرت سے آتی کم مدت میں مضامین کھنڈا ہوتا ہوا امر تھا۔ پھر کھنڈے کی دشواریں جیلوہ تھیں۔ انھوں نے ہر کام اس لئے کر کے پیش اذہر کی حیثیت سے ہر بھی اعلان و اجازت کے پچھ پچا۔ لیکن اس کی خوبجرت و یرمیلی اس وقت انکار بیکار تھا۔ میں اس کا اہل نہ تھا اور نہ مجھے فرصت تھی۔ میں ان کے اصول و ہر عقیدت رکھتا تھا۔ راہوں۔ نئی زندگی نے مضامین دیکھے ہیں اور انداز کو پڑھا ہے اسلئے انکے متعلق کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ اللہ اعلم۔

مجھے اپنے سہیلی جانیوں کی سلسلے سے چاہیے کہ اس کی انتظامات ہو سکیں ان کے جنرلات کی تعداد کم کرنا چوں اور بہت حد تک ان کے جذبات کے دودھ والا سبب میں سمجھتا ہوں لیکن اس کا علاج پاکستان میں سمجھنا آج سے دس برس پہلے مسلمان ماحور پر سرکار کھول اور کائی زندگی (میں کا ذکر اوپر آچکا ہے) کے رفتہ رفتہ مفقود ہونے پر افسوس کرتے ہوئے اس پر پورے احتجاج بند کیا گئے۔ ان کے مطالبات میں سب سے بڑی اور بڑی جگہ ہی عرصہ کی شکایت کا ہو کر آتا۔ جسے جیسے یہ شکایات یہاں تک پہنچیں کہ انھوں نے بھی اور بھی سنے دیوں اور وہی سلسلے پاکستان کی شکل اختیار کرنی۔ آج بھی اگر ان شکایات کی اصل غرض و غایت سمجھنے کی جادو بند بھائی کو شش کر ہی تو میں جس غرضیت سے تجوئے و آئندہ کے لئے کوئی نہ کوئی امید افزا صورت نکل آتا ناممکن نہیں۔

پاکستان پر بحث کرنا آسان نہیں ہے اسے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان سے منہم کیا ہے۔

مشرقیانے ڈیڑھ دو (لندن) کے انڈیو میں گذشتہ سال پاکستان کو موجودہ طرز کی جمہوری حکومت سے متبرک کیا ہے۔ میں ہر مذہب و ملت کا آدمی بڑا بڑا شریک ہو گا اور مذہب کی بنا پر کسی میں کوئی امتیاز نہ ہو گا۔ اگر پاکستان کا یہ منہم ہے تو پھر اسلامی حکومت کا نام نہیں لیا جاتا ہے اور اس منہم سے پنجاب کی یونیٹ پارٹی کے منہم سے اصولاً کیا فرق ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت دونوں حالتوں میں باقی رہتی ہے۔ اس اجنبی مفکر کی مخالفت کا سوال بڑی رہ جاتا ہے۔ وہ بھی فیصلہ (Residual Powers) اختیارات ممبروں کو پیش سے رہتے ہی رہ جاتا ہے۔ اس بدلت نام مخالفت کے شریک آزاد ہیں مغربی مسلمانوں کی بہت کافی دشمنی ناپت کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ جس سے اقلیت کے ممبروں میں بھی مسلمانوں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ایسی حالت میں وہ ضرورت مندوں کے دم دیکر کے جبر و جبر نہ رہیں گے پاکستان ہونے پر اسکی اقتصادی و دیگر کمزوریوں کے باعث ایک حاکمہ بریٹی حکومت کی ہمیشہ ضرورت باقی رہی کہ وہ کمزور پاکستان مضبوط ہندوستان کے دستبرد سے بچ نہ سکے گا۔ ہندوستان اقتصادی حیثیت سے اتنا مضبوط ہو گا کہ تارار پاکستان اس کے مقابلہ کی تاب نہ لائے گا جب تک کہ ایک مضبوط بیرونی طاقت پاکستان کے سر پر اسکی حمایت کے لئے ہر وقت تیار نہ ہو جس کے صاف اور کھلے معنی یہ ہیں کہ انگریز ہمیشہ پاکستان کی امداد کے نام پر ملک کے دونوں حصوں پر مسلط رہیں جیسا کہ آج بھی وہ اپنے طمع دیکر ریاستوں کی مخالفت کے نام پر ہندوستان چھیننے پر مجبور تھا ہر کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی پاکستان سے مخالفت کا اصل راز یہ ہے کہ وہ ہندو سمجھا بھائی پاکستان مسلمانوں کے خند کر دیتی اور کھلم کھلا ہندو برادری پر بھی قبضہ کر لینے کا منصوبہ رکھتی۔

عام طور پر مسلمانوں میں سمجھا جاتا ہے کہ اگر پاکستان مسلمانوں کے لئے مندرجہ ذیل توجہ دے اس قدر کے ساتھ اسکی مخالفت نہیں کرتے۔ انکی مخالفت کی وجہ وہی ہے جو ابھی اوپر بیان کی گئی ہے کہ وہ پاکستان کی ہرگز مخالفت نہ کرتے۔

بکھودہ ہوا "نڈر کر انکس" لندن کے خاندان سے ایک انڈیو میں مشرقیانی نے فرمایا تھا کہ وہ انگریزوں کو پاکستان بننے کے بعد ہی افسوس تک ہندوستان سے ہلنے نہ دیں گے جب تک مسلمان مضبوط نہ ہوجائیں۔ اس بیان کے بعد یہ امید نہ کہ ہندو برادری پاکستان کی اسکی منہم کر دے گے بہیمانہ افسانہ ہے۔ ہندو تو خداوند خود مسلمان عوام اس دنیائی فدا کی پاکستان پر ترجیح نہ دیں گے۔ یہاں ایک سوال اور پیدا ہونا ہے کہ کس آزادی اور پاکستان کا دنیا نہ دینا انگریزوں کے (تہمیں سے۔ ہندوؤں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہندو اور وہ مسلمان جو آزادی کے دودھ میں کس آزادی حاصل کرنے کے لئے انگریزوں سے لڑا رہے ہیں اور آج بھی رہتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے لئے جادو بھائی بھائی بھائی بھائی سے جسک کہیں نہیں کرتے۔ ہندوؤں سے روٹنے سے کیا لڑے؟ انگریزوں کی حکومت سے حمایت و افغانانہ طور پر جھگڑے کا شکار بنی طرف سے

جنگ جہیں ہی میں ایک دوسرے کے خلاف پھیرا یا ہے۔

سفر خارج سے تیرا وقت تک پہنچنے اور وقت غور پذیر ہونے ہیں جب اپنی صبح اور کس تا صبح کھس جاسی تو دین کو معلوم ہوگا کہ سفر خارج سے کتنے چلے دوسرے سوچا اقدار سے ہے۔ لیکن میں نہیں ہوں جو کاکس کو معلوم کھتے ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کاکس میں سے کسی نہ کسی میں لعلیا کی یہ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ سفر خارج سے بعض بہترین سوانح کیوں کھوئے؟ یہاں پر میں صرف اتنی قدر کہہ کر دوں گا۔ چونکہ اس میں سیر بھی بڑا خاص تھا۔ اسلئے میں شروع سے آخر تک اس سے خوب واقف ہوں۔ وزیر مسلمانوں سے ورنہ مسلمانوں میں زور دہ زکا دی جس کے ساتھ ہمیں نے میں دیکھا انکو ہندو مسلم طاقت کے لئے بے قرار اور مضطرب پایا اس کا میرے دل پر بہت اثر ہوا گا۔ جناح غفلت کی ناکامی کے بعد بھی وہ دیوس نہ تھے۔ اور ہر گھن کو شخص کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے بار بار اصرار کیا کہ میں سفر خارج سے ہی کر گئے کروں۔ مگر میں جانتا تھا کہ سفر خارج مجھے ناہرگز پسند نہ کریں گے اسلئے انکا کر رہا۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ سفر خارج ایک شریف اور ایماندار شخص ہیں وہ ہم سے ضرور دیکھیں گے۔ لیکن میں راضی نہ ہوا۔ ہر حال جو کوششیں اس زمانہ میں ہوئیں ان کے اظہار کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس وقت صرف اتنا کہنے پر اکتفا کروں گا کہ ایک وقت میں تو بھولا جانی۔ یاقوت علی فاروقیایا خارجی طاقت یا پیکو (اسے میں نام سے ہی جانتے یا دیکھتے ہے سفر خارج اور خواب زیادہ یاقوت علی صاحب نے انکار کیا اور پھر وہی چیز (یعنی کاکس)۔ لیگ پیرنہ وہ (Pahar) غلامیں غلب کرتے ہے۔ اگر وہ بیزار بھی مٹی تو پہلے اس سے انکار کیوں ہوا اور اگر بڑی تھی تو پھر شملہ میں اسکی ماہنگ کیوں ہوئی اور اس پر زور دیریں دیا گیا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس شہر سے سوچ کو کھو کر سفر خارج سے بعد کو بہت دیر میں اپنی غفلت محسوس کی مگر موقع باقد سے جا چکا تھا۔ اس کے بعد سے میں بالکل مایوس ہو گیا، اور دیکھتے تھیں جو گیا کہ سفر خارج کوئی سمجھوتہ نہیں چاہتے۔ وہ انگریزوں سے ہی کوئی بے سنی نے حاصل کرنا چاہتے ہیں میں کا نام چاہے پاکستان ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ مسلمانوں کے درد کا علاج نہو گی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ملک کی آزادی کو شدید نقصان پہونچائے گی۔

کیوں اور اوروں کے وقت میں بھی سفر خارج نے بار بار یہ کہا تھا کہ اس کے حاصل ہو جانے کے بعد مسلمان مضبوط ہو جائیں گے اور پھر انکو اکثریت کوئی خوف نہ رہے گا۔ کیوں اور اوروں کو طاقتور دقت و تجربے سے ثابت کیا کہ وہ نہ تو مسلمانوں کے درد کا علاج تھا اور نہ ہے نہ انکی حفاظت اکثریت کے بچے یا جموعے مخالف سے کر سکتا تھا۔ اسی طرح سفر خارج کا بتایا ہوا پاکستانی علاج بھی نہ صرف بیکار ثابت ہوگا بلکہ مسلمانوں کے لئے زہر ڈال کا کام دیگا۔ پاکستان حاصل ہونے پر ہندوستان میں تو ہندو علاج ٹھیک و شہرہ قائم ہو جائے گا۔ لیکن پنجاب و پنجاب میں مسلم راج کس طرح میں نہ ہوگا۔ اسلئے کہ ہندو اور مسلمان فیصدی اقلیت میں اور مسلمان فیصدی اقلیت میں بڑا فرق ہے۔ سو فرما لے کر کو اقلیت نہیں کرنا جاسکتا اور اول الذکر صوبوں میں اقلیت ہے۔

ہم نے درد کا علاج ہماری غربت کو فوری طور پر دور کرنا ہے اور وہ غیر آزمادی اور آہ میں بھائی چارہ اور منافقت کے دور میں ہو سکتی۔ ہم نے شوش مسلم اور ہیکو کی بنیادیں اتنی بانیاد اور اتنی مضبوط ہیں کہ انکو کوئی طاقت ٹانہیں سکتی۔ ہم نے شوش مسلم کے حقوق انھماں کے مشورہ غلام اور ادیب بڑے شانے چند برس پہلے کہا تھا کہ "سو دوسریں میں مر رہا ہوں کہ اسلامی شوش مسلم کو اختیار کرے اور اسکی نجات ہی اسی میں ہے۔ مسلمان دنیا میں اپنے شوش مسلم واسپنے قانون وفاق و فیرو کا پسٹنے ہے پھر ایک سنگ مشکلات کے کیونکر جاگ سکتا ہے۔ ہم مشکلات اور آفات کا مقابلہ کرنا ہے اپنی حفاظت و ترقی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہر جہاں ان مشکلات سے بھاگ کر مسلمانوں کو

ایک آہنی دیوار میں دھکے لگائی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان کے طریقہ عملات کو پسند کرتے ہیں لیکن کو بڑا گوشت پرست سمجھتے ہیں۔ مگر ہمارے دل صاف ہمارے ساتھ اسلامی سادگاری کا بڑا دوست کرتے۔ ایکشن میں آج جو ہمارا ہے وہ اس سے قہم کے اخلاق و عادات پر جتنے بڑا اثر چڑھتا ہے وہ ہم سب کے لئے امدادِ تکلیف دہ ہے۔

آج ہم مذہبی جذبہ سے ماری ہو رہے ہیں۔ ہم فلسفین و ایران و انڈونیشیا و دیگر اسلامی ممالک کے حالات سے بھی سنا نہیں جتے۔ یہ حالات کہاں تک ہمارے دل خوش کن ہیں اس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے۔ یہاں پاکستان کے اصول کی کوشش میں کیوں ہماری قوم اپنے درختِ اخلاق و اطوار کو بھی نہ کھو بیٹھے۔

مسلمانوں کا خطرناک حریف پڑھتا ہوا انڈیا اس کا سب سے بڑا دقت کا مسئلہ ہے۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہندو سرمایہ دارانہ حکومت کو کب پہنچے دیں گے۔ جواب یہ ہے کہ جب آزادی حاصل ہونے پر سوشلسٹ عز کی حکومت قائم ہوگی جس میں ہر آدمی کے کوئی کھرب کی زرکاری اسٹیٹ پر ہوگی۔ معترض پھر کہتا ہے کہ ہندوستان کی موجودہ حالت میں جبکہ سرمایہ دار اس دورِ مضبوط اور منظم ہیں کہ سامانِ شیشٹ پر ان کے بقدر اتنا سرمایہ ہے۔ تقریباً سب شیشٹ ادارے ان ہی کے سرمایہ سے ہیں سبہ یہاں پھر آزادی کے بعد بھی ایک عرصہ دراز تک وہی سب کچھ ہوں گے۔ ان سے ڈرتے ڈرتے بھی سوچاں سال گزر جائیں گے اس عرصہ میں منلوں مسلمانوں کا کیا مشر ہوگا۔ ان کے اندھاں دھکے کی کیا تہہ ہیں؟ اس سوال کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب ہمارے ذمہ دار مقتدر، رہنما شہید جواہر لال نہرو دے چکے ہیں اور سرورِ فیصل ہی دے سکتے ہیں۔ مگر میں یہ نذر دے جاتا ہوں کہ پاکستان قائم ہونے پر اقلیت کے حقوق کے دہائی تین کروڑ مسلمان تو بے موت کی موت مر جائیں گے اور پاکستان کے مسلمان خوش حال نہ بن سکیں گے اسلئے کہ صنعت و حرفت کی ترقی کے ذرائع مشرق و مغرب پاکستانی علاقوں میں بہت کم ہیں۔ اسلئے ہم کو ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور ہندوؤں کے خون کو دل سے دور کر دینا چاہئے۔ ہندو ہم مسلمانوں کو ہڑپ کر سکتے ہیں اور نہ ہڑپ کرنے کے بعد ہم کر سکتے ہیں۔ ہمارے خوف ہلا تاریخی و مذہبی روایات کے نجات ہے۔

مکہ کو آزاد کرنا مسلمانوں کا دیباہی فرض ہے جیسا ہندوؤں کا آزادی آسانی سے نہیں مل سکتی۔ اسلئے بڑی بڑی قربانیاں کرنی ہوتی ہیں اور صائب جیلے جیتے ہیں۔ اسلئے جد مسلمانوں کو تو دنیا میں خدا کا پیغام انسانی اخوت کا بھی صوفیوں پونا دینا ہے بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانا ہے اسلئے ہی اسلئے نے مغربی ہے کہ پاکستان کے تنگ دائرے سے نکل کھیلنے والے وسیع میدان پیدا کریں۔ اسلئے کہ ہم جو مسلمانوں کو کرنا ہے، اگر ہم دنیا میں حیثیت قوم کے عزت کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو اپنی تن آسانیاں چھوڑنی ہوں گی اور جدو جہد کرنی ہوگی۔

اس مشورہ کو میدانِ چول و افاق نہ رازِ سرِ غیب
ہر کہ سرگرداں بہ عالم گشت و غمخواری نہ یافت
دریا پاں گر بہ شوقِ کعبہ خواہی زد قدم
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد نا پدید

اشد اندر پردہ بازی ہائے پناہاں غم مخور
آفرالِ مراد بہ غمخواری رسد ہاں غم مخور
سرزنش ہاں گر کند خارِ غمخواری غم مخور
پسچ را ہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

سید محمود

کتابِ اوّل

پاکستان حل نہیں ہے

از — انیس الرحمن

پہلا باب

تقسیم کس وجہ سے ہو

دوسرا باب

پاکستان میں امن و عزت کی ترقی کے امکانات

تیسرا باب

پاکستان کی اکیلائی

نفاذ اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

از خواب گراں خیز

فریاد ز افرنک و دل آویزی افرنک
فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنک
عالم بچہ ویرانہ ز چنگیزی افرنک

معاذِ حرم! باز بہ تعمیر جہاں خیز

از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز

از خواب گراں خیز

آفتاب

پہلا باب

تقسیم کس طریقے پر ہو

الذی سید انیس الرحمن

ہندوستان کی تقسیم کے معاملے کے ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقسیم کا اصول اور طریقہ کیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں صوبوں اور گورنمنٹوں کی جو تقسیم ہے، وہ اپنی فرتہ وارانہ بنیادوں پر نہیں۔ اور نہ کسی دوسری تمدنی بنیاد، مثلاً زبان و غیرہ کے اصول ہی پر ہے اس کی بنیاد محض برطانوی حکومت کی انتظامی سہولتوں کے سوا اور کچھ ہی نہیں۔ مثلاً مدراس کے صوبے میں چار زبانیں بولنے والے خطے آباد ہیں، یعنی تامل، تلوگو، میالیم اور کنڑی، اسی طرح صوبہ بمبئی میں گجراتی، مراٹھی اور کنڑی تین مختلف زبانیں بولنے والی قومیں شامل ہیں۔ حالانکہ صوبہ سندھ بھی بمبئی میں شامل تھا۔ لیکن قسطنطنیہ کے ایکٹ میں اس صوبے کی متحدگی کے بعد بمبئی کے صوبے سے ایک زبان (سندھی) کی کمی ہو گئی۔ صوبہ سندھ دو حصوں پر تقسیم ہے۔ جن میں ایک کی زبان ہندی اور دوسرے کی مرٹی ہے۔ صوبہ آسام میں بنگلہ زبان بولنے والے ۴۵ فی صدی آباد ہیں۔ اور بقیہ ۵۵ فی صدی آسامی یا دوسری زبانیں بولتی ہیں، اسی طرح بھارت میں چھوٹا بنگلہ شامل ہے جس کی گورنمنٹ زبان بنگلہ سارا قسطنطنیہ سے مختلف ہے۔ بہت حالانکہ بھارت اور آرمینیا دونوں صوبے بنگال کا جزو تھے اور بنگال کی سرحدیں ایک طرف سلطنت اور دوسری طرف بنارس میں صوبہ بمبئی میں تھیں۔ فی الحقیقت یہ بہت بڑا غلطی ہے کہ مرہٹی زبان بولنے والے ایک منجائش خطہ کو ٹھوسے ٹھوسے کر کے اس کے کچھ حصے بمبئی میں، کچھ سی پل میں اور کچھ حیدرآباد اسٹیشن میں شامل کر دیے جائیں۔ اسی طرح بنگلہ بولنے والے علاقہ میں سے کچھ اضلاع آسام، کچھ آرمینیا اور کچھ صوبہ بھارت میں شامل کر دیے جائیں۔ یعنی بمبئی، مدراس اور ریاست حیدرآباد۔ کوئی انسانیت پرورد قوی حکومت ایک منٹ بھی اس نوع کی محسوس نہ کر بدواشت نہیں کر سکتی اور آج نہیں تو کہ ہندوستان کے صوبوں کی جدید تقسیم سانی اور تمدنی اعتبار سے کرنی ہی ہوگی۔ مغلوں کے عہد میں ہی یہ تقسیم تھی۔ یوپی میں تین صوبے تھے۔ آگرہ، اودھ، اور میانمک کہ جون پور بھی ایک متحدہ صوبہ تھا۔ اس تقسیم کی بنیاد ایک بڑی مدنی سانی تھی۔ مثلاً گجرات، مہاراشٹر، مالدیو اور خاندیش، راجپوتانہ، کرناٹک وغیرہ لیکن اگر مرہٹی مد حکومت میں ان

مصر میں کوئی نوؤدھ کر کے بڑے عرب بنائے گئے اور اکثر دو دین تین مصر میں کر لاکر ایک صوبہ قرار دیا گیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر صوبہ ایک عربوں کا مرکز بن گیا ہے۔

برہما میں مسلم لیگ نے آج تک صحت مور پر یہ دیکھا کہ تقسیم کا اصول کیا ہوگا اور وہ کس کس صوبوں یا ضلعوں کو پاکستان میں شامل کرے گا اور کس کس مقامات کو پاکستان سے خارج کرے گا۔ اس سلسلہ میں مسلم لیگ کی لاہور کی تجویز ۱۰۰ اراکین مشیت ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام غیر انڈیائی ضلعوں کو ضروری قطع ویرانے کے بعد اس طرح مرتب کیا جائے کہ جس میں ہندو مسلمانوں کی اکثریت ہو ایسے تمام راجاؤں اور شاہی علاقے۔ ان میں ہاگر آزاد ریاستیں بنائی جائیں اور یہ ریاستیں خود مختار اور خود کا ذمہ داریات کی ملک ہوں۔ سب سے پہلے یہ ہے اور اس تجویز میں مصر کا ذکر نہیں ہے اور اس کے یہی سبب ہیں کہ اس ملک میں ہندو اور مسلمانوں کی آبادیوں کی جھان بین کے بعد بن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہوں گے انھیں کو پاکستان بنے گا لیکن حال میں ۱۰۰ فیصد مسلمان مسلمانوں کی بنیاد پر پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ غیر انڈیائی جیت سے پاکستان جن مصر پر مشتمل ہوگا وہ یہ ہیں۔ ۱۔ برہما ۲۔ صوبہ سرحد ۳۔ سارہ پنجاب ۴۔ سارہ بنگال ۵۔ اہم آسام کا صوبہ۔ قریب مسلم لیگ کی لاہور کی تجویز اور مشرق کے بیان میں سخت تضاد ہے۔

برہما کا تین مسلم لیگ کی روئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصر میں موجود تقسیم کی بنیاد پر پاکستان مانگتے ہیں اور اس میں کسی مذہب اور ذات چھانٹ کر غور نہیں کر سکتے۔ برہما اگر کہہ دیں گے کہ ہم مسلم لیگ کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیں تو اس میں دیکھنا ہے کہ ایک ایسے پاکستان کی شکل صورت کیا ہوگی۔ جس میں ہندوؤں کے حصے بڑے ہوتے اور یہاں تک کہ عربے شاق ہوں۔

تقسیم کا پہلا طریقہ

برہما اگر مسلم لیگ کے مطالبے کے مطابق اسی اصول کے مطابق تقسیم ہو تو ایسے پاکستان میں ہندو اور مسلمانوں کا تناسب مبالغہ آور ہوگا۔

صوبہ	مسلمان	ہندو	سکھ
(۱) بنگال	۳۳,۰۰,۵۰,۴۳۴	۲۵,۰۵,۹۲۴	
(۲) پنجاب	۱۶,۲۱,۹۲,۲۴۲	۷,۵۵,۰۳,۴۶۲	۱,۵۳,۱
(۳) صوبہ سرحد	۲,۷۵,۵۹,۷۹۶	۱,۸۰,۰۳,۳۴۱	۱,۵۱,۱
(۴) سندھ	۳,۲۰,۸۰,۳۲۵	۵,۶۸,۱۱۵	
(۵) برہما	۳۳۹,۰۰۰	۳۰۰,۰۰۰	

میزان	۵۵,۶۵,۰۷,۹۹۰	۳۳,۶۵,۷۷,۷۲۲	۴,۱۱,۱
-------	--------------	--------------	--------

غرض کہ پاکستان میں تقریباً ساڑھے پانچ کروڑ مسلمان ہوں گے اور تقریباً چار کروڑ اکھڑ پنجاب اور صوبہ سرحد کے ۴۰ لاکھ سکھوں کو بھی ہندوؤں کی تعداد میں شامل کر لیا جائے گا تو مسلم ظاہر ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کی اتنی بڑی تعداد کے جو مسلمانوں سے علم و دولت و غروب میں آگے ہیں پاکستان کس مرتب بنایا جاسکتا ہے مسلمانوں سے تقریباً سادیت کا درجہ رکھتے ہیں ہندوؤں کی اس بڑی تعداد کی صورت

میں پاکستان کی حکومت کو بھی یہی استوار اور مستحکم حکومت بننے کے لیے اور اسے ہمیشہ مخلوق میں رہے گا، علاوہ انہیں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ ساڈھ پانچ کروڑ مسلم قوم کا تو اس قدر حق تسلیم کر لیا جائے کہ وہ ہندوستان سے علیحدہ ہو کر اپنی حکومت بنالیں، لیکن ان چار کروڑ ہندوؤں اور سکھوں سے یہ پوچھنے کی بھی ضرورت گوارا کی جائے کہ وہ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ لہذا اگر حقیقت کو راہ دی جائے گی تو یہی طریق اختیار کرنا پڑے گا کہ جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہی علاقے پاکستان میں شامل کئے جائیں اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہو اسے اس علاقے سے الگ کر دیا جائے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر اب مسلم لیگ ایک ایسا پاکستان بنانے پر مصر ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ ہندو شامل ہوں، پاکستان تو مسلمانوں کہنے کا ہے اور مسلمانوں کی کا تو ملی وطن (HOMELAND) ہو گا جس میں امر پر امر اور کیوں ہے کہ اس میں چار کروڑ ہندو اور سکھ بھی شامل ہوں۔

تقسیم کا دوسرا طریقہ

برکین اگر یہ تقسیم، ہٹ دھرمی اور زبردستی سے نہیں بلکہ کسی سقویت کی بنا پر ہوگی تو اس کا ایک ہی اصول ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہندوستان کے جن مقامات پر مسلمانوں کی اکثریت ہو ان میں مسلمانوں کی حکومت بنائی جائے۔ اس سلسلہ میں بہتر صورت یہ ہوگی کہ ہم مختلف اضلاع کو لے کر ان کی آبادیوں کی چھان بین کریں، (کیونکہ ضلع کی تقسیم سے نیچے اور کثیر ضلع کی چھان بین کی مدد سے جانا ناممکن ہو گا) اور جن اضلاع میں مسلمانوں کی ۵۱ فی صدی آبادی ہو اسے پاکستان میں شامل کر دیں اور جو اضلاع اس سے کم مسلم آبادی رکھتے ہوں، انہیں پاکستانی حدود سے خارج کر دیں۔ صرف اسی اصول اور طریقہ کار سے ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ ضلعوں کی بنیاد پر تقسیم ہو کر ہندوؤں کی ہندو جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، لیکن انہوں نے یہ کہ وہ اپنے اس دعوے پر بھی قائم نہ رہے اور آسام جیسے غیر مسلم صوبے کو پاکستان میں شامل کر لیا جبکہ ۶۶ فی صدی غیر مسلم آبادی اور صرف ۳۳ فی صدی مسلمان آباد ہیں۔

ہر حال آئے اب ہم ۵۱ فی صدی کی بنا پر مختلف صوبوں کی چھان بین کریں۔

ہندوستان کی مجموعی آبادی (۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق) ۳۸۸۱۵۵۰۰

اور میں کروڑ ۹۰ لاکھ ۹۰ ہزار ۹۵۵۰۰ ہے اور مجموعی رقبہ ۳۰۰۰۰۰

ہندو ۱۸ لاکھ ۹۰ ہزار ۱۰۰۰ مربع میل ہے۔ عتہ منتقل نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

ذیل کے اعداد سے یہ معلوم ہو گا کہ مدراس، بمبئی، ریونی، بھارتی، آسام، آڑیسہ، اجیرا وارڈ اور وہی دنیو ایسے صوبے ہیں جہاں ہندو غالب اکثریت میں ہیں اور صوبہ سرحد، سندھ اور جوہان میں ایسے صوبے ہیں جہاں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے۔ اس کے ان صوبوں کو علیٰ سہولت ہی نہیں۔ یہ دونوں علاقے ہیں۔ وہ کہ جو کہ ہندوستان اور پاکستان میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ بس سارا جھگڑا انجان اور بھاب کا کر پڑتا ہے۔ جہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کی آبادیاں تقریباً برابر برابر ہیں اور مسلمانوں کی اکثریت دو چارہائی فی صدی زیادہ کی ہے۔ لہذا اب ہم ان دونوں صوبوں کی آبادیوں پر منتقل ہو کر دیکھیں گے۔

ہندوستان کی مجموعی آبادی

مطابق مردم شماری ۱۹۴۱ء

پرستار	مردان	مجموعی آبادی	نسوان فی صد
۱	۲۶,۱۱,۶۶	۱۰,۸۱,۴۹۳	۶
۲	۱۹,۴۴,۴۳	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۳	۱۶,۱۴,۴۴	۲,۰۸,۴۹۳	۹

پرستار	مردان	مجموعی آبادی	نسوان فی صد
۱	۲۶,۱۱,۶۶	۱۰,۸۱,۴۹۳	۶
۲	۱۹,۴۴,۴۳	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۳	۱۶,۱۴,۴۴	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۴	۱۵,۵۰,۵۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۵	۱۴,۹۰,۹۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۶	۱۳,۸۰,۸۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۷	۱۲,۷۰,۷۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۸	۱۱,۶۰,۶۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۹	۱۰,۵۰,۵۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۰	۹,۴۰,۴۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۱	۸,۳۰,۳۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۲	۷,۲۰,۲۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۳	۶,۱۰,۱۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۴	۵,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۵	۴,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۶	۳,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۷	۲,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۸	۱,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۹	۰,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۲۰	۰,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹

ریاستیں اور ایجنسیاں

پرستار	مردان	مجموعی آبادی	نسوان فی صد
۱	۲۶,۱۱,۶۶	۱۰,۸۱,۴۹۳	۶
۲	۱۹,۴۴,۴۳	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۳	۱۶,۱۴,۴۴	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۴	۱۵,۵۰,۵۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۵	۱۴,۹۰,۹۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۶	۱۳,۸۰,۸۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۷	۱۲,۷۰,۷۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۸	۱۱,۶۰,۶۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۹	۱۰,۵۰,۵۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۰	۹,۴۰,۴۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۱	۸,۳۰,۳۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۲	۷,۲۰,۲۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۳	۶,۱۰,۱۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۴	۵,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۵	۴,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۶	۳,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۷	۲,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۸	۱,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۱۹	۰,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹
۲۰	۰,۰۰,۰۰	۲,۰۸,۴۹۳	۹

پنجاب

صوبہ پنجاب کے تین پانچ لاکھ باشندے ہیں اور اس کا علاقہ بوقت تیسویں صدی مسیح میں تھا کہ قدرت نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جس میں ایک حصہ جو صوبہ سرحد اور سندھ سے جا رہا ہے۔ اس میں غالب مسلم اکثریت ہے اور دوسرا حصہ جو یونانی اور دہلی سے جا رہا ہے اس میں غالب ہندو اور سک اکثریت ہے۔ زمین میں پنجاب کے ان اضلاع کی نسبت دی جاتی ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ اضلاع جہاں مسلمانوں کی آبادی ۵۰ فی صدی سے زیادہ ہے

نمبر شمار	نام اضلاع	تناسب مسلم آبادی مردم شماری ۱۹۳۱ء	تناسب مسلم آبادی مردم شماری ۱۹۴۱ء
۱	لاہور	۵۹ فی صدی	۶۰
۲	سیال کوٹ	۶۲	۶۲
۳	گجرات	۶۰	۶۰
۴	شیخوپورہ	۸۴	۸۵
۵	گجرات	۶۳	۶۳
۶	شاہ پور	۸۲	۸۲
۷	جھلم	۸۹	۸۹
۸	راول پٹی	۸۲	۸۰
۹	ہمک	۹۱	۹۰
۱۰	سیالوالہ	۸۶	۸۶
۱۱	ننگر	۶۹	۶۹
۱۲	واکس پور	۶۲	۶۲
۱۳	جنگ	۸۳	۸۲
۱۴	ننگر پورہ	۸۶	۸۶
۱۵	ڈیرہ غازی خان	۸۶	۸۸
۱۶	بلوچ سرحدی	۹۹	۹۹
۱۷	مٹتان	۸۰	۷۷

مندرجہ بالا ۱۷ اضلاع میں پنجاب میں کل ۱۶۹ اضلاع ہیں، کسی بڑے مسلمان ۷۰ فی صدی سے کم نہیں اور اکثر اضلاع میں ۷۰ اور ۸۰

اولیٰ صدی میں ہے: اصطلاح انگریزی اصطلاح کے بارے میں میں سے ملے ہیں۔
 چنانچہ یہ ہے کہ اصطلاح جس میں سرکاری اصطلاح سے مراد اس وقت ثبت نہیں کی گئی تھی اس لیے
 وہ اصطلاح جس میں سرکاری آبادی
 دیکھتی ہے

ردیف	اصطلاح	تاسک سرکاری آبادی	تاسک سرکاری آبادی	تاسک سرکاری آبادی
۱	حصہ	۲۶	۲۶	۲۶
۲	تقسیم	۱۰	۱۰	۱۰
۳	گورنمنٹ	۲۰	۲۰	۲۰
۴	کرنل	۲۰	۲۰	۲۰
۵	اسٹیشن	۳	۳	۳
۶	کالون	۱۵	۱۵	۱۵
۷	پرتیو	۲۰	۲۰	۲۰
۸	مائننگ	۲۰	۲۰	۲۰
۹	لنڈن	۲۰	۲۰	۲۰
۱۰	لنڈن	۲۰	۲۰	۲۰
۱۱	لنڈن	۲۰	۲۰	۲۰
۱۲	لنڈن	۲۰	۲۰	۲۰
۱۳	گورنمنٹ	۵۰	۵۰	۵۰

ملاحظہ فرمائیے کہ اصطلاح میں سلاسل کی کلمہ اصطلاحیت ہے اور اس سے کوئی طرح پاکستان میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں صرف گورنمنٹ
 اصطلاح ہے۔ حال سلاسل کی آبادی ۵۰ ہے۔ یعنی یہ ہے۔ یعنی یہ گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔ یعنی یہ گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔
 یعنی یہ گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔ یعنی یہ گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔ یعنی یہ گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔
 گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔ یعنی یہ گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔ یعنی یہ گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔
 مقامات میں اور وہ اسے (MOLYLAND) کہتے ہیں۔ ان اصطلاح میں گورنمنٹ پر کی سلاسل آبادی سے ۵۰ ہے۔

لنڈن گورنمنٹ کے پاکستان میں الحاق ہے۔ یہ جگہ ایک گورنمنٹ ہے۔
 یعنی یہ جگہ ایک گورنمنٹ ہے۔ یہ جگہ ایک گورنمنٹ ہے۔ یہ جگہ ایک گورنمنٹ ہے۔

۵۰۔ یہ جگہ ایک گورنمنٹ ہے۔ یہ جگہ ایک گورنمنٹ ہے۔

ردیف	اصطلاح	سکریٹری	بلند	سلاسل
۱	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۲	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۳	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۴	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۵	۳	۳	۳	۳
۶	۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۷	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۸	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۹	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۱۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۱۱	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۱۲	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۱۳	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰

تہ دوسرے سرے تک اگلا رہے گئے ہیں اور مشرقی پنجاب کا الگ الگ مکتبہ بنانے میں لاپرواہی اور وہی میں ہندو اکثریت ہے ہی۔ لہذا اگر فرقہ وارانہ نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اسی مکتبہ کا جز رہے۔ محقر یہ کہ اس علاقے کو آپ کی تعزیت کسی دسوں اور کسی بیاد پر پاکستان میں شامل نہیں کر سکتے۔ اور پنجاب کو دو مکتبہ کرنا ہوگا۔

تدرت کی تمام غرضی لحاظ ہو کر یہی وہ علاقے ہیں جو سرے کے عمدہ زرخیز علاقے شمار کئے جاتے ہیں اور ان کے کل جانے سے پاکستان کو سن نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پاکستان کے حصے میں ڈیڑہ غازی حلی، میان والی، شاہ پور، ایک دھیرہ کے غمرباڑی اور گیٹالی ملے آئیں گے۔

مالی اعتبار سے بھی پنجاب کے دو مکتبہ ہونے سے نقصان رہے گا۔ پنجاب کی دو عظیم اشان خیریں دہلی خیرین علی اور ۱۲۰۰ خیر سرہند، جو جونا اور ستلج سے کالی گئی ہیں۔ پنجاب کے اسی علاقے میں چھوٹ جانیں گی۔ علاوہ انہیں دریائے آمل UML پر جو گندنگر میں ہائیڈرو ایکٹرک سٹم قائم کیا گیا ہے جس سے تقریباً سارے پنجاب کو کستی پہنچتی ہے، اور جس پر حکومت پنجاب کے کروڑوں روپے خرچ ہو چکے ہیں پاکستان سے باہر رہ جائے گا۔

سارے پنجاب کا رقبہ ۱۰ ہزار میل ہے اور مجموعی آبادی ۲ کروڑ ۹۰ لاکھ ہے، جن میں اگر ۲۰ لاکھ مسلمان ہیں، ۵۰ لاکھ ہندو، اور ۲۰ لاکھ سکھ ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا بارہ ضلعوں کی آبادی جس میں مسلمان اقلیت میں ہیں تقریباً ۱۲ کروڑ ہیں جن میں ۳۵ لاکھ ہندو، ۱۹ لاکھ سکھ اور ۲۰ لاکھ مسلمان ہیں، یعنی اگر سکھوں اور ہندوؤں کو بلا کر دیگیں تو ۶۴ لاکھ کے مقابلے میں صرف ۲۰ لاکھ مسلمان ہیں۔ غرضیکہ پنجاب کے ۲۰ لاکھ مسلمان کی بھی حیثیت چڑھائی پڑے گی اور وہ پاکستان سے نکل کر ہندوستان میں چلے جائیں گے۔

بنگال

تقریباً ہی کیفیت بنگال کی بھی ہے اور بنگال میں بھی صورت حال وہی ہے کہ تقریباً نصف بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور نصف ہندوؤں کی۔ ذیل میں ہندو مسلم اکثریت کے اضلاع کی فہرست دی جاتی ہے۔

تعداد اضلاع جن مسلمان ۵۰ فیصد سے کم ہیں	تعداد اضلاع جن مسلمان ۵۰ فیصد سے کم ہیں	تعداد اضلاع جن مسلمان ۵۰ فیصد سے کم ہیں	تعداد اضلاع جن مسلمان ۵۰ فیصد سے کم ہیں
۱- ندیا	۱- بدوان	۱- ندیا	۱- بدوان
۲- مریشا آباد	۲- برہم پور	۲- مریشا آباد	۲- برہم پور
۳- جیسور	۳- گورہ	۳- جیسور	۳- گورہ
۴- مانیشا آباد	۴- مانیشا آباد	۴- مانیشا آباد	۴- مانیشا آباد
۵- ریشا پور	۵- ریشا پور	۵- ریشا پور	۵- ریشا پور
۶- بکسرا	۶- بکسرا	۶- بکسرا	۶- بکسرا
۷- پینڈ	۷- پینڈ	۷- پینڈ	۷- پینڈ
۸- ڈاکھ	۸- ڈاکھ	۸- ڈاکھ	۸- ڈاکھ
۹- ڈھاکہ	۹- ڈھاکہ	۹- ڈھاکہ	۹- ڈھاکہ
۱۰- پھنک	۱۰- پھنک	۱۰- پھنک	۱۰- پھنک
۱۱- فرسٹ	۱۱- فرسٹ	۱۱- فرسٹ	۱۱- فرسٹ
۱۲- ڈاکھ	۱۲- ڈاکھ	۱۲- ڈاکھ	۱۲- ڈاکھ
۱۳- ڈھاکہ	۱۳- ڈھاکہ	۱۳- ڈھاکہ	۱۳- ڈھاکہ
۱۴- ڈھاکہ	۱۴- ڈھاکہ	۱۴- ڈھاکہ	۱۴- ڈھاکہ

گاہ میں کھلی۔ یہ اضلاع میں ہیں جہاں کہ وہ بیان کیا گیا۔ اضلاع میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور یہ اضلاع میں مسلمانوں کی
 بنگال کی مجموعی آبادی ۶ کروڑ ۳ لاکھ ہے جس میں ۳۰ کروڑ ۳ لاکھ مسلمان ہیں اور دھوا کی گروہ بندی اور مسلمانوں کی تعداد
 مسلمانوں کی تعداد میں ہے۔ مجموعی آبادی تقریباً ۶ کروڑ سے زائد ہے جس میں ایک کروڑ ۵ لاکھ ہندو، دس لاکھ مسلمان
 ہیں۔ ہندوؤں کے قبائلی علاقوں سے دوسرے ہیں۔ یہ اضلاع میں تقسیمات میں ہیں بلکہ ایک ہی لکھ میں ایک دوسرے سے
 دوسرے ہیں اور دوسرے بنگال کا ایک حصہ بھی بناتے ہیں جو بنارہ اور سید سے ملتا ہے۔ دوسرے بنگال میں
 دس دو اضلاع یعنی جلی گوری اور دھوا کے علاقے ہیں جو ہندو اکثریت رکھتے ہوئے ہیں اور ہندوؤں کے گم ہیں اور
 لکھ کے شمال میں واقع ہیں۔ لیکن ہر حال میں سے ہی ہندوؤں کا ایک مفید کام ملتا ہے۔ یعنی یہ آسام اور بھارت کے درمیان راستہ
 (CORRIDOR) بن سکتا ہے۔ دوسرے بنگال میں

غرضیکہ پنجاب دو ٹکڑے ہو رہی تھا۔ بنگال بھی آدھا ہی رہ گیا۔ اور بنگالی یہ کہ بنگال کا بھی وہ حصہ ہے جو سامنے بنگال کی جان ہے۔
 جو بدبابت ہیں۔ جوٹ سینٹ الہا وغیرہ کے کارخانے ہیں اور سب سے بڑا کہ کھنڈ کی بندرگاہ اور شہر ہے جو پاکستان سے مل جائے گا۔
 اس علاقے کے ساتھ ساتھ ۶۲ لاکھ مسلمان بھی پاکستان سے نکل کر ہندوؤں ہندوستان کا جزو بن جائیں گے۔

آسام

جہاں تک آسام کا تعلق ہے، یہ چیز تعذراً غم سے بالاتر ہے کہ اسے کس دلیل اور معقولیت کی بنا پر پاکستان میں شامل رکھا جانا ہے۔ باری
 کو میں اس کا ہرٹن ایک ہی سبب آتا ہے اور وہ یہ کہ اگر آسام کو نہ شامل کیا جائے تو پورے پاکستان ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے، پیچھے میں
 ہندو اکثریت کے صوبے ہمارے اڑیسہ وغیرہ پورب میں آسام، اتر بھارت، دکن میں بنگال، غرضیکہ پورے پاکستان ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔
 لیکن غم اس نقطہ نظر سے نہ ہوگی، پاکستان کو کون نئی باتوں سے سورت پہنچتی ہے اور کون باتوں سے نہیں۔ اور پاکستان کو سورت ہم پہنچائے
 گئے کوئی خاص ہندو صوبے کو ہرگز پاکستان میں شامل نہ ہونے دے گا۔

آسام کی مجموعی آبادی ایک کروڑ ۲ لاکھ ہے جس میں ۲۰ لاکھ ہندو اور ۴۲ لاکھ مسلمان آباد ہیں اور بقیہ ۲۰ لاکھ دوسری قومیں اور قبائل
 ہیں۔ ہندی قبائل میں تقریباً ہندو ہی ہیں اور اس طرح ۶۰ لاکھ غیر مسلموں کے مقابلے میں صرف ۲۰ لاکھ مسلمان ہیں۔
 ذیل میں آسام کے مختلف اضلاع اور ان میں مسلمانوں کا فی صد تناسب درج کیا جاتا ہے۔

وہ اضلاع جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں
 فی صد تناسب مطابق مردم شماری ۱۹۵۱ء

وہ اضلاع جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے
 فی صد تناسب مطابق مردم شماری ۱۹۵۱ء

- ۱۔ تاجپار
- ۲۔ خاص جلیا ہلز
- ۳۔ اٹکا ہلز
- ۴۔ روشی ہلز

نام و نام خانوادگی	نام و نام خانوادگی
۱. ۲. ۳.	۴. ۵. ۶.



مسلم اکثریت والی ریاستیں

رقبہ مربع میل	آبادی	آمدنی
۸۴۲ ۳۷۱	۳ ۹۳۵ ۰۰۰	۴ کروڑ ۶۲ لاکھ
۲۲۲ ۰۰۰	۱ ۵۰۰ ۰۰۰	۳ ۳ کروڑ
۶۳۸	۱ ۶۳ ۳۶۴	۱۷ لاکھ
۵۴ ۲ ۷۰۰	۳ ۱۸۵ ۷۰۰	۱۵ لاکھ
۶۵۰	۳۰ ۵۵۷ ۷	۳۷ لاکھ
۷ ۰۰۰	۷۰۰ ۰۰۰	۳۰ لاکھ
۶۵۲	۳ ۱۶۲ ۷۵۷	۳۰ لاکھ
۱۷۰ ۱ ۱۱۱	۶ ۶۲۰ ۶۰۰	۹ کروڑ ۱۱ لاکھ روپے

(ہندو ریاستوں کا چارٹ اگلے صفحہ پر ملحوظ فرمائیں)

مندرجہ بالا اعداد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل ریاستی ہند کے ۱۵ لاکھ ۱۵ ہزار مربع میل رقبے میں سے پاکستان کے حصے میں صرف ایک لاکھ ۷۰ ہزار مربع میل کا رقبہ آئے گا۔ جس کے معنی یہ ہو سکے کہ ریاستی ہندوستان کا کل حصہ پاکستان کے اندر آگیا۔ چوتھا فیض یہ کہ ۹ کروڑ ۷۰ لاکھ دیاستی آبادی میں سے صرف ۶۶ لاکھ کی ریاستی آبادی پاکستان کے حصے میں آئی اور ۹ کروڑ ۴۳ لاکھ آبادی ہندو علاقے میں رہی گی۔ ذرا آگے چل کر اگر آمدنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلم حصے میں وہی ریاستیں آتی ہیں، جو غیر اور پھاڑی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلم ریاستوں کی مجموعی آمدنی صرف ۹ کروڑ ۱۱ لاکھ روپے ہوتی ہے اور ہندوستان کی ریاستوں کی آمدنی ۹ کروڑ ۷۰ لاکھ۔ یعنی اس طرح ریاستی ہند کی مجموعی آمدنی کا صرف چوتھائی پاکستان میں آتا ہے۔ یہ معاملہ نہیں بلکہ نہیں مگر نہ۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ریاستی ہند کی جملہ مسلم آبادی ایک کروڑ ۲۶ لاکھ ہے اس بڑی تعداد میں صرف ۷ لاکھ مسلمان پکڑے جاتے ہیں اور بقیہ ۶۶ لاکھ ریاستی مسلمان ہندو علاقوں میں چھوٹ جاتے۔ لیکن اس کے برعکس دیکھتے تو کہ ۷ لاکھ ریاستی ہندو باشندوں میں سے صرف ۷ لاکھ ریاستی ہندو پاکستان میں آتے ہیں، اور بقیہ ۹ کروڑ ۳۲ لاکھ ہندو ہندوستان میں رہتے ہیں۔ بہر حال ریاستوں میں تو پاکستان سراسر گھامے میں ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ ایسی ریاستیں جو اس وقت مسلمانوں کے پاس ہیں۔ جیسے میدراپور، بہوپال، رام پور، ٹونک، جونا گڑھ وغیرہ یہ سب کہ ہندو ہندوستان کے تحت ہو جائیں گی۔

ہندو اکثریت کی ریاستیں

نمبر شمار	رقبہ	آبادی	آمل
۱	۳۱۵۸	۴۵۰۰۰	۳۸ لاکھ
۲	۸۱۶۶	۲۸۵۵۰۱۰	۲ کروڑ ۲۸ لاکھ
۳	۸۶۵	۲۵۱۳۲۸	۲۵ لاکھ
۴	۲۹۶۱	۶۱۹۴۲۹	۶ کروڑ ۱۹ لاکھ
۵	۶۹۲۳	۷۹۲۵۶۱	۷۹ لاکھ
۶	۲۶۰۰۰	۵۷۵۶۳۵	۵۷ لاکھ
۷	۱۲۸۱۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰	۳ کروڑ ۲۵ لاکھ
۸	۲۳۳۱۷	۱۲۹۲۹۳۸	۱۲ کروڑ ۹ لاکھ
۹	۱۲۸۰۰	۱۲۲۸۰۰۰۰	۱۲ کروڑ ۲۸ لاکھ
۱۰	۱۲۱۸	۶۳۹۱۸۹۸	۶۳ لاکھ
۱۱	۸۲۳۹	۵۰۰۰۰۰۰	۵۰ لاکھ
۱۲	۱۸۰۰۰	۲۳۳۳۳۳۰	۲۳ لاکھ
۱۳	۱۱۷۳	۲۵۹۹۸۶	۲۵ لاکھ
۱۴	۱۱۷۷	۹۲۲۱۷	۹۲ لاکھ
۱۵	۱۱۰۲۳	۲۰۵۸۲۶	۲۰ لاکھ
۱۶	۲۶۲۶۷	۳۹۹۲۰۰۰	۳ کروڑ ۹۲ لاکھ
۱۷	۱۰۰۶۵	۱۶۱۹۴۳۱۳	۱۶ کروڑ ۱۹ لاکھ
۱۸	۱۱۹۱۰	۳۵۲۳۱۱	۳۵ لاکھ
۱۹	۹۹۳۶	۱۵۱۳۹۶۶	۱۵ کروڑ ۱۳ لاکھ
۲۰	۱۶۲۸۲	۳۰۴۰۰۰۰۰	۳۰ لاکھ
۲۱	۳۶۰۰۰	۲۵۵۵۵۹۰۴	۲۵ کروڑ ۵۵ لاکھ
۲۲	۳۳۳۷	۵۴۵۱۵۰	۵۴ لاکھ
۲۳	۳۲۲۹	۱۱۰۹۲۰۴۶	۱۱ کروڑ ۹۲ لاکھ
۲۴	۸۱۳۸	۵۱۲۰۲۹	۵۱ لاکھ
۲۵	۴۲۳۳	۹۹۰۹۷۷	۹۹ لاکھ
۲۶	۱۱۷۷	۱۱۲۸۱۷	۱۱ لاکھ
۲۷	۲۹۳۲۶	۰۰۳۳۸۸۹۶	۰۰ کروڑ ۳۳ لاکھ
۲۸	۳۷۹۱	۵۰۴۰۰۰۰	۵۰ لاکھ
۲۹	۵۹۳۳	۱۹۳۶۲۵۹	۱۹ کروڑ ۳۶ لاکھ
۳۰	۶۳۲	۱۴۷۵۶۳	۱۴ لاکھ
۳۱	۸۹۳	۲۷۹۱۲	۲۷ لاکھ
۳۲	۲۸۸۱۸	۱۲۲۰۰۰۰	۱۲ لاکھ
۳۳	۲۵۵۳	۳۵۷۹۳۳	۳۵ لاکھ
۳۴	۷۲۶۱	۶۰۰۰۰۰۰۰	۶ کروڑ ۰ لاکھ
۳۵	۴۱۷	۵۱۳۹۵۲	۵۱ لاکھ
۳۶	۱۲۷۵۳	۱۹۲۵۰۰۰	۱۹ لاکھ

۱۹ کروڑ ۹۶ لاکھ

ہندی و غیرہ میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اپنی دکر در ۳۰ لاکھ مسلمان) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں پھیلی جاتی ہے۔ اگر اس تعداد میں ۶۶ لاکھ ریاستی مسلمانوں کو ۶۲ لاکھ بنگال کے خارج شدہ علاقے کے مسلمانوں کو، اور ۳۰ لاکھ پنجاب کے خارج شدہ علاقے کے مسلمانوں کو بھی شامل کریں تو پھر پاکستانی مسلمانوں کی تعداد چار کروڑ سے اوپر ہو جاتی ہے۔ سارے ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی (مطابق مردم شماری ۱۹۵۱ء) ۹ کروڑ ۲ لاکھ ہے۔ جس کے صاف صاف معنی یہ ہوتے ہیں کہ جس مسلم فرقوں کو مسٹر جناح دس کروڑ کی ایک مستقل قوم جانتے ہیں، وہ قوم دو ٹکڑے ہو جائے گی اور پانچ کروڑ مسلمان پاکستان میں ہوں گے اور چار کروڑ مسلمان ہندو ہندوستان کی تہ رہ جائیں گے۔

غرضیکہ بھٹی فور پر نظر ڈالی جائے تو سارے ہندوستان کے ۱۶ لاکھ مربع میل میں سے تقریباً ۱۰ لاکھ مربع میل کا رقبہ پاکستان میں آتا ہے۔ جس کی مجموعی آبادی ۶ کروڑ ۵ لاکھ ہوتی ہے، جس میں ۵ کروڑ مسلمان، ایک کروڑ ۳ لاکھ ہندو اور ۱۶ لاکھ سکے ہیں۔

لیکن اس کے برخلاف ہندوستان کا رقبہ ۱۲ لاکھ مربع میل ہو گا اور اس کی آبادی ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ ہوگی جن میں ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ہندو، ۴ کروڑ مسلمان اور تقریباً ایک کروڑ دوسری قومیں ہوں گی۔ ہندو ہندوستان، ۴ کروڑ آبادی کا ایک عظیم الشان ملک ہو گا، جو اس کمزوری سے لیکر جمالیہ تک اور مٹی (پند آسام) سے لیکر امرتسر تک پھیلا ہو گا، اور اس کے قبضہ قدرت میں ملک کے بہترین علاقے اور بہترین وسائل ہوں گے۔ لیکن اس کے برخلاف پاکستان کل ۶ کروڑ آبادی کا قلعہ ہو گا۔ جس کے قبضہ میں تمام غجر ریشہ اور پارسی علاقے ہوں گے اور ہندوستان کے دو کونوں پر بیٹھا ہوا ہو گا اور ہمیشہ کمزور و ناتواں ہو گا۔ اور اپنے پڑوسیوں کا مقابلہ ہو گا۔

یہاں لامحالہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ پاکستان نے آخر کون سا مسئلہ حل کیا۔ اقلیتوں کا مسئلہ جس کا تعلق ہندوستان سے۔ ہندوستان کے کسی علاقے سے نہ ایک قوم کم ہوتی نہ ایک زبان کم ہوتی، ہر علاقے اور ہر صوبے میں ہندو اکثریت رہی جاتے ہیں۔ کھائے، پائے، اور ہندی اردو کے تمام جھگڑے بدستور موجود رہتے ہیں۔ غرضیکہ وہ تمام صوبہ حال جو اس وقت ہے وہ جب بھی بدستور قائم رہتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو مسلمان آج مشترکہ مرکزی

خاضہ صفحہ ۱۲ عہدہ وہ صوبے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں

مسلمانوں کی صد تناسب	مسلمان	ہندو	۱۔ مدراس
۷	۳۸	۶۷	۲۔ بھون
۹	۱۹	۸۱	۳۔ بمبئی
۱۵	۸	۹۲	۴۔ ریوار
۱۲	۴	۹۶	۵۔ سیٹی و برار
۲	۱	۹۹	۶۔ اتر پردیش
۱	۱	۹۹	۷۔ آسام
۳۳	۳۳	۶۶	۸۔ دہلی
۳۳	۳	۹۷	

۱۵ کروڑ ۶۲ لاکھ ۲ کروڑ ۳۳ لاکھ

موت کے وقت میں رہ سکتے ہیں انہیں ایک خاص شہر اور اسٹیشن کے قریب گروا دیا جاتا ہے۔ اور پاکستان کے لیے انہیں مسکینوں اور آج کی مسلمانوں کی حکومت ہے۔

پہاڑیوں میں دو اہل خانہ گزرت

میرا سر جھکے، داکہ، سسہ دے دے داکہ اور میرا پیٹ کے پ۔ پانچ داکہ مسلمانوں کا گواہستان بنا دیا جاتا ہے۔ میں نے پانچ داکہ بنا دے، داکہ داکہ ایسی کے ۱۹ داکہ اور میرا سر کے ۱۹ داکہ مسلمانوں کو دینی قریب، انہیں عالم بنوں کے تحت جوڑ دیا جاتا ہے۔ میں کی طرف سے کافر عورتاں ہیں کہ سو ایک نے مسلمانوں میں تقویت حاصل کی۔ اور وہ بھی کوئی ہے مسلمان۔ جن کے دم سے آتے مسلمانوں کی تہذیب روشن ہے اس کے دم سے وہاں اور وہ قائم ہے اور جو دینی روحانی اضافہ ہے سو قوم کے جوہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔



خوشنما اور مضبوط

ہر قسم کی فینسی ساڑیاں، وائیں، مسل، قیض اور کوٹ کے کپڑے، پاپن اور رومال نمبر تیار ہوتے ہیں

راپور ملز لمیٹڈ احمد آباد

RAIPUR MILLS LTD.
AHMEDABAD



باب ۲

پاکستان میں صنعت و حرفت کی ترقی کے امکانات

طالبان پاکستان کی سب سے بڑی کمزوری اس کی مالی بد حالی ہے۔ عجیب خدا کی قدرت ہے کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، یعنی صوبہ سرحد اور سندھ۔ یہ صوبے اقتصادی اعتبار سے دیوالیہ ہیں اور اپنی صوبائی حکومت کا خزانہ بھی نہیں برداشت کر سکتے۔ انھیں اپنا کاجا صوبائی حکومت چلانے کے لئے مرکزی حکومت کا دست بگر دینا پڑتا ہے۔ صوبہ سرحد کو اصطلاحات دے جانے اور سندھ کی ملنگ کے خلاف تمام تر سہی دینا ملتی ہے۔ اور دونوں صوبے اپنی آپ کفالت نہیں کر سکتے اور ان کی خود بخاری کا مطالبہ ہی بنا پر منحوس نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال انھیں اصطلاحات ملتی چاہئے ہیں اور میں اور سندھ اور صوبہ سرحد کو رزکے صوبے قرار دے دئے گئے لیکن اس وقت تک سندھ کو مرکزی حکومت سے ایک کروڑ پانچ لاکھ اور صوبہ سرحد کو ایک کروڑ سالانہ کی رقم مل رہی ہے۔ گویا ان صوبوں کی خود بخاری کی قیمت حکومت ہندی کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

اقتصادی لحاظ سے بلوچستان کی پوزیشن ہے، وہ تو بھول کو معلوم ہے، اس سے دیکر ایک صوبہ پنجاب ہی رہ جاتا ہے جس کی آمدنی تقریباً گیارہ کروڑ سالانہ ہے۔ لیکن یہ رقم پنجاب جیسے بڑے صوبے کے اخراجات ہی کی شکل کے کفالت کرتی ہے۔ کسی صوبے کی مالی حالت کا اندازہ اس امر ہی سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ تعلیم اور دوسرے ترقی و تلاح کے منصوبوں پر کتنی رقم صرف کرتا ہے۔

بہر حال یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان صوبوں کی ہندوستان سے ملنگ کے بعد صوبہ سرحد اور سندھ کے اخراجات کون پورا کرے گا؟ اگرچہ کہ پنجاب خود اپنی کفالت کرنے کے علاوہ کسی چڑوسی صوبے کی مدد نہیں کر سکتا۔

اگرچہ ہمیں صوبوں پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ کی مجموعی آمدنی کا تخمینہ کیا جائے تو وہ کسی طرح ۱۷-۱۸ کروڑ سالانہ آئے ہیں بڑھتی۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ رقم ان صوبوں کی حکومت چلانے ہی کے لئے کافی نہیں تو ہندوستان سے ملنگ کے بعد پاکستان کی مرکزی حکومت کو چلانے کے لئے اس کے پاس اخراجات کہاں سے آئیں گے؟

پاکستان میں صنعت و حرفت

موجودہ مذہب دنیا میں حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ صنعت و حرفت ہے۔ ملک صنعت و حرفت میں جس قدر آگے ہوگا اسی قدر زیادہ

اور عاقبت کو آج دیار سرگرمی کے جس قدر ترقی کے کتاب سے ہی سے ترقی کے قابل ہے۔ جو ملک مشرقی قوم اور ممالک میں ایک
 زوایں وقت کوئی قدر و منزلت ہے اور اس کا کوئی تسلسل ہے۔ موجودہ دیار میں زراعت کوئی خاص نہایت نہایت ہے۔ اس میں ایک
 آبادیوں میں کر رہی اور انھیں غلام پیداوار کی رسید پہنچا کر رہی۔

ہر حال میں یہاں یہ دیکھا ہے کہ ہندوستان سے ملنے والے ہندوستان میں صنعتی ترقی کے کئی امکانات ہیں کسی ملک کو صنعتی جاس کے لئے
 ایک تیز بہت ضروری ہیں۔

(۱) نام اشیا (۲) سرمایہ (۳) بشری اور دوسرے آلات پیداوار (۴) کاریگری (TECHNICAL SKILL) اور
 (۵) بازار آگے ہم اپنی پانچ امور پر سلسلے سے بحث کریں گے۔

نام اشیا | انگریزی کے لئے بعض معنیات ہیں۔ کونکہ وہاں ایک 'میگنیز' ایکٹ (میں سے شیشہ وغیرہ بنایا جاتا ہے) اور سویم
 فلوئور (ایک قسم کی سفیدی دھات) پر جو دیگر بنیادیں ضروری ہیں۔

لیکن جب ہم ہندوستان کے نقشے پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ قدرت نے اس ملک کی ترقی کے وقت اس بات کا خیال نہ کیا کہ
 اسے دیار سے زیادہ حصوں میں تقسیم ہونا ہے۔ بنا قدرت کے یہ اخراجات تمام حصوں میں برابر نہیں۔ ہندوستان کے نقشے پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ
 دیکھیں کہ نہایت تین نظرات ہیں (۱) دریائے سندھ اور گنگا کی وادیاں جو ایک میدان کی شکل میں جلیلی ہیں جتنی ہے اور (۲) جنوبی ہند کی صحرا جزیرو
 ماس ہندوستانی جنوبی ہند) معدنیات کے اعتبار سے لالہ ہے اور وہ تمام معدنیات اس میں کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کا پورا پورا
 مثال کا میدان قدرت نے اس کے لئے نہایت موزوں ہے۔ یہ وسیع میدان دریاؤں اور نہروں سے سیراب ہوتا ہے اور نہ تو آب اس قابل ہے اور نہ
 آندہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ معدنیات پیدا کرے۔

کولہ | ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جہاں صدیاں ماضی سے موجود نہیں ہیں اور باہر بدواری کے لئے صرف زمین کو استعمال کرنا پڑتا ہے کوئلے
 کا استعمال نقل و حرکت کے لئے ناگزیر بن جاتا ہے۔ ہر ملک کے تمام بڑے بڑے کارخانے 'اچی' شیشیں جلاتے کیلئے وقت کے اس ذریعہ
 کی کٹے کو استعمال میں لاتے ہیں۔ ہندوستان میں بڑے پیمانے پر پانی سے نکلنے والی بجلی پیدا کرنے کا انتظام اب تک نہیں کیا گیا ہے اس لئے تمام لوگ
 کوئلے کی قوت کو استعمال میں لاتے ہیں۔ بلکہ بجلی گھر بھی کوئلے ہی سے چلتا ہے اور کوئلہ نہ ہو تو بجلی بھی نہ چلے۔ پہلی جنگ میں ہندوستان کے لوگوں کو یہ
 اندرہ ہوجا ہے کہ کوئلے کس قدر اہم چیز ہے۔

ہندوستان میں کوئلہ کی پیداوار (۲۸,۱۳۳ ٹن سالانہ ہے۔ اس مقدار کا ۹۹ فی صدی معصوم بہار میں جمرا والی کچے گریٹ جہ دھوکہ

ملے ہندوستان کی معدنیات اور ان کی پیداوار (یہ اعداد مختلف ہیں۔ اس کے بعد کے ہیں)

معدنیات	تقدار (سالانہ)	معدنیات	تقدار (سالانہ)	معدنیات	تقدار (سالانہ)	معدنیات	تقدار (سالانہ)
کوک	۲۸,۱۳۳ ٹن	۴- پٹرول	۸۰,۰۰۰ ٹن	۸- کرومائیٹ	۲۲,۰۰۰ ٹن	تقدیر (سالانہ)	
کھار	۲۸,۱۳۳ ٹن	۵- پٹرول	۱۳,۰۰۰ ٹن	۸- سونا	۲۲,۰۰۰ ٹن	تقدیر (سالانہ)	
کھار	۲۸,۱۳۳ ٹن	۶- پٹرول	۲۰,۰۰۰ ٹن	۹- چاندی	۲۲,۰۰۰ ٹن	تقدیر (سالانہ)	

دلی کے امداد شمارے علوم ہرگز ان ہی مجربوں کے سبب پاکستان علاقوں میں اند شری کی کما جات ہے۔

صنعت و حرفت میں پاکستان کی پسماندگی

(امداد شمارے کے دسے گئے ہیں)

نمبر شمار	کارخانوں کی قسم	پاکستان میں	ہندوستان میں	کل
۱	کپڑے کی مین	۹	۳۳۱	۳۴۰
۲	جوت	۰	۱۰۳	۱۰۳
۳	پین	۹	۲۲۸	۲۳۷
۴	ریلنگ	۴	۳۹	۴۱
۵	اُون	۴	۶	۱۰
۶	ہوزری	۳۲	۶۹	۱۱۱

غیر پاکستانی صوبوں میں کارخانوں کی تعداد

(۱۹۴۹ء کے اعداد شمار)

نمبر شمار	صوبے	کارخانوں کی تعداد	مزدوروں کی تعداد
۱	مداس	۱۱۸۱	۱۹۷۲۶۶
۲	پنجی	۱۲۰	۴۶۶۰۴۰
۳	پو۔ پی۔ اے	۵۳۷	۱۵۹۰۷۳۸
۴	پیار اے	۲۹۵	۹۰۱۴۶۹
۵	سی۔ پی	۷۶۷	۵۱۰۱۸۶
۶	اڈیسہ	۷۲	۳۳۰۳۰۲
۷	آسام	۷۳۳	۴۸۰۵۱۵
		۷۰۳۳۵	۱۰۰۴۷۵۶۶

(دس لاکھ سینتالیس ہزار پانچ سو سولہ)

(سات ہزار تین سو تالیس)

میزان

۱۹۴۷ء میں ۳۰۰ چینی کے کارخانے ہیں ۳۰۰ کوئی کپڑے کی مین میں اور ۲۵ سوئی کپڑے کی مین ہیں۔

۱۹۴۷ء میں ۱۵۰۰ چینی کے کارخانے تھے۔ سارے ہندوستان میں کل ۱۶۳ شوگر مین ہیں مگر ہندوستان میں چینی کے چنے کارخانے ہیں۔

۸۰۰ سوئی کارخانے پیار اور پو۔ پی میں ہیں۔

پاکستانی صوبوں میں کارخانوں کی تعداد

(۱۹۳۹ء کے اعداد و شمار)

نمبر	صوبہ	کارخانوں کی تعداد	مزدوروں کی تعداد
۱	پنجاب	۷۹۸	۶۹,۳۷۳
۲	سندھ	۳۱۱	۲۷,۸۵۱
۳	صوبہ سرحد	۲۹	۱,۳۷۱
		۱,۱۳۸	۹۸,۶۹۵
توازن		(ایک ہزار ایک سو اسی)	(ایک ہزار چھ سو تالیس)

پوربی پاکستان یعنی بنگال میں کارخانوں کی تعداد

(۱۹۳۹ء کے اعداد و شمار)

نمبر	صوبہ	کارخانوں کی تعداد	مزدوروں کی تعداد
	بنگال	۱,۷۲۵	۵۷,۵۳۹

ہندوستان میں سوتی کپڑے کی پیداوار اور اس میں صوبوں کا حصہ

غیر پاکستانی صوبے

نمبر	صوبہ	پیداوار
۱	مدراں	۲,۱۳۸,۰۰,۰۰۰
۲	بمبئی	۴,۰۴,۹۱,۰۰۰
۳	صوبہ متحدہ	۷,۰۰,۳۳,۰۰۰
۴	صوبہ سندھ	۲,۵۱,۹۳,۰۰۰
۵	ابھیرار واڑ	۹۷,۵۱,۰۰۰
۶	دہلی	۳,۵۸,۰۰,۰۰۰
۷	بیار	۱,۹۱,۵۰,۰۰۰
		۴,۳۰,۵۳,۹۱,۰۰۰

(چوتھے گروڈ ترازوے لاکھ اکڑ ہزار پانچ)

۱۹۳۹ء میں بنگال میں ۱۰۰ جڑی بنائی گئی تھیں اور ۳۰ لاکھ کی تھیں۔

پاکستان اور ہند

پاکستان کے بارے میں

ملاحظہ

۱۔ خوب

۲۔ نکل

۳۔ سو

۱۹۴۷ء

(پندرہ کروڑ چار لاکھ اسی ہزار چار سو)

برطانیہ اور جاپان کی مثال

فائل پاکستان اس دلائل سے جواب دہ ہو کر برطانیہ اور جاپان کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ حالِ صاف اس کیفیت میں پاکستان میں مسکنوں کی حالت پر روشنی ڈالنے سے فرماتے ہیں :-

"اگر جاپان ایک لاکھ ۴۰ ہزار مربع میل کا مرقعہ اور پاکستان کے مقابلے میں پانچ گنا زیادہ آبادی رکھتا ہو تو اسے درجہ اول کی ترقی ملی ہو اور دنیا کی ترقی یافتہ ملک کے درجے تک پہنچ سکتا ہے تو یقیناً پاکستان ۵۰ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میل دست اور وسیع اقتصادی زرائع رکھنے سے اس لیے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے اور دنیا کے بازار میں مقابلہ کر سکتا ہے" (صفحہ ۱۲۲)

یہاں میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ پاکستان کا مقابلہ جاپان یا برطانیہ سے نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر اس سے اس قدر ایسے ملک میں سہولیات کی کمی ہے تو یہ کیسی نوابیادیت سے پوری کر رہے ہیں۔ برطانیہ کا قبضہ نہروں سے لیکر سنگاپور تک ہے اور اس میں جاپان چین کے بیشتر حصے اور مسک کے ثابتہ چیزیں برطانیہ سے یہ نوابیادیت برطانیہ اور جاپان کو کچال میں سپلائی کرتی ہیں اور ان کا تعلق نہ مل کر اس کا بہترین مارکیٹ میں ہیں۔ پاکستان کے پاس کوئی نوابیادیت جہاں سے وہ کچال لے لگا اور پھر اپنی مصنوعات کو ان نوابیادیت کے ساتھ دھنست کرے گا۔

آج دنیا کی یہ ہولناک اور تباہ کن جنگیں ان ہی روزیوں میں خاموشیاں اور مارکیٹ کے لئے بڑی ضروری ہیں۔ یہاں ایک واقعہ کا ذکر بھیجیں۔ حالِ ہنگامہ ہندوستان کے بعض ذمہ دار صحابہ نے رقم الحروف سے یہ روایت کی کہ ہندوستان کے چارے بڑے ہندو صحابہ دار لکھا پاکستان کے حق میں ہیں لیکن وہ اسے ماتہ کے خوف سے اپنے خیالات ظاہر نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ پاکستان مسلمانوں کو دینا چاہئے کیونکہ ہندوستان خود کو بڑھانے کے لئے نوابیادیت کی ضرورت بھی ہوگی اور اس قسم کی نوابیادیت پاکستان کو جو کہ پاکستان کی ترقی کے اعتبار سے بہت پیچھے ہوگا اور اس کے بڑے ہندو صحابہ کا تعلق بھی ہے ہندوستان منت و رفت میں بہت آگے ہوگا۔ لہذا اگر اس طرح پاکستان کو ہندوستانی اتحاد، ہندو بڑے کا اور ہندوستان کے ال کی حالت سے پاکستان کا علاقہ بہترین "بازار" کا کام دے گا۔

سیر

جس میں ایک بڑے دوسرے برسرِ پستی نئی کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اگر کسی ملک میں نہ تو سرمایہ موجود ہی ہو اور نہ ہی اس کی ضرورت ہو۔ اور یہی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ افغانستان میں گولڈ اور وہابی کا یہ روایات تھی کہ اس کے پاس سرمایہ نہیں ہے۔ ایران کے پاس نہیں موجود تھا۔ لیکن وہ انگریزی سٹیمر کمپنی (ANGLO PERSIAN OIL COMPANY) کے ساتھ جو معاہدہ کر چکی تھی۔ بعد ازاں اس ملک کے پاس اگر قدرتی وسائل موجود ہی ہوتے ہیں تو سرمایہ کی کمی کے سبب وہ خاص سے مصلحت میں رہے ہوتے۔ اور اسے بڑھانے کے لئے کسی اور دینی یا تو کسی کو تحریک دینا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایتوں کو ذرا پرکھنے کے بعد دیکھیں اور وہ مارے کھدے پر بھی ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی نیٹو پرچین آئی کمیٹی کے ہمارے اُنھوں نے ایران کی ساری سیاست پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اسی طرح عراق کے ملک بخیر کی بدولت حکومت عراق شہنشاہیتِ برطانیہ کے باوجود کہ کچھ قبل ہے۔ فریڈرک پرول سرمایہ کی کمی دیکھتے تھے کہ دوسروں کا سرمایہ ہٹا کر دینا۔ ماضی پاکستان یہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس سرمایہ نہیں تو ہم یورپین ملکوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی دعوت دیں گے۔ اور اس طرح اپنے ملک کی ترقی کرتی دیں گے۔ اس میں شبہ نہیں کہ پاکستان کی دعوت پر یورپین ملک بلیک ہٹے کو تیار ہوگا۔ لیکن کوئی سرمایہ یورپ میں ہی لگے دیتا۔ وہ بھی کچھ کچھ ملک میں وہ سرمایہ لگا رہا ہے اس کی سیاست میں بھی اس کا کوئی دخل ہوگا یا نہیں۔ یا اس کا سرمایہ ڈوب جائے گا۔ ظاہر ہے کہ جو ملک پاکستان میں سرمایہ لگائے گا وہ پاکستان کی سیاست کی آگ ڈوبی لینے یا تو اس میں رکھے گا۔ آج ہندوستان میں یورپین سرمایہ داروں کے خلاف کو محفوظ رکھے پائے۔ حکومتِ برطانیہ کیا نہیں کرتی۔ اسی طرح چین ایک آٹا دھک کی بھی مثال ہے جسے جو انگریز اور امریکن سرمایہ داروں کے چنگل میں ہے اور اس کی ساری ہانت و پران ہی ملکوں کا قبضہ ہے۔

بہر حال اگر پاکستان پر بھی اسی طرح کوئی سراپہ دار قابض ہو جائے گا تو پھر پاکستان کو کسی نہ کسی کا غلام ہی رہنا پڑے گا۔
عالمیں پاکستان اپنی تمام تحریروں میں یہ شکایت کرتے ہی کہ پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا کے مسلم ممبروں پر بھی اقتصادی اعتبار سے بندوبست کا فقدان ہے۔ ملک کا رخائے، بیک، غیر ملکی تجارت، انشورنس کمپنیاں، انگریز کمپنیاں وغیرہ سب پر بندوبست قابض ہیں۔ اور نہنگ کی ہر قسم کی خدو دیت کا بازار گروان ہی کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان بن جانے سے کس طرح ان چیزوں پر تسلط قابو پائیں گے۔ پاکستان
سے ہندو سکھوں اور مسلمانوں کو یقینی کاروبار کی سہولتیں آسانی ہوگی۔ اور وہ جس طرح آج چھائے ہوئے ہیں۔ پاکستان بن جانے سے ہر مہم
مردستان کی انقلابیت چھ جائے۔ یہ سب غرض کہ پاکستان بن جانے کے بعد وہی نتیجہ نکل سکتے ہیں۔ یا تو ہندو ویدرینج پاکستان میں روپیہ
لگائے گا۔ لیکن یہ اُسی وقت ہوگا جب تک وہ پاکستان کی سیاست کو اپنی محسوس میں رکھ سکے گا۔ دوسرے الفاظ میں اس کے سنی پاکستان کی سوزی
ہوئی ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہندو پاکستان میں سرمایہ لگائے۔ یہ خطرو محسوس کرے تو وہ کبھی پاکستان میں اپنے سرمایہ نہ لگائے گا۔ اور وہ
پانچویں ہندوستان میں چلائے گا۔ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ سرمایہ نکل جانے کے سبب پاکستان مفلس بن جائے گا۔

مشری

کسی ملک کی زیادہ تر پستی توٹی کے پہلی بھی یہ کہ مشری در دوسرے ملک پیداوار جو اسے درکار ہوں اسے وہ خود تیار کرے۔ غیر ملک سے مشریاں خریدنے میں اول تو ملک کی دولت کا ایک بڑا حصہ نکل جاتا ہے۔ دوسرے ملک تیلیں خریدنے میں مال کی تیزی پر ملاکت زیادہ ہوتی ہے جس سے مال کی کٹاوتی پر اثر پڑتا ہے۔ حادہ زین بیرون ملک سے مشری ملنے سے یہ یلگی بھی ادا کرتی پڑتی ہے جس سے وہ اور گراں ہو جاتی ہیں مشری پر جنگ کی جو گراں اثر ہے وہ سب کو محسوس ہے لکن نہ جنگ کے سامنے میں تو مشری پر ہندوستان بند لگا ہوں میں تقریباً نصف جنگی ادا کرتی پڑتی تھی۔ اس میں مشر نہیں کہ جنگ کی آمدنی سے ملکی حکومت کو فائدہ ہوگا در ملک کے سوشل اور جمہوری (NATION BUILDING) کام زیادہ آگے بڑھیں گے لیکن یہ جنگی اند مشری پر تو زیادہ زبردستی ہوگی۔

چھوٹے چھوٹے ملکوں میں مشری تیار کرنا صرف مشکل بلکہ محال بھی ہے مشریاں صرف ان ہی ملکوں میں ڈھال جا سکتی ہیں جو اعلیٰ درجے سے صنعتی ملک ہوں اور ان میں خود مشری کی کھپت کا اچھا بازار ہو۔ مثال کے طور پر ایک اونچے پاور کے الیکٹرک ڈائنمو کو لے لیجئے ڈائنمو سوڈ سوڈا ہے جس توڑ کا بیج بھی نہ نکالے گا بلکہ سخت خارہ ہوگا۔ ہاں اگر بیج دس ہزار ڈائنمو ڈھالے جائیں گے تب کہیں فائدہ ہوگا۔ لیکن جس ملک کے پاس دس ہزار ڈائنمو کا بازار نہیں وہ کیوں اس پکڑ میں پڑے گا۔ اسی طرح جوت کاشن، سنٹ وغیرہ بنانے کی مشینیں میں جن کے پڑنے سے ہندوستان میں مشکل پڑتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستان صنعت و حرفت میں کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ لیکن یہ ابھی اس قابل نہیں ہوا کہ اپنی مشینیں آپ ڈھال سکے مشری کے معاملے میں وہ یورپ اور امریکہ کا حجاج ہے۔ جب ہندوستان بھی عظیم اٹھان ملک کی حالت ہے تو پاکستان کا کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں یہ چیز قابل ذکر ہے کہ ہندوستان سے امریکہ کی ساری دھچی اسی بنا پر ہے کہ وہ ہندوستان میں اپنی مشریاں (CAPITAL GOODS) کھپا جاتا ہے اور اپنی دفنی اند مشری کے لئے ایک بڑا بازار پیدا کرنا چاہتا ہے۔ انگلستان ملک اس کو کشش میں ہے کہ ہندوستانی مینافچر اس سے معاملہ کریں لیکن انگلستان کے سفار زیادہ تر ہندوستان میں مشری نہیں بلکہ تیار مال (CONSUMER GOODS) فروخت کرنے میں ہے۔ ہر مال ہندوستان کی اکل اس قابل تو نہیں کہ اپنی مشریاں خود بنائے لیکن اسے اسی ملک سے معاملہ کرنا چاہئے جس سے معاملہ کرنا اس کے لئے سیاسی طور پر مفید ہو۔ اس سلسلے میں ایک چیز اور قابل غور ہے یعنی اپنے صنعتی مفاد کے خاطر امریکہ دن بدن ہندوستان کے معاملے میں ذلیل ہوتا جا رہا ہے اور چین کی جمع ہندوستان کی سیاسیات پر بھی حاوی ہونا چاہتا ہے۔

ہر مال مشری ڈھالنے سے پہلے اس کی کٹاوتی کے لئے بازار کی ضرورت ہے۔ در مشریوں کی کٹاوتی کے لئے لازمی ہے کہ ملک صنعت و حرفت میں کافی آگے بڑھا ہوا ہو۔ صنعت و حرفت میں وہی ملک آگے بڑھ سکتا ہے جس کے پاس کچال اور بازار ہو۔ غرضیکہ یہ سائیکل کو بکر ہے۔ ایک چیز کا دوسرے پر انحصار ہے۔ ڈوٹیاں میں بہت کم ملک ایسے ہیں جو مشریاں ڈھال سکتے ہیں۔ امریکہ، جرمنی، انگلینڈ، فرانس، درمیاں کے سوڈے، پیلے، فرینس ڈھالے گا کام دنیا میں کہیں نہیں ہوتا۔ لکن اعلیٰ درجے کی مشینیں تو کمپی ڈی ڈی کمپیڈ میں مضمین ہیں جسے اس رولس (ROYS) کا رولڈین کا انجن صرف امریکہ میں ڈھال سکتا ہے اور وہ بھی نوڈ کے کارخانے میں۔ انگلینڈ اس میں کچال نہیں ڈھال سکتا۔ مشری کو کشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ جنگی ضرورتوں کے لئے جب انگلستان سے ہنری فورڈ کو رولس رولس کے بارہویں کے لئے

صاف انکار کر دیا۔ انگلستان سنسکارت گیا۔ لیکن نہ ہندوؤں کا کہ انگلستان خود ایسے انجن تیار کرے۔

خوش کرشنی کی کڑھالی صنعتی ترقی کی صورت ہے۔ اور یہ کام وہی ملک کر سکتے ہیں جو صنعت و حرفت میں بہت زیادہ پیش قدمی کر رہے ہوں۔ ان کے پاس اعلیٰ درجے کی کاریگری (SKILL) ہے اور بنیاد پر تمام کاموں پر۔ ہندوستان کے صنعتی ترقی کے وقت میں کی جا سکتی ہے کہ وہ دس برس میں اس کے بعد اپنی شینیر آپ ڈھانے کے لائق ہو جائے گا۔ لیکن پاکستان سے تو کہیں۔ ترقی نہیں ہو سکتی۔

کاریگری

صنعتی کاریگری اور ہنرمندی (TECHNICAL SKILL) جسے اُس ملک کا حصہ ہے جو انہی شری میں بہت آگے بڑھا ہو۔ جس ملک کی حکومت اپنے نوجوانوں کو سائنس کی تعلیم دینے پر رادوں روپے خرچ کرتی ہے اور کروڑوں روپے ملانے مانس کے ایک شے کے ریسرچ پر صرف کرتی ہے۔ اُس ملک میں کاریگری اور ہنرمندی میں ترقی کر سکتی ہے۔ ہندوستان تو ایسی عام تعلیمی میں پیچھے ہے۔ تعلیم کو ایک ذکر۔ یہی سبب ہے کہ میں مائیں اور بچے اپنے اڈا اڈا گروں میں سنت چلنے کے لئے انگریز ارمن یا برمن انجینئر رکھتے رہے ہیں۔ اور قریب قریب ہندو تاجر اور فرین و فیو روہ ہیں ہی ہو کر رہے ہیں۔ بہار (بھارت) میں ساحلوں کا ایک کارخانہ قائم ہوا ہے۔ لیکن سائیکل کے برے ڈھانے کے لئے ہندوستان میں کاریگری موجود نہیں اور ہیکٹو ہیکٹو سے انجینئر آتے ہیں۔ پھر بعض پڑھتے ایسے ہیں (جیسے فری ویل) جو ہندوستان میں ہی ہیں۔ لیکن ان میں ہندوستان میں مٹروں بنانے کے کئی کارخانوں کی داغ بیل ڈالی گئی ہے۔ لیکن مٹروں کے پڑھنے ڈھانے کے لئے ہندوستان میں کاریگری ناممکن ہے۔ اور ہندوستانی متاع امریکہ سے کاریگری لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

غیر ملکی کاریگری کی خدمات حاصل کرنے میں بہت نلیدہ مفرود اسکی قسم کے ڈھانے دینے چاہئے ہیں جس سے ال کی تبادلی پروڈکٹ کا مناسب بڑھ جاتا ہے۔ ہندوستان اگر اسی رفتار سے صنعت میں آگے بڑھتا رہا تو بہت جلد یہ سائنٹیفک تعلیم پر کئی رقم صرف کرنے لگے گا اور اچھے کاریگری تعداد میں ہندوستان میں ہی پیدا ہوئے گئیں گے۔ لیکن پاکستان میں اس کی تعداد کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔

طاہر اس کے ہندوستان میں فی الحال جس قدر کاریگری اور ہنرمندی موجود ہیں ہندوستان اس سے سیکڑوں گنا پیچھے ہے۔ تو بہت چلتے اور ہنرمند مزدور ملکتے۔ بمبئی احمد آباد بمبئی پورہ اور کچھ کانپور میں جہاں ان کی زندگی ہے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن پاکستان میں ایک بھی ایسا صنعتی مرکز موجود نہیں جہاں سے اسے ہنرمند مزدور (SKILLED LABOUR) مل سکیں۔

بازار

صنعتی ترقی کے سلسلہ میں بازار (MARKET) کی ضرورت واجبیت پر کچھ صفحات میں کچھ روشنی پڑ چکی ہے۔ اب یہاں صرف اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان سے ملنے والے کے بعد پاکستان کی مصنوعات کا بازار بہت ہی محدود رہے گا۔ پاکستان کی مجموعی آبادی تقریباً ۱۲۰ کروڑ ہوگی ان میں سو فی صد مسندہ، بوجھتین، سرحد اور کشمیر کے واکم کی قوت خرید عام افلاس کے سبب بہت ہی کم ہے۔ کیونکہ وہ تو سارے ہندوستان کے واکم غریب ہیں لیکن ان صوبوں کے واکم کی غربت ہندوستانیوں سے بھی زیادہ کم ہے اور ان کا سہارا نہ ملے گا۔ ہندوستان کے واکم سے نیچا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان صوبوں میں پاکستانی مصنوعات کے لئے بازار نہیں مل سکتا جس ایک غلاب کا صوبہ ہے جہاں نسبتاً اچھا بازار مل سکتا ہے۔ لیکن فابریہ کے مٹروں ایک صوبہ کے بازار کے بل بوتے پر کوئی صنعت ترقی نہیں کر سکتی۔ ہندوستان کی مصنوعات زیادہ مٹروں اور چھوڑا مٹروں کا طعمہ ہندوستان بازار رکھنے کے باوجود واکم کی قوت خرید کم ہونے کے سبب ناظر خواہ ترقی نہیں کر رہی ہیں۔ تو پھر غلاب کا کیا ذکر۔

ایٹرنٹی کا وہی کہہ رہے جسے یہاں پر پیداوار (LARGE-SCALE PRODUCTION) کہتے ہیں۔ انہی کتابوں زیادہ مناخ جو کہ انڈیا میں دستی

پڑی تہ وہاں تک پہنچا۔ سرایہ اور کاروانوں کے فروغ اور بے پروائی سے بچہ کر کے اور کچھ خوش کام ایک عظیم الشان بازار میں جس کے سبب چھوٹے
مردہ کھسکی ہوئی تھیں اس سے دیکھ کر اس کو میں خود اپنا سرایہ کا پتلا اور دیس بازار میں جس کے سبب اس کی مصنوعات
مردہ تھیں مصنوعات سے گرا رہی تھیں۔ پاکستان کی مصنوعات کا بلند تھان کی مصنوعات سے مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا اور وہ شعبہ بھی اس کے مقابلے پر
بے فہم نہیں رہے گا۔

آٹمی نہیں ہیں تو یہ جی ڈبے کہ کہیں پاکستان کی رہی ہو نہ شری میں نہ ختم ہو جائے اس وقت وہ حیات، افسوس و حد و دل کے غلبہ میں
 ٹوٹیں کہیں تاہم 'پوری دیر و یاکوٹ کے سورت کے سان و کڑھیک کے نکل و حیر و سانس و ہوش کے بار و آب سے کہتے ہیں کہ
 تمہارے بعد وہ کب ہو گئے یہ بہت محبت میں بنی نہ ہوگی۔ ان منہا پر بند و سان میں دانے کے وقت بجلی لگے گی جس کا بخوبی لوگ کہہ سکتے ہیں
 کا ایک ان کے سے بند ہو جائے گا۔ حد یہ فوٹ پر پڑھیں جی پاکستان کے محدود ملنے میں گھٹ کر ختم ہو جائیں گی۔ مجھ میں یہ پاکستان سے کہہ سکتے ہیں
 یہ کیا ہے۔

”مفتی صاحبزادہ نے اپنے تعلقہ میں دہلی اور علی گڑھ کے ذریعے سے تعلقی مضامین کی جملہ ہونی چاہی۔ لیکن
پھر اخبار فیضانِ اسلام کے (پاکستانی) سرور کے اندر انھوں نے مذہب کے اور یہ جنگی ہماری مرکزی آمدنی ایک
مزید مذہب ہونی۔“ (پیشینہ: عقیدہ خیال صفحہ ۳۰)

جواب: پاکستان حکومت کو جیسا کہ اس کے اہل حق و عاقل ہو گئے ہیں، لیکن فرض ہے کہ جب پاکستان میں ہندوستان کے وہ قہر کے مال کی خرید و بیچ ہوگی تو یہ پاکستان کی صنعت کا کیا اثر ہوگا؟ یہی حکومت پاکستان ہندوستان انبار پر زیادہ سے زیادہ جیسا کہ اس کے بعد بھی ہندوستان انبار کی آمد نہ ہو سکے گی کہ ہندوستان کا وہ قہر و قہر ہوگا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ان تمام باتوں کے نقل و حرکت پر سوچنا چاہیے کہ اس کے بعد بھی لکھنؤ میں اس کا اثر نہیں کر سکتے۔

بھروسہ یہی ہے کہ آپ فرائض خود سے ادا کر لیں، کیونکہ پاکستان کی حکومت تو ہندوستان میں جہاں رہ گئی، اور اس عرصے پاکستان میں نہ تھا۔
مکمل ہندوستان کا، اور یہ سچ ہے جس کو آپ اس سے تعجب بھی دیتا ہے، بلکہ سنیں کہ قیمت بڑھا کر فرویداری سے چل کر انہیں ہی وصول کر لیتا ہے۔

زراعت

اسی طرح نہایت جوش و کھیل کے ساتھ وہ گنگا کے میدان کی خاص چیز ہے۔ آدنی، تہارت اور سنت کا واحد ذریعہ رہ جانے لگی، مون مٹایں ندی بیدار ہوئی جس میں بدلتے ہی پہلے جا سکتی ہیں۔ یہی شکر و خوشکام استیں! بہرستان کی نصرت سے زیادہ شکر و محبت تحفہ میں پڑھو ہوا اور وہ خیمہ بیابان اور قمریٰ اسی تحفہ دوس میں پڑھو ہوا ہے۔

جنگل میں بارش آتی تھی وہاں پر پانی جمع ہو جاتا تھا۔ اور پھر یہ پانی کم ہوتا ہے کہ گنے کی کاشت نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں عربوں کی تہذیب و تمدن کی کاشت
کے لئے بہترین ہے ان میں یہ صنعت حکومت کے زیر سایہ تھی کہ وہی ہے اور ٹیکس و دیگر پاداشی ماحصل لگا دئے گئے ہیں نام ملکات میں بارش
اپنی شہر صوبہ متحدہ میں تھی اس لئے کہ یہ صنعت کم پزیر فزٹ کر سکتا ہے۔ صوبہ متحدہ اور بارش و فزٹ پاکستان کے باہر میں گئے اور اس کے سلسلہ میں کہ

انہیں اپنی ضرورت کی ایک ایک چیز بیاں لگ کر ایک ایک اور ایک ایسی دوا کا نام پڑے گا اور اس کے عوض وہ فن جو دے سکیں گے۔ ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان کا تصور کرنا بھی ناممکن سمجھنا ہوتا ہے۔

ان سوانح و خطرات کا بارہ دیکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہندوستان سے ملحد کے بعد پاکستان کی ملحقہ ترقی کے امکانات ست ہیں اور جو کہ موجودہ زمانہ میں ملحقہ ترقی کی ایک مجموعی ترقی کا دوا دھار ہے۔ ہند میں پاکستان کا مستقبل تباہی کی تاریک گھاٹی ہے۔ دیکھا جائے تو یوں ملحقہ ملک آئے اس فکر میں ہیں کہ کس طرح وہ بڑے ملکوں سے ناتہ جوڑیں اور وہ کسی بڑی وحدت (BIGGER UNIT) کے بندو بھ میں آکر انہیں بین الاقوامی تجارتی معاہدوں میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکیں۔ بڑے بڑے معاہدوں میں یونٹس جی ۷، اوگون و جی ۸، فیٹا، آئیٹا اور فریکو کی کوئی بات بھی نہیں پڑتی۔ لیکن ہندوستان آج نظام ہونے پر جس بین الاقوامی تجارت میں ایک جگہ رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کرپٹ بڑے تجارتی فوائد و مراعات حاصل ہو سکتی ہیں۔ موجودہ دور تبدیلی کی ترقی اور اشتراک (CO-OPERATION) کا دور ہے۔ جو کہ ہندو ملک سے تجارتی تعلقات کا ختمی ہے۔ لیکن یہاں پاکستانی بھائیوں کو جو چیز حاصل ہے وہ نادانی سے اُسے بھی ہٹا کر دینا چاہتے ہیں۔

زراعتی قوم بنام ملحقہ قوم

اس اجراض سے اجواب ہو کر پاکستان میں ملحقہ ترقی کے امکانات بالکل نہیں ملحقین پاکستان یہ فرماتے ہیں کہ پاکستان میں انڈسٹری نہیں ہو سکتی۔ معاذ اللہ یہ ہم سے کہ جس قدر کہیں ہیں اس سے دور آکر ٹھٹھک لگا اور اس طرح ہمارے جیگ کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ لیکن انہوں نے یہ نہ سوچا کہ گھانا (IMPORT) بڑھنے سے پاکستان کی آمدنی میں ۵۰-۱۰۰ کروڑ کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس پانچ کروڑ کی جنگل حاصل کرنے کے لئے سو کروڑ کا مال بھی خریدا پڑے گا۔ سبحان اللہ کیا دانشمندی ہے کہ پانچ روپے حاصل کرنے کے لئے گھر سے سو روپے دے جائیں۔

اس سلسلہ میں ملحقین ان کی طرح ایک عجیب و غریب منطق پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہندو قوم ایک "ملحقہ قوم" ہے اور سلطان قوم "ملحقہ قوم" ہے اور سلطانوں کے مفاد زراعتی ہیں اور ہندوؤں کے مفاد ملحقہ۔ شمالی و مغربی ممالکوں کے سلطان کچال پید کر رہے ہیں اور ہندو انہیں باہر کے ملکوں سے کوئی مقابلہ نہ ہونے کے سبب سستے داموں خرید لیتے ہیں اور اسی کچلے ہل سے سلطان تیار کر کے ان ہی سلطانوں کے ہاتھ لگا کر انہیں بھی بیچتے ہیں اور اس طرح سلطان دوسرے خاندان سے رہتے ہیں۔ چونکہ باہر کے مال پر حکومت ہند نے ہندوؤں کے اثر میں اگر سب سے زیادہ جنگل فائدہ کر رہا ہے اس لئے اس کو باہر ہندوؤں کی طرف سے خریدنا ہی پڑتا ہے۔ علاوہ اس کے مالاکہ اپنے کچلے ہل کے لئے انہیں امریکہ و فرانس سے امداد حاصل کر سکتا ہے لیکن وہ مشترک ملک ہونے کے سبب جبراً ملک سے معاملہ نہیں کر سکتے۔ ملحد کے بعد ملحقہ کی قیمت میں کمی آئے گی۔ اس سے سلطانوں کو ہندوؤں سے الگ ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ دونوں کے مفاد جدا جدا ہیں۔ یہ ہے ان کی منطق۔

لیکن کوئی ان سے پوچھے گا کہ جی۔ بی۔ بی۔ آسام، اجمیر، بنگال، سی۔ بی۔ مدراس، ممبئی و دیگر کے ۲۵-۳۰ کروڑ ہندوؤں کے مفاد "ملحقہ قوم" ہیں یا "ملحقہ"۔ اگر ملحقہ مفاد ہو سکتے ہیں تو پھر "ڈالیا" اور سکیرا کے بازار سے زیادہ دوا یا چارنی صدی ہندوؤں کے لیکن ۱۹۵۱ء صدی ہندوؤں کے مفاد تو مسلموں کی طرف سے ملحقہ زراعتی ہیں۔ مگر یہ ہندو قوم "کروڑ پاکستانیوں" کا استعمال (EXPLOITATION) کرتی ہے تو یہ ۲۵ کروڑ غریب ہندو کسانوں کو بھی دھتے ہیں اور ان سے بھی کم داموں کچال پید کر لے کر اس سے مال تیار کر کے ان ہی غریب ہندو کسانوں کے ہاتھ لگا کر دے رہے ہیں۔

یہ ملک سدا بہار ہے، یہاں کی ہر بات و ہر چیز میں امن و امان ہے، یہاں کی ہر بات و ہر چیز میں امن و امان ہے، یہاں کی ہر بات و ہر چیز میں امن و امان ہے۔

پاکستان کی دائمی اقتصادی غلامی

اقتصادی غلامی وہ حالت ہے جس میں ایک ملک دوسرے ملک کی اقتصادی غلامی میں رہتا ہے۔ پاکستان کی یہ حالت ہے کہ اس کی تمام اقتصادی سرگرمیاں دوسرے ملکوں کی غلامی میں رہتی ہیں۔ پاکستان کی یہ حالت ہے کہ اس کی تمام اقتصادی سرگرمیاں دوسرے ملکوں کی غلامی میں رہتی ہیں۔

سال بھر کی جیون ساتھی

FIXISTAN POCKET DIARY 1946
پاکستان پکٹ ڈائری ۱۹۴۶ء

موجودہ پابندوں کے باوجود

تمام مہندی نوازات اور چھوٹے قریبی و دُور
مغربی مہندی نوازات اور چھوٹے قریبی و دُور

قیمت فی جلد ایک روپہ ۲۰۰
مہندی نوازات اور چھوٹے قریبی و دُور

جنرل سٹان سٹارڈر باکسٹریٹ بکسٹریٹ

جنرل سٹان سٹارڈر باکسٹریٹ بکسٹریٹ

مفت مفت مفت

تولڈ الیکٹریٹ اور سالہ حرجانی

ایک لے کاکٹ برائے

موصول ڈاک بیج کر مفت

مکاتے

ہندی لائف فائیلیسی دن انارکلی

اقبال اکیڈمی کی تازہ ترین مقبول ترین مثنوی

تعلیم کا مسئلہ: خانہ یونیورسٹی میدر آباد دکن کے ایڈیٹر ڈاکٹر محمد علی الدین صاحب مدنی ایف اے بی اے بی ایچ ڈی نے پوری مضامین کے ساتھ جاری تعلیمی ضروریات پر غور کیا ہے اور مستقبل کے لئے ایک نظام تعلیم کا مشورہ دیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف ماسٹر اور طلبہ کو سنبھاتا ہے بلکہ ہر طبقے کے خیاالات میں انقلاب عظیم پیدا کرے گا۔ **قیامت** غیر
ہندوستانی مسلمان: انگریزوں نے جب مسلمانوں سے حکومت لی تو یہاں کیا کیا نئے قوانین جاری کئے اور کس طرح مسلمانوں کی تعلیمی ایسایاں اعلیٰ حالت کو کر دیا۔ اگر آپ اسکی تفصیل دیکھنا چاہیں تو قریب سترہ سو ایس کی کتاب مطالعہ کیجئے اور پھیل مرتبہ اردو میں ترکیب پر مبنی ہے **قیامت** کا لابیانی، سید احمد بریلوی اسی جگہ تاجپن کے ایک سرگرم رکن مولوی محمد معزی تھانہ سرہی کی آپ بیتی۔ وہ کس طرح گرفتار ہوئے۔ کسے پانی میں ان کی عمر کس طرح گزری اور انگریزوں نے وہاں کیا کیا کس طرح جہانگیر شہر میں ہندوستان میں کو دکھایا اور مسلمانوں کو کھینچنے کے لئے کیا طور طریقے استعمال کئے اس کی پوری تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ کیجئے۔ **قیامت** ایک دہریہ

تقویتہ الایمان: حضرت شاہ اسماعیل شہید کی مشہور کتاب تقویتہ الایمان کا ایک نہایت خوبصورت بہترین ایڈیشن پبلسر۔ دوسرے اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ جن لوگوں کے پاس اس کتاب کا کوئی ایڈیشن موجود ہے ان کو بھی یہ تازہ نسخہ حاصل کرنا چاہیے۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا کے ذاتی حالات اور آخر میں ان کا ایک غیر مطبوعہ مقالہ "ایک مدد" میں شامل ہے۔ ان تمام خصوصیات نے اس کتاب کو فائدہ نیا ہے۔ **قیامت** ایک روپیہ آٹھ آئے۔

سیرت سیدہ فاطمہ: جناب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت اور پاک زندگی کے حالات اعلیٰ حالت میں بنائے گئے ہیں اور سب کے لئے سچ آموز ہیں۔ یہ کتاب اعلیٰ مفید اور بلند پایہ ہے کہ بار بار پڑھنے کو بھی چاہتا ہے **قیامت** دوسرے بار آئے۔

کتب سماوی پر ایک نظر: قرات و انجیل کی تامل حیات اور ان کی تعلیمات کا قرآن پاک کی تامل اور ان کی تعلیمات سے موازنہ۔ اور زبان میں یہ پل تحقیقی تعینت ہے جو پورے کے اصول تحقیق پر مبنی ہے۔ قرآن پاک کے ہر اس فقرے والے کو اس کتاب کا مطالعہ لازمی ہے۔ **قیامت** دوسرے بار آئے۔

منہجہ ابراہیم کے سکھانے والے اقبال کی جملہ تصانیف موجود ہیں اور مطالعہ کے حلقوں کو بڑا دھڑلہ اور سرشاری ہوئی ہیں وہ اکثر ڈیڑھ دو روپیہ اگر آپ اسلامی ادبیاتی لٹریچر کا مطالعہ کرنا چاہیں تو یہ کتابی ذخیرہ سچے فائدہ آٹھائیں

منہجہ اقبال اکیڈمی 54 (الف) سرکلر روڈ بیرون پوچی گیٹ لاہور

سندھیا انیمیشن کمپنی

ہندستان میں تجارتی جہاز رانی کے پیشرو

(ایجنٹ)

نورتم مرارجی اینڈ ڈپٹی

مال اور مسافروں کی سروس

مال اور مسافروں کی کنگ اور ننگ کی تارکائی کے لئے
براہ کرم سندھیا ڈس سے خط و کتابت کیجئے
کوئٹہ کراچی اور ساحلی سروس کے لئے

ملحق کمپنیاں

دی بحال اسٹیم نیوگیٹیشن کمپنی لینڈ

دی انڈین کابریج اور ٹرانسپورٹ کمپنی لینڈ

دی تیناگر اسٹیم نیوگیٹیشن لینڈ

دی ج لائن لینڈ

دی ہیبی اسٹیم نیوگیٹیشن کمپنی لینڈ

دی ایسٹرن اسٹیم نیوگیٹیشن کمپنی لینڈ

ہندوستان اور سیلون کی مقامی
اہم بندرگاہوں پر براہ راست
رہنمائی موجود ہے

سندھیا ہاؤس - بلاسٹ اسٹیٹ بمبئی

تیسرا باب

پاکستان کی مالیات

وہی جامِ اسباب ہے اور یہاں ہر کام اور ہر عمل کے لئے درجہ درجہ کی خدمت ہوتی ہے اور وہ ایک ایک فرد کو یا ایک قوم اسے کمال اور ہمت دے
 دیتی ہے حاشیِ وقت کا بار دینا ہی پڑتا ہے اور یہی سببوں کو ٹوٹا دیتا ہے یہاں عبادت کے ساتھ ہی عبادت اور ہر قدم کی کھپالی کے لئے یہی ماحول ہے کہ اس سے
 کامداری چلے کر کبھی سامنے نہ رہے۔ گوشتِ تنہائی جو یہ پرکشتہ کی خدمت کرتے ہیں اور یہی کبھی حرجِ محال نہیں ہے۔ اور ہر عمل کو جس میں حرج ہو اسے ہرگز
 سوال یہ ہے کہ اگر پاکستان سمورے کے خلیفہ ہے تو کوئی اور نہیں کہ اس کی کھپالی کے لئے ہے۔ بعد از خدمت اس امر کے کہ ہم عبادتِ فیضان سے ہوں۔ یہی ہر ایک
 اس حرج کا بار میں جس حرج کو کسی قدر کا بار کو شروع کرتے وقت اس کے تمام نفع اور خدشان کا بار دیا کرتے ہیں۔

جسے مانتے اس میں سے جو سب سے اہم سوال آتا ہے وہ یہ کہ کیا پاکستان ایک متحدہ اور مستقل کی شکل میں اپنے پیوند یکجہاںیت کو
کیا سے سہاؤ کی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا جواب ہاں اور غمخوار کی شکل میں ہے۔ یہ سوال ہے جس پر کرس وٹاکس کو جوابی زبان پر پاکستان کا طرز و سبب
فرق محسوس کیا کر رہا ہے۔ اور وہ وہ بیگزینے کے لیے اس سے شیب دوزار پرورد کے جبری پاکستان کا طرز و سبب کے لیے وضاحت
کا دست نہیں لکھ سکتے۔ اس کے حق میں کتنے جملے آتے ہیں۔ سب سے پہلے اس کا طرز و سبب پر جائزہ لیں۔

پاکستانی صوبوں کی آمدنیاں

پاکستانی صوبوں کی مجموعی آمدنی

(۱۹۳۲-۳۳ء میں)

پر شد	م	آورد
۱	بنجاب	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۲	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۳	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۴	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۵	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۶	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۷	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۸	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۹	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰
۱۰	سند	۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰

فریڈک این پادری صوبوں کی مجموعی آمدنی ۲۲.۲۱ کروڑ سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ اور واضح ہے کہ یہ جنگ کے زمانے کی آمدنی ہے۔ دیکھ کر غائب کی آمدنی میں کمی دیکھ کر سوال سے زیادہ نہیں ملتی (۲۳-۲۴) زمینہ غائب کا بجٹ ۱۰ کروڑ ۵۰ لاکھ آمدنی اور ۱۰ کروڑ ۵۰ لاکھ خرچہ کا تھا اور کوئی طور پر ان کام صوبوں کی آمدنی ۱۶.۱۷ کروڑ سے آگے نہیں جاتی۔ جو یہ سندھ اور سرحد کی مدد پر بلا آمدنی میں وہ رقم شامل ہے تو ان دونوں صوبوں کو حکومت ہند سے سالانہ جو زیادہ ملتا ہے۔

غیر پاکستانی صوبوں کی آمدنیاں

۱۹۵۳-۵۴ء

(۱۹۵۳-۵۴ء کے اعداد)

نمبر	صوبہ	آمدنیاں
۱	اجیرہ و راولپنڈی	۲۱,۰۰,۰۰۰ روپے
۲	آسام	۲۱,۳۹,۰۳,۲۳۱ روپے
۳	بھارت	۲,۹۸,۲۱,۵۵۸ روپے
۴	سین	۳۲,۹۵,۳۱,۸۰۰ روپے
۵	صوبہ سندھ	۳,۵۸,۰۳,۹۱۲ روپے
۶	کراچی	۱۱,۰۰,۰۰۰ روپے
۷	دہلی	۵,۰۰,۰۰۰ روپے
۸	مدھیا	۲۵,۹۹,۵۱,۲۹۵ روپے
۹	اڑیسہ	۸۶,۱۹,۲۹۵ روپے
۱۰	صوبہ گجرات	۱۹,۸۵,۵۲,۸۸۱ روپے
بھارت		۹۹,۳۲,۵۰,۴۰۹ روپے
سندھ و صوبوں کی مرکزی حکومت کی آمدنی		۲۲,۱۰,۰۰,۰۰۰ روپے
بھارت کی		۱۹,۸۵,۵۲,۸۸۱ روپے

کمزور صوبوں کو حکومت ہند کی سالانہ اسناد

۱۹۵۳-۵۴ء

نمبر	صوبہ	اسناد
۱	آسام	۲۰ لاکھ
۲	اڑیسہ	۲۰ لاکھ
۳	مدھیا	۱ کروڑ
۴	صوبہ سندھ	۱ کروڑ ۵۰ لاکھ

میں سے بچتا ہے کہ پاکستان کے یہ دو صوبے جن میں محض مسلم اکثریت ہے، مالی حیثیت سے دیوالیہ ہیں اور ان کی آمدنی اتنی ہی نہیں کروڑ ہے اپنے اعلیٰ درجے کے کارکنوں کیلئے پانچ سو روپے بر سال ہے، اخراجات پورے کرنے کے لئے مرکزی حکومت کو دست نگر ہونا پڑتا ہے۔

جہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دستان سے ٹھنڈی گے بعد ان صوبوں کو خسارہ کون پورا کرے گا؟ ظاہر ہے کہ صوبہ سرحد، سندھ، اور بلوچستان کا پارامارٹ سارا پنجاب پر پڑ جائے گا، کیونکہ پاکستان صوبوں میں سے دیگر پنجاب ہی ایک ایسا صوبہ ہے، جو اپنے پیروں پر کھڑا ہے۔ اور اپنے اخراجات کے لئے مرکز کو دست نگر ہیں۔ لیکن پنجاب کے لئے یہ بارشیں ناقابل برداشت ہو گئی۔ پھر پنجاب بھی موجودہ پنجاب نہ رہے گا، اور پنجاب کے ۱۲ مشرقی اضلاع کے محل جانے سے، جو پنجاب کے جنوبی سرخزمطے ہیں، پنجاب کی آمدنی تقریباً نصف ہی رہ جائے گی۔ خوشنیک پاکستان کی عمومی آمدنی اس کے زمانے میں ۱۵۰-۱۶۰ کروڑ کے قریب تھی۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ۱۵۰-۱۶۰ کروڑ کی رقم میں کسی حد تک یہ صوبہ کرنی کے گوارہ کر لیں گے، پھر بھی یہ متغیر ہے کہ پاکستان کی مرکزی حکومت سے اخراجات کہاں سے آئیں گے۔ کیونکہ اس کی آمدنی

حکومت پاکستان کے اخراجات

پاکستان کو خود مختار یک آزاد مملکت کا پیش کرتے ہیں، جو اپنے نام سادہ میں، دنیا کی دوسری قوتوں کی طرح آزاد ہو گئی۔ لہذا ظاہر ہے کہ ایک آزاد مملکت کو اپنی خود مختاری کے لئے رقم درکار ہے، اور نام کا رویہ حکومت کو چاہئے کہ اسے کوڑوں روپے سالانہ کی ضرورت ہونی ہے۔

اس اخراج کا جواب ماسٹر پاکستان یہ دیتے ہیں کہ اس وقت حکومت بند کون صوبوں سے مرکزی میونسپل کی آمدنی ہے وہی پاکستان کو مل جائیگی اور بند کون پاکستان کی مرکزی حکومت کے اخراجات کے لئے کافی ہو گئی۔

بظاہر جواب تو نیا ہی معلوم ہوتا ہے، لیکن شائد اس پر دیر تک سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی ہے۔ مرکزی میونسپل سے حکومت بند کون آمدنی ہے وہ یہ ہیں ۱) بجلی ۲) انکسار ۳) ٹیکس ۴) پوسٹ و ٹیلی گرام ۵) ریلوے ۶) اور دوسرے مرکزی ٹیکس۔ ۱۹۳۸-۳۹ کے سال میں ان کمزوروں سے حکومت بند کون آمدنی ہوئی ان کے اعداد و صوبہ ذیل ہیں:-

بجلی	۳,۳۸,۰۰,۰۰۰	(۴ کروڑ ۳۸ لاکھ)
انکسار	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰	(۱ کروڑ ۹۲ ہزار)
کارپوریشن ٹیکس	۱۵,۲۹,۰۰۰	(۱۵ لاکھ)
ٹیکس	۶۹,۹۵,۰۰۰	(۷۰ لاکھ ۹۵ ہزار)
ڈاک و تار	۲,۳۸,۰۰۰	(۲ لاکھ ۳۸ ہزار)
ریلوے	۱,۵۰,۰۰,۰۰۰	(۱ کروڑ ۵۰ لاکھ)
دوسرے مرکزی محاصل	۱,۰۳,۰۰,۰۰۰	(۱ کروڑ ۳۲ لاکھ)
میزان	۹,۳۶,۰۰,۰۰۰	(۹ کروڑ ۳۶ لاکھ)

خوشنیک پاکستان صوبوں کو ۱۰۰ کروڑ سالانہ کی آمدنی ان مرکزی میونسپل سے ہے۔ آج اب ان کا بائیس جا رہا ہے۔

مندرجہ بالا رقم میں سب سے بڑی رقم بجلی کی ہے۔ پھر تار و تار کی بند کون آمدنی ہے۔ پھر تار و تار کے چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ کروڑ روپے سالانہ سرحد اور بلوچستان کے صوبوں سے کلاہی بند کون مل جاتی ہے۔ یہ رقم بھی پاکستان کو مل سکتی ہے۔ لیکن کوئی بند کون حکومت نہ

پسنگ

سے اور روپے سے کم ہے۔ اور جب تک پاکستان یہ ادولہ رہے اور انیس کروڑ پانچ لاکھ کروڑوں روپے سالانہ سود یا منور نہیں کرنا پاکستان کو کوئی بہتر نہیں مل سکتا۔

پاکستان

پاکستانی موبوں کے مرکزی ایساز سے حکومت ہند کو تقریباً ایک کروڑ سالانہ آمدنی ملتی ہے۔ لہذا یہ آمدنی پاکستان کو ملتی ہے جو کہ پاکستان کے لیے ایک اعلیٰ اور نئی حکومت ہوگی۔ ہند ایک اسلامی حکومت غریب افروز، محنت پرور، صاف ستھارے اور خوش حال ملک ہے۔ اس ملک کو کس طرح باطل قرار دے سکتی ہے اور اس کی تمام آمدنی سے اپنے بیت المال کو ناپاک کر سکتی ہے، جب کہ ان موبوں میں منشیات کا استعمال قانونی طور پر مسموم ہوگا۔

نک

نک کے معاملے سے پاکستانی موبوں کو ۱۰ لاکھ سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ لیکن اس اضافیت سے موبوں کو کوئی بھی فائدہ نہیں ملتا۔ بلکہ ان کی حکومت باطل قرار نہیں دے سکتی۔ میں عرض ہوا اور پانی برائے انسان کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح ملک بھی ضروری ہے اور اس طرح ہوا اور پانی پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جاسکتا۔ اسی طرح ملک پر بھی کوئی ٹیکس نہ لگنا چاہیے۔ چنانچہ اسی اصول کے تحت کہ ٹیکس کی بابت ملک کے قوانین کو توڑنے کے لیے سنگرم کرنا ہے۔ ہر حال یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ایک ملک حکومت اپنے مسلم باشندوں پر یہ انسانی سوز ٹیکس فائدہ کرے۔

ریلوے

ان۔ ڈیو۔ ریلوے (N.W.R.V.) سے پاکستان موبوں کو تقریباً ڈیڑھ کروڑ سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس آمدنی کے منہجین دعویدار ہیں۔ لیکن ان۔ ڈیو۔ ریلوے پاکستانی موبوں کی ملکیت نہیں بلکہ یہ اسٹیٹ ریلوے ہے اور یہ ساری ملک ساری حکومت ہند کی ملکیت ہے۔ ابتدا میں یہ ریلوے حکومت ہند کی ملکیت تھی لیکن منشیات میں حکومت ہند نے اسے خرید لیا۔ ۱۹۴۷ء میں اس ریلوے کا مجموعی سرمایہ ایک لاکھ ۲۰ کروڑ ۹۰ لاکھ ۶۳ ہزار تھا۔ اب بڑے بڑے تقریباً ڈیڑھ لاکھ لاکھ ہو گیا ہے۔ ابتدا میں حکومت پاکستان حکومت ہند کو یہ دواؤں روپے اور انیس کروڑ روپے حکومت ہند اتنی بڑی جائیداد ملیے کہ وہ ان پر نہیں ٹیکس کر سکتی۔ غرض کہ پاکستان اتنی بڑی رقم اور انیس کروڑ روپے لے لیا اور دوسری صورت میں اسے اس سرمایہ پر مل جہاں سود اور کرنا پڑے گا۔ جو پورے خود کروڑوں کی رقم ہوگی۔ غرض کہ ان۔ ڈیو۔ ریلوے سے پاکستان کو فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچے گا۔ لہذا یہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اس وقت جن ریلوے ہیں ان پر خسارہ ہوتا ہے۔ ملک کے زمانے کی ادوات ہے کہ وہ ان کے زمانے میں ہر مل ریلوے پر خسارہ آتا ہے۔ چنانچہ حکومت ہند نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ تمام اسٹیٹ ریلوے کا منہجین (اگر ہوتا) اسٹیٹ ریلوے پر ٹیکس کر دیتی ہے اور جو خسارہ ہوتا ہے اسے خود برداشت کر لیتی ہے۔ لہذا ریلوے کے خسارے کا یہ بوجھ تمام کسی صوبے پر نہیں بلکہ سارے صوبے پر پڑتا ہے۔ لیکن پاکستان موبوں کے لیے منشیات پر خسارہ ناقابل برداشت ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاکستان حکومت کا بکٹ ہر سال ڈیڑھ لاکھ لاکھ ہوگا۔

میں یہ بھی ڈر ہے کہ ظلم کے بعد ان۔ ڈیو۔ ریلوے کی موجودہ آمدنی بھی برقرار نہ رہے گی کیونکہ ان اور مسافروں کی جو موجودہ وقت میں ایک لاکھ روپے کے سبب ہے وہ ایک لاکھ آمدورفت ہے۔ وہ بھی اور باپورٹ کی دیوار عالمی ہو جائے گی کہ یہ آمدنی کے لیے ہے اور اس ریلوے کے ایک لاکھ روپے سے کہ چھ لاکھ روپے ہی محدود ہے۔ اور بقیہ ہندوستان کے لوگ پاکستان کو ایران اور افغانستان کی طرح غیر ملک تصور کر کے آمدورفت کر رہے ہیں۔

ڈاک اور تار

غرض کہ جب پاکستان ایک غیر ملک قرار دیا جائے گا تو ان حالات سے اس کی موجودہ آمدنی پر تار اور ڈاک ہونے کے سبب تار کا نرخ اور ڈاک کا نرخ بھی صوبہ ہوا اور تار

اور سرے مالک کا ہے اور اس طرح یہ سلسلہ بھی بڑی حد تک بوجھلے گا۔

ملاواریں، ہندو گاہ کراچی اور ان ڈپو، دیو سے کی طرح چوٹ، یڈ ٹیگنٹ، کامی جملہ اثاثہ اور سرمایہ حکومت ہند کی ملکیت ہے جسے ایک قیود نامہ ادا کر کے خریدنا پڑے گا۔

یہاں پنجاب کی ہیروں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جس کی آب پاشی کی بنا پر سارے پنجاب کی زراعت کا دار و دہ ہے۔ پاکستان میں جو اس کے بعد یہ ہیروں کا سلسلہ درجہ درجہ بوجھلے گا کئی ہزار فیروز پاکستان علاقے میں ملے جائیں گی اور کئی ہزاروں کے دہائے ہندوستان میں بیوٹ جائیں گے۔ غرضیکہ ان ہیروں کے سبب پاکستان کے ایک چوتھے علاقے کی زراعت تباہ ہو جائے گی جس کا اثر صوبے کے مالیہ پر پڑے گا اور کئی ہزار ہائے بیس کروڑوں روپے درکار ہوں گے۔

غرضیکہ مرکزی میٹروں کی آمدنی کا کوئی حصہ سب سے زیادہ غرض محال یہ تمام کی تمام چیزیں پاکستان کو مل سکیں تو پاکستان ہمیشہ اس دھم کے نیچے دبا رہے گا اور دوسرے معنوں میں حکومت ہند کا نظام بنارہے گا جس طرح آج انگلو برٹش آئل کمپنی کے یورپین سرمایے کے بوجھ سے دیکر ایران کا غلام بنا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم مسئلہ دفاع کا ہے۔ اور موجودہ دنیا میں دفاع کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے کہ آزاد ملک کے بحث کی تقریباً نصفی رقم اسی کے لئے وقف ہوتی ہے۔ پاکستان کے دفاع (DEFENCE) کے مسئلے میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں (۱) آیا پاکستان اور ہندوستان کی دفاع مشترک ہوگی یا (۲) پاکستان اپنی دفاع کا انتظام خود کرے گا۔

ظاہر ہے کہ اگر پاکستان اور ہندوستان کی دفاع مشترک ہوگی تو حکومت ہند کو کم از کم اتنی رقم ضرور ادا کرنی پڑے گی جو موجودہ صورت میں مسلم عرب، مرکزی میٹروں کے ذریعہ حکومت ہند کو ادا کرتے ہیں۔ یعنی ملکی دفاع میں ان کا چندہ خود اس کروڑ سالانہ کے کم نہیں ہو سکتا۔ یہ سب صورت دیگر اگر پاکستان اپنی دفاع کا انتظام خود کرے گا تو اس کی صورت دوسری ہوگی۔

پاکستان کی دفاع

پاکستان کی دفاع کو خود بین میں دیکھ کر پاکستان کے نفع پر نظر ڈالتے ہی ہیں دوسرے ہی نفع پرانی ہیں جن کی مخالفت پاکستان کو کرنی پڑیگی (۱) اول شان و سربل سرحد اور دوسرے (۲) مشرقی سرحد میں پاکستان اور ہندوستان کی درجائی سرحد۔

جنگ کے دوران میں حکومت ہند تقریباً ۲-۳ ارب روپیہ سالانہ صرفت دفاع پر صرف کر رہی تھی۔ لیکن اس کے شمالی و مغربی سرحد زراعت میں حکومت ہند تقریباً ۵ کروڑ روپیہ سالانہ دفاع پر صرف کرتی ہے۔ جس میں ۵ کروڑ سالانہ کی رقم صرف

اس رقم میں حکومت ہند کا چندہ حسب ذیل تھا

ہندوستان کے دفاعی اخراجات

۳ ارب ۲۵ کروڑ ۵۵ لاکھ

۵ ارب ۹۲ کروڑ ۵۰ لاکھ

۲ ارب ۵۰ کروڑ ۵۵ لاکھ

۵ ارب ۹۲ کروڑ ۵۰ لاکھ

مشتی سرحد

نیک خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک اداکار اور مصنف دو سرحدوں کی جدوجہد و کشاکش میں مصروف ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد ان کی سرحدوں کو اپنی طرف سے کھینچ کر اپنے ملک میں ضم کرنا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد ان کی سرحدوں کو اپنی طرف سے کھینچ کر اپنے ملک میں ضم کرنا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد ان کی سرحدوں کو اپنی طرف سے کھینچ کر اپنے ملک میں ضم کرنا ہے۔

ان دونوں ملکوں میں پیش قدمی کی سرگرمیوں کو روکنا اور ان کی سرحدوں کو اپنی طرف سے کھینچ کر اپنے ملک میں ضم کرنا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد ان کی سرحدوں کو اپنی طرف سے کھینچ کر اپنے ملک میں ضم کرنا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد ان کی سرحدوں کو اپنی طرف سے کھینچ کر اپنے ملک میں ضم کرنا ہے۔

مغربی پاکستان کو اس سرحد کی حفاظت کرنی پڑے گی جس کے لیے چار سو کروڑ روپے کی رقم طلب ہے۔ اس رقم کو ملانے کے لیے حکومت کو اس سرحد کی حفاظت کرنی پڑے گی جس کے لیے چار سو کروڑ روپے کی رقم طلب ہے۔ اس رقم کو ملانے کے لیے حکومت کو اس سرحد کی حفاظت کرنی پڑے گی جس کے لیے چار سو کروڑ روپے کی رقم طلب ہے۔

ہاں یہ امر قابل غور ہے کہ ملکی صنعتوں (WAX INDUSTRIES) کے لیے بھی دی ماحولیات یعنی لوہا، کوئلہ، سیکنڈ ہینڈ کی ضرورت ہوتی ہے جس کا پاکستان میں فقدان ہے۔

لیکن دوسری طرف ہندوستان تمام قدرتی وسائل سے مالا مال ہو گا اور وہ فوکل مستقل فوج بڑی آسانی کے ساتھ رکے گا۔ لہذا ہندوستان کو پاکستان سے اپنا دفاع بھی نہیں کچھ بچے گا اور اس کے مقابل میں ہمیشہ یوں باتو روس ہو سکتا ہے۔

میں نے بھری جہت کا ذکر کیا جو پاکستان کے ساحل اور خاص کر کرپچی بندر کے حفاظت کے لئے درکار ہو گا۔ اور جس کے لئے پاکستانی حکومت کو ۵۰۰ کروڑ روپے کی رقم ملانی پڑے گی۔

فرصت کے دفاع کا مسئلہ اب اتنا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے ملک سے سوچ ہی نہیں سکتے اور وہ اسی لئے کسی بڑے ملک سے مل جانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ وہ اپنی تیل کی آمدنی کو بچا سکیں اور جنگی سامان پر فروغ کرنے کے بجائے اپنی قوم کی ترقی و ترقی پر غور کریں۔ اس جنگ کے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے دور کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔ یورپ میں حق خود ارادیت دیکر سیکڑوں چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنائے اور ختم ہو گئیں لیکن انہوں نے آج جب کہ عالمی اتحاد بنایا اور دیکھا جائے کہ ہندوستان سے مل کر متحدہ عالمی اتحاد بننے کی کوشش

یہ ایک بڑی بین الاقوامی قوت ایک لاکھ ۵۰ ہزار روپے ہوتی ہے۔ کیا اس کی قیمت ۲۰ لاکھ روپے نہیں ہو سکتی ہے؟

کہا ہے، ہمارے جانی اس وقت کے موجود ہوتے ہوئے اور اس عظیم شان ملک کا ایک جزو ہوتے ہوئے بھی اس سے گھراں ملت کر رہے ہیں اور اسے فکر کر ایران، شام، فلسطین وغیرہ کی طرح غصے، نفقے اور پریشان ہونا چاہیے۔

عجیب و غریب منطق | غصہ یہ ہے کہ اقتصادِ عالم پر پاکستان کے پاس اتنے وسائل موجود ہیں کہ وہ ملک آزاد حکومت کا بار برداشت کر سکے، یعنی اس سلسلے میں ماسٹین پاکستان ایک عجیب و غریب منطق پیش کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں بہرہ ورانہ دل کی درآمد نہ ہونے اور اس کے نتیجے کے طور پر پاکستان کی جنگ کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو گا۔ ملاحظہ ہو۔

”یوں تو دل کے بعد مقامی صنعتوں کی عدم موجودگی کے سبب ہمارے صوبے بدی برآمد کو بہت زیادہ برآمدیں گے جس سے کراچی کی جنگ کی آمدنی میں مزید اضافہ ہو گا اور ہمیں اس سے کافی مدد ملے گی۔“

(سرپرست، ’مسند ایک جہانی‘ ص ۱۱۳)

اس کا دعویٰ مطلب یہ ہے کہ پاکستانی فیر کی مصنوعات کی درآمد کو کم کرنے اور اپنی ملی مصنوعات کو ترقی دینے کے بجائے زیادہ سے زیادہ جنگی حاصل کرنے کے لئے درآمد کی مقدار بڑھانا چاہتے ہیں، ایسی نبردست کامروا ہادی سوجو شاید ہی دنیا کے کسی ملک کو ہو جس قدر ہمارے ان پاکستانی عابروں کو ہے، جنگی تو جب ہی نہ لگی، جب پاکستان زیادہ مال خریدے گا، یعنی جب پاکستان دس کروڑ کا مال خریدے گا، جس سے دس لاکھ روپے جنگی کے ملیں گے، بالفاظِ دیگر آپ دس کروڑ روپے غیر ملک کو نذر کرنے کے بعد دس لاکھ روپے جنگی کے حاصل کریں گے۔ تیراں جاؤں اس کو بوجھ کے۔

انتہائی نہیں یہ جنگی ملک پاکستان میں صنعت و حرفت کو کبھی بڑھنے کی نہ دے گی کیونکہ ملکی دولت رفتہ رفتہ دوسرے ملک کو ہاتی رہیں گی اور پاکستان کے پاس نہ بچے ہوں گے نہ صنعت و حرفت میں وہ آگے بڑھ سکے۔ لیکن اس سے زیادہ جہت انجندہ ذہنیت ہے جس کا مظاہرہ مرحوم سر عبد اللہ ہارون نے کیا تھا۔ لکشاؤں کے پارچہ باغ کے وند سے وفات کے بعد آپ نے ۱۹۳۵ء کو خود میں حب ذیل بیان دیا تھا۔

”جہاں تک اعداد و شمار مجھے مل سکے ہیں، یہ امر عیاں ہے کہ ترقی جنگی کے تخفیف کے باوجود، پچھلے پانچ برسوں میں لکشاؤں سے ہندوستان کی درآمد ۵۰ فی صدی تک گھٹ گئی ہے۔ لہذا یہ ایک قدرتی بات تھی کہ لکشاؤں کا وہ ہندوستان سے اس قدر درآمد کرنے کے لئے کوشاں نہ تھا جو آئے دس یا پندرہ سال قبل حاصل تھی۔ یعنی ایک ارب بیس کروڑ گز سالانہ، بلکہ اب وہ چالیس کروڑ گز سے کچھ ادھک خریداری چاہتا تھا، جو اس کی (لکشاؤں) گزشتہ تین برسوں کی سالانہ اوسط ہے۔ اس کے بعد سے میں لکشاؤں ہندوستانی روٹی زیادہ مقدار میں خریدنے کے لئے تیار تھا، جیسا کہ گزشتہ تین برسوں سے اس کا قاعدہ رہا ہے۔ لیکن ہندوستانی صنعت پارچہ بالی کے فائدہ کے خود غرضانہ رویہ کی بنا پر کوئی کھرتہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ یہ فائدہ سے لکشاؤں کو خاطر خواہ ترجیح دینے کے لئے تیار نہ تھے جس سے لکشاؤں ہندوستانی بازار میں اپنے مال کی ایک مناسب مقدار پر ہٹا سکتا۔ بہر حال کسی طرح مجھے معلوم ہوا کہ اگر لکشاؤں کو اس قدر ہندوستان بھیجی کی اجازت دیدی جاتی جو گزشتہ پانچ برسوں

دنیا کے میں کروڑ غلام مسلمان

ملک	مسلم آبادی	سیاسی نوعیت	ملک	مسلم آبادی	سیاسی نوعیت
۱۔ ہندوستان	کرور	حکوم (برطانیہ)	۲۳۔ عدن و حضوت	۵۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)
۲۔ سعودی عرب	۳۰۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)	۲۴۔ عراق	۲۸۰۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)
۳۔ یمن	۵۰۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)	۱۵۔ مراکش	۲۶۵۰۰۰	حکوم (برطانیہ و فرانس)
۴۔ کویت	۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۶۔ افغانستان	اکرور	آزاد
۵۔ شہر خ عرب	۱۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۷۔ ایران	۱۸۳۵۰۰۰۰	آزاد
۶۔ قطار	۲۵۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۸۔ البانیہ	۶۸۸۲۸۰	حکوم (اطالیہ)
۷۔ بحرین وغیرہ	۱۲۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۹۔ حبش	۴۰۰۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)
۸۔ مصر	۱۲۹۲۹۲۹۰	نیم آزاد (برطانیہ)	۳۰۔ چین	۴ کروڑ	آزاد (جاپانی)
۹۔ کنیا	۱۵۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۱۔ شام وغیرہ	۱۵۱۲۷۵۵	حکوم (فرانس)
۱۰۔ زنجبار	۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۲۔ الجزائر	۶۳۰۰۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۱۔ برطانوی ہمالیہ	۳۲۲۷۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۳۔ طرابلس	۲۱۶۰۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۲۔ جنوبی افریقہ	۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۴۔ فرامیس	۱۰۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۳۔ انجیریا	اکرور	حکوم (برطانیہ)	۳۵۔ فرانسیسی الجزائر	۵۰۰۰۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۴۔ افغانستان	۶۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۶۔ اطالیہ اتریا	۲۵۰۰۰۰۰	حکوم (اطالیہ)
۱۵۔ سوڈان	۵۰۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۷۔ اطالیہ وکالی لینڈ	۵۰۰۰۰۰	حکوم (اطالیہ)
۱۶۔ ٹنگنیکا	۲۵۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۸۔ طر بس	۶۲۵۰۰۰	حکوم (اطالیہ)
۱۷۔ برطانوی برونو	۱۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۹۔ مراکش	۵۸۷۴۸۸۸۸	حکوم (فرانس)
۱۸۔ قبرص	۲۲۲۳۸	حکوم (برطانیہ)	۴۰۔ مراکش	۷۲۵۰۰۰	حکوم (اسپین)
۱۹۔ لیبیا و تانی	۱۰۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۱۔ جادہ و مارتہ	۳ کروڑ	حکوم (ترکیہ)
۲۰۔ طایفہ و تانی	۱۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۲۔ ترکی	۱۳۳۰۰۰۰	آزاد
۲۱۔ فلسطین	۸۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۳۔ یوگوسلاویہ	۱۵۶۱۰۰۰	آزاد
۲۲۔ شرقی بلقان	۲۶۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۴۔ رومانیہ	۲۶۰۰۰۰	آزاد
			۴۵۔ سیام	۵۰۰۰۰۰	آزاد
			۴۶۔ روس	۲ کروڑ	آزاد

طرز میں مختلف ہیں



تکن یہ تمام کیلیب کوئی کے پے ہیں

کیلیکو کے کپڑوں کو سارے ہندوستان کے نفاست پسند اور شوقین حضرات خریدتے ہیں۔ انکی نظر انتخاب صرف کیلیکو پر اسلئے جاتی ہے کہ اس کے کپڑے دیکھنے میں خوشنما مضبوطی اور بناوٹ و نفاست میں لا جواب اور انتہائی مرغوب گون کے بنے ہوتے ہیں

کیلیک و ایسی وہ دیدہ زیب کپڑے جن کی پائیداری مشہور ہے

نوگیت تھریٹ کا ایک سلسلہ خیر سماجی شاہکار

کمرہ نمبر ۹

ایک عجیب و غریب واقعہ جو شاید ہی کسی دو انسانوں کو مشترکہ طور پر پیش آیا ہو

ڈاکٹر گشت: ویدی

اسکرین پلے: شاہد لطیف

گامے: نکتہ

موسیقی: رشید اترے

مستکر ہے:-

گیتا نظامی

شیام

کے ان جگہ۔ دار کا کٹیری، سرج بوری
پیری راج، بھاس، رنڈیسر

تعمید کے مرحلے طے کر رہا ہے

رہنما ہو چکا

دن رات

ڈسٹری بیوٹ: پیرس پکچرز۔ بس بی ۲

کتاب دوم

کشف والے

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی
ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب
ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب حیدر آبادی
مولانا حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند
مولانا سید ظہیر احمد صاحب منگلوری
سرکار دیشور دلال رکن مجلس تنظیم حکومت ہند
پروفیسر عبدالرحیم خان فزین رحیمین کالج لاہور
سید علی ظہیر شاہدیت و مسائل انڈیا سید پھول کاغزین
مولانا محمد میاں صاحب انجمنیہ اسلامیہ مدرسہ

ذیل کے ڈائجرام سے آپ مسلمانوں کی آزادی اور غلامی کی تعداد معلوم کریں



پاکستان کیا ہے؟

حقیقتِ پاکستان اور اُس کا پس منظر

از: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید امین احمد صاحب مدنی مفتاحِ مدنیہ علیہ بندہ صدق رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسكنا على عباده الذين اسططوا انكابدوا!

اس زمانہ میں پاکستان کے متعلق بہت زیادہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کو اس قدر اہمیت دی جا رہی ہے کہ اُس کو دارِ گلشن قرار دیا جاتا ہے! اور اُس کے نام پر دوشِ طلب کیا جاتا ہے! اور اُس کو زماںِ ایک مسلمانانِ ہند کی جملہ مشکلات کا حل بتا رہے ہیں۔ غلاموں اور بیٹوں کے صفات کے صفات اس کے محاسن اور قیام سے مجھے جاسے ہیں۔ پلیٹ کاروں اور جلیوں میں اُس پر دھوس دھار قرعیں جو رہی ہیں۔ میں بھی ان ہی دودھ سے غور و خوض کی ضرورت پیش آتی۔ مگر باوجود وہ جدید لیٹس اس کی ترقیت سمجھ میں نہیں آتی۔ بلکہ اس سے برعکس پاکستان میں مجھے مسلمانانِ آخریت کے مسلمانوں کے ساتھ اُن کے مسلمانوں کے نقصان اور ضرر ہی کو غالب پایا۔ اپنی فحش اور افلاکات کی وجہ سے قدرِ ملوات حاصل ہوئی ہیں اُن کو پیش کن مہزوں کا ہمارے انگریزوں سے باری درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل اُمور پر غور سے دل سے فرمائیں بعض جذبات کی تدبیریں ہمیں! سب سے پہلے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا شناخت اور انداز تلاش کریں اور اس سے بعد دیگر ضروری اُمور پر غور کریں۔ لیکن شیخ کی سر فرازی سے پہلے جو تئید پر ہند ضروری باتیں عرض کرنا واجب سمجھتے ہیں۔

(۱) موجودہ دور میں ٹیمنا جوتوں اور حکومتوں کا رشتہ نسبتِ نگہداری و ماریت کے اقتصادیات اور اس کے ذرائع و اقسام پر غور کیا جائے اور اس سے: زم صنعت اور اُس کے شعبے اہلِ علاقہ کی ترقی میں پیش نظر رہتے ہیں۔ مساوی اور اُن کے محاسن و فوائد سے زیادہ غور و نظر فرمیں۔

وہیں اقوام اور ان کے اصولوں کی عقل و اذہان اور عقائد و ایشادھیرہ میں مکمل فوری اور آمدورفت اس باوجود ہوتی اور اب
 میں ان کی سودا کی بارگاہ کے بغیر جو یہ ہوس بھلاؤں تو ہم کا ہندوستان میں آ اور ہم جانا اس وسیلے سے ہوا۔ پہلے پہل وہاں کی
 سوداگری جبریں وادوں کی طرح۔ ہندوستان سے آکا ساری کا طریقہ اختیار کیا اور یہ دو سلسلے سے تقریباً منسلک ہو گیا۔ اس کے بعد
 اس کی افادہ کیسں بن گئی اور جو نادر طعہ طعہ دار کرتے تھے اور میں کی حد۔ سوک ہو جاتی تھی سب کی مشترک جماعت بنا دی گئی
 "میں کو ایست اٹھائیں" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس نے افادہ و مرکز قائم کے کوٹھیاں کھولیں۔ تمام سواں میں بٹلے بنائے اور
 فائز میں مختلف ملکوں سے وادوں اور جاؤں اور تاجروں کے وداہوں میں سوک حاصل کیا اور کٹ اور مخصوص تجارتی اشیاءات کے
 بعد وکسے حاصل کر کے ایک ایسے خود غرض کے قوانین تجارت بنائے کہ میں میں نہ تہذیب تھی نہ انسانیت اور قبول و کلم و کلم و کلم
 سے ہندوستان پر تجارتی تسلط قائم کر دیا اور تجارتی کوٹھوس اس طرح جاری کر دی کہ ہندوستان اور ہوا پور ہو گیا۔
 یہ دور منسلک سے تہذیب و کلم و کلم اس کے بعد جاری کی جنگ ہوئی اور نوکار و کاروں کی جماعت تک جابرانہ تسلط قائم کر دیا اور
 ہر زمانہ اور وقت پر اپنا قبضہ ہمارا انگلستان کو منتقل کر دیا۔ اسی زمانہ میں تجارتی فائدہ سے بھی کوٹھوس ہوتی تھی۔ اور حکومت
 جابرانہ سے بھی برابر واکرئی جاری رہی۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں ملائیم طور سے ہندوستان سے دولت کے دیا انگلستان کو پہنچے۔ یہ
 پیسے کہ لارڈ ڈیکلے لکھا ہے۔

"ہندوستان کے ہینار خزانے اسی زمانہ میں انگلستان کو منتقل ہوئے۔"

یہ تسلط منسلک سے منسلک و کلم و کلم اس کے بعد تسلط بندہ و پوسٹ قائم کیا گیا۔ ایست اٹھائیں خالص اور شاہ بن گئی۔ اس نے
 قانونی اوشاہت قائم کر کے اسے خود غرضی کے قوانین حکومت ایسے ہیٹھے افلا میں بنائے جس میں خوش حالوں کا دکھا دا ہوتا رہا ہندوستان
 قوم اور اس کے احوال و غیرہ کو از سر آبا اپنی اغراض کی ہیئت چڑھا نا جاری رہا۔ وہ بھی لکھا ہے!

"مگر اس میں شک نہیں کہ قریب ہی ہندوستان اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا مارا ہے۔ جتنا اس سے پہلے
 کہیں تو مانا گیا تھا ہماری حکومت کی باریک چابک اب آجی زنجیر بن گئی ہے۔ کلایو اور ہنگس کی کوٹھوس
 نکاس کے سامنے بچ ہے جو کہ ایک ملک کا خون جان بہا کر دوسرے ملک کو مالال کر رہا ہے۔"

پہلے ملک کی صنعت جو بھانے کے لئے ہندوستان صنعت کا گھر ٹھوسا۔ ہندوستانی تجارت کو نکالیا۔ سادوں پر قبضہ کیا۔ زراعت
 پر جاری جاری ٹیکس لگائے۔ پہلے ملک کی مصنوعات کو محفوظ کرنے اور رتی دینے کے لئے انگلستان میں ہندوستانی مصنوعات پر دوائی
 تجارت کا فلسفہ دکھاتے ہوئے (جہاں جہاں ٹیکس لگائے۔ اور ہندوستان میں صناعات اور کاریگروں پر مال اور جہاں تسلط
 میں لائے تھے) تا جبکہ ہندوستان کا مال باہر جانا بھی بند ہو گیا! اور صنعت پیشہ نویں کار و بار پورے پر مجبور کر دی گئیں اور زراعت
 کوٹھوسا انا اور غیر معمولی با نایت ملل محصول سے انگلستان کی مصنوعات ہندوستان میں داخل کی گئیں اور ہر برہمنہ میں ریلوں
 کے ذریعہ سے ہندوستان کا مال پست دیا گیا۔ سموی سموی گزنی پر لوگ بھوکے رہنے لگے اسی وجہ سے صرف ایک صدی میں اپنی منسلک
 سے صرف ایک صدی میں ہندوستان میں آٹیس قوط پڑے!! اور تقریباً چار کروڑ ہندوستانی صرف بھوک کی وجہ سے موت کی نند ہو گئے۔

شدے ٹائٹلز لندن ۲۵ مارچ ۱۹۴۷ء) لکھا ہے۔ ہمیں صاف طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہیے کہ انگریز ہندوستان میں بجا
صوت کی فرض سے محرم نہیں ہیں بلکہ اُن کا مقصد وہ یہ پیدا کرنا ہے کہ ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے اس لئے کہ ایسا کرنا ہمارے مفاد و مصلحت
کے سراسر خلاف ہے۔ ہندوستان میں رہنا اور اپنا مقصد حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔

سرویم جوائس میکس ہوم سکرٹری انگلستان کہتا ہے۔ "ہم نے ہندوستان ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا اور ہم ہندوستان
میں ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے نہیں ہیں۔" (تجہ دہلی مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

الغرض جس وقت کھسوت کی ناچ سے انگریز یہاں آئے تھے اور جس کے وہ دو تین صدی سے عادی ہوئے ہیں اور جس کے بغیر اُن کو مستقل
کی زندگی بنایت بھیا نک اور خطرناک معلوم ہو رہی ہے وہ ہندوستان کی آزادی کو ہر وقت انتہائی پریشانیوں میں مبتلا رکھتی ہے اور طرح طرح
کی ایکسپنٹس اپنے مفاد اور مقصد کے لئے تیار کرانی رہتی ہے۔

(۳) روئے زمین پر صرف دو ملک ہندوستان اور چین غنیمت شان تعداد دالے ہیں جو کہ اپنا مثل نہیں رکھتے آج جبکہ دس دس بارہ بارہ
کر در نفوس دالے ملک جرمنی امریکہ دس دس جو کہ ہندوستان کی تقریباً ایک ایک تہائی یا اس سے کم آبادی دالے محاکم میں اس قدر قوت و درجہ
گئے ہیں کہ برطانوی شہنشاہیت کو دھمکاتے رہتے ہیں اور دنیا کو الٹی میٹم اور دعوت جنگ دینے سے نہیں ہچککتے تو یورپین اقوام بالخصوص برطانیہ کو
ضرور یہ عظیم الشان خطرہ پیش رہتا ہے کہ اگر چین اور ہندوستان ہر ایک آزاد اور متحدہ قومیت کا ملک اور قوی ہو گیا تو یقیناً تمام روئے زمین پر مچا
جائے گا اور نہ صرف ہماری نوآبادیات پر قابض ہو جائے گا یا اُن کو ہمارے اقتدار سے باہر کر کے آزاد کرادے گا بلکہ قوی خطرہ ہے کہ وہ ہمارے
سابقہ سیاہ کارناموں اور گزشتہ دشمنانہ بربریتوں کا بدلہ بھی لے اور کوشش کرے کہ انگلستان و غیرہ کو غلامی کی زنجیروں میں بکڑ کر بیدست و پا
کر دے بالخصوص اس وجہ سے کہ ہر دو جنگ عظیم میں ہندوستانی سپاہیوں کی جفاکشی اور بہادری یورپین اقوام کے مقابلہ میں تمام دلدل و پدپ
کے سپاہیوں سے زیادہ اور اعلیٰ ثابت ہوئی۔ جیسا کہ ہرطائفہ کے بڑے بڑے جرنیلوں اور فوجی اور سول افسروں جملہ درجہ دار برطانیہ سب سے زور
اقرار کرتے ہوئے شکر یہ ادا کیا ہے۔ خود لاہور دیول موجودہ دالسرے کہتے ہیں کہ "ہم نے یہ جنگ ہندوستان سے چاہیوں اور ہندوستان
کے مال سے جیتی ہے۔" اس لئے یہ خطرہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور یہ صحیح بھی ہے! اگر ہندوستانی اقوام اور سپاہیوں کو منظم طریقہ پر جوہر
اسلحہ جات مل جائیں اور اُن کی فوجی تعلیم مکمل ہو جائے اور قابل جرنیل کے ماتحت باقاعدہ جنگ جاری کی جائے تو کسی یورپین قوم سے ٹکرانے میں
کم نہیں رہ سکتے بلکہ ہر ممانعت پر غالب آسکتے ہیں اور یہی فوجی وجہ ہے کہ ان دونوں ملکوں کو ہر طرح کمزور کرنے کی پالیسی حکومتوں سے جاری ہے۔
اور اب یہی امر پیش نظر رہا ہے اور کم از کم یہ خطرہ تو ہر وقت سامنے دیکھا ہے کہ ہندوستان کا معمولی سا جذبہ قومیت ہی ہماری شہنشاہیت کی بربادی کا نہایت
زبردست ذریعہ ہے۔

پروفیسر سیلے اسپنشن آف انگلینڈ میں لکھا ہے۔ "اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ ہی پیدا ہو جائے اور اس میں جنہیوں کے کالنگ
کوئی عملی روح نہ بھی ہو بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد مل ہندوستانیوں کے لئے شرعاً ناک ہے تو اس وقت سے ہماری
شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے ہیں اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنا
بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے۔"
(تعلیم جلد ۶، ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء)

اور یہی وجہ ہے کہ مایان برعانیہ دانستہ یا نادانستہ قریب پر انتہائی درجہ چراغ پا ہو رہے ہیں اور بہت زبردست پروگنڈہ اس کے خلاف جاری کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ بھارتی اقتدار کی بربادی کے لئے یہ انٹیم بم یا اس سے بھی زیادہ قوی ہتھیار ہے اس لئے ہر انگریز کو اس کے خلاف پروگنڈہ کرنا اور کروانا اشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہندوستانی بھائی بالخصوص مسلمان بالکل بھولے بھالے اور سیاسیات سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور وہ لوگ جو سیاسی میدان میں اترے ہوئے بھی ہیں انگریز کے سامنے طفل کتب ہیں۔ وہ ٹوری انگریزوں کے چکے میں بہت جلد آجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مسلمان غیر مسلم اور مشرک کا ہم قوم کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور اس پر طرح طرح کے شرعی اور غیر شرعی دعوے اور رواجی استدلالات قائم کر کے عوام کو متفرق کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ ”سرسید مروجہ“ اس بارے میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے فرمایا تھا ”قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہب ہی لفظ ہے در نہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں اس اعتبار سے سب ایک قوم ہیں۔ جیسا یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو ان سب کو مل کر نامہ میں جو ان سب کا ملک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہئے۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ ہندو مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں سمجھی جائیں۔“

(مجموعہ کچھ سرسید صفحہ ۱۶)

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :-

”میں عرب آریہ قوم کے لوگ ہندو کہلائے جاتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ’ہندو‘ یعنی ہندوستان کے رہنے والے کہلائے جاتے ہیں۔“

(سرسید کے آخری معنائیں صفحہ ۵۵)

سفر پنجاب میں ہندوؤں کو خطاب کرتے وقت فرمایا:

”آپ نے جو لفظ اپنے لئے ’ہندو‘ کا استعمال کیا ہے وہ میری رائے میں درست نہیں کیونکہ ہندو میرے رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ ہر ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے آپ کو ہندو کہہ سکتا ہے۔ پس مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ مجھ کو یاد جو اس کے کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں ’ہندو‘ نہیں کہتے۔“

(سفر نامہ پنجاب سرسید صفحہ ۱۳۹) (روشن مستقبل صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲)

پس بقول سرسید احمد مروجہ اگر قوم بمعنی امتیاز یا باسے جو کہ اہل ید پ کی اصطلاح ہے تو یقینی طور پر تمام ہندوستان کے باشندے ایک قوم ہیں ہندوستان کا وصف سب میں مشترک ہے مفاد سبوں کا مشترک ہے غیر ہندوستانی جہاں بھی ہیں ان تمام ہندوستانیوں کو اپنے سے غیر اور اجنبی محسوس کرتے ہیں۔ خواہ ہندوستانی مسلمان ہو یا سکھ یا ہندو یا پارسی۔ سیاحان ممالک اور داروین ہندوستان امریکیوں، جاپانیوں، چینیوں، انگریزوں، فرانسیسیوں اور دیگر سے پوچھو اور دیکھو۔ وہ مذہبی تفرقہ کو محسوس بھی نہیں کرتے۔ بلکہ سب کو ’ہندوستانی قوم‘ سمجھتے اور کہتے ہیں۔

اور اگر عربی فارسی اصطلاح دعوت کو دیکھیں یا قرآن شہادت میں لکھا کریں تو اسباب دعوت صرف مذہب میں منحصر نہیں ہوتے۔ کبھی متحدہ قریب جغرافیائی حدود اور وطنیت سے ہوتی ہے تو کبھی نسل کی حیثیت سے کبھی پیشہ کی حیثیت سے اور کبھی رنگت دھیرہ دھیرہ سے قرآن شریف میں نسل یا وطنی اسباب کی بنا پر بار بار کفار کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا ہم قوم قرار دیا گیا ہے۔ بہر حال یہ تین اور مذکورہ بالا برطانویوں اور بالخصوص ان کے ہندوستان کی آزادی سے پریشان رکھتے ہیں۔ انگریز اگرچہ سب کے سب اپنی قوم اور شہنشاہیت کے فرغواہ اور فدا ہیں مگر ان میں نیک دلانہ خصال پسند بھی ہیں۔ جو کہ وعدوں کو وفا کرنا جندگاہ خداوندی کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کرنا سب کے ساتھ حتیٰ الوسع انصاف کرنا اور ان کو فطری

حقوق دینا دغیرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر تمام قوم برطانیہ میں سب سے گسے ہوئے اور اپنی اغراض کے دیوانے اور دوسری اقوام کی حق تلفی کے ورغیں دیہوں اپنی شہنشاہیت کے ہر جائز اور ناجائز قول اور عمل کے شدید ترین حامی یہی ٹھہری ہیں۔ یہ کنسرویٹو پارٹی (قدامت پسندوں) سے بھی زیادہ گسے ہوئے لوگ ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے نظریہ یہی رہا ہے کہ ہندوستان کو ذرہ برابر بھی آزادی نہ دی جائے اور ذمہ داران برطانیہ نے بین الاقوامی (انٹرنیشنل) یا سیاسی (پولٹیکل) یا انصافی مجبوریوں سے جو جو اعلانات مختلف اوقات میں آزادی کامل یا نیم آزادی یا انسانی اور فطری حقوق کے متعلق ہندوستانیوں کے لئے کئے ہیں ان کو کبھی بھی برمدئے ایفانہ آنے دیں اور جس طرح بھی ممکن ہو مثال مٹول کرتے ہوئے اپنے استبداد اور جبروت و تشدد سے ہندوستان کی لوٹ کھسوٹ قائم اور جاری رکھیں اور اس کے لئے طرح طرح کے ہلے گڑھے تھیں۔ کون دکتور یہ اور دیگر ذمہ داران برطانیہ کے اعلانات اور وعدوں کو نئے نئے لباس میں ڈھالتے ہوئے آج تک برطانیہ نے سامراج ان ہی کی بدولت قائم رکھا۔ کنیڈا، آسٹریلیا، ساؤتھ افریقہ، کیپ کالونی، آئرلینڈ، ایشیہ، نیپالی، نیوزی لینڈ، دغیرہ کو حقوق و کٹوریہ کے اعلان کے بعد اور پہلے دئے گئے اور دئے جاتے رہے ہیں مگر ایک ہندوستان ہے کہ تقریباً تمام انسانی حقوق سے آج تک محروم ہے اور جو کچھ سمون حقوق دئے بھی گئے ہیں وہ نہایت ناقص اور نکتے ہیں! مگر عرصہ سے چونکہ ہندوستانیوں میں رد و بروز بیداری پیدا ہوتی جاتی ہے اور ہندوستانی ظلم و ستم کا آواز امریکہ، روس، جاپان، چین اور دیگر ممالک میں بکثرت پھیل چکا ہے اس لئے ان کو نظر آنے لگا ہے کہ اب ہندوستان مثل سابق غلام نہیں رہ سکتا لہذا ہندوستانی خون ہونے اور اپنے ہر رخاد کو قائم رکھنے اور جاری کرنے کے لئے نئی نئی صورتیں اور نئی نئی اسکیمیں عرصہ سے سوچی گئیں اور سوچی جا رہی ہیں، انھیں میں سے یہ اسکیم پاکستان بھی ہے جس کا سرخیہ اور ضلع وہی برطانوی ڈپلومیسی کی تحصیل ہے۔

۱۹۴۷ء میں جبکہ ہندوستانی ڈیلی گیٹ انگلستان میں دوسری رائونڈ ٹیبل کانفرنس میں گئے ہوئے تھے یا جانے والے تھے مسلم نمائندوں دغیرہ کے داغ میں ٹوپیوں سے فوہی ندی ڈالی ہے اور وہ زمانہ میں آگسٹورڈ اور کیمبرج میں شائع ہو کر ہندوستانی اسٹوڈنٹ گورکھ کرتی ہے۔ مسلمانوں کے وہ نمائندے جو کہ بیگ اور مسلم کانفرنس کی نمائندگی کے واسطے سے بھیجے گئے تھے ان ٹوپی ہاد و گروں سے کور ہو کر ان کے دامن میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور جو کچھ نہ کرنا چاہئے تھا کر بیٹھے ہیں۔ اور مسلمان ہند کو ان ٹوپی ہاد و گروں کے قدموں پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ چنانچہ مدینہ منورہ پر دغیرہ ۱۹۴۷ء جلد ۲۱ نمبر ۱ میں لکھا ہے۔

”لیکن ان سب سے زیادہ گروہ طرز عمل ان تعاون کرام کا یہ تھا کہ جب گاندھی جی نے مسلمانوں کے بودہ کے چورہ مطالبات منظور کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا تو ان امتی اور فریب خوردہ حضرات نے اچھوتوں کی حمایت کا بیڑا اٹھالیا حالانکہ ہندوستان کے وہ صرف یہ عہد کہہ سکتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات کی تکمیل کرائیں گے۔ ان سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اچھوتوں کے حقوق کے معاملہ میں بن جائیں۔ ان کا دعویٰ حقوق مسلمین کے تحفظ کا تھا اور ان کا ہرگز یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے کمزور اور بودہ کے گندھوں پر دنیا بھر کی اقوام کے تحفظ کا بوجھ بار کر لیں۔ اس کے سنی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ انھوں نے دانستہ اسلامی حقوق کی راہ میں روڑے اٹھائے۔ اس احمقانہ طرز عمل کی جو قیمت ان کو ملی وہ ان کے طرز بھی زیادہ شرمناک ہے۔ وہ یورپیوں کے ہاتھوں پر بک گئے اور ایک ایسے محضر غلامی پر دستخط کر دئے جس میں اپنے مطالبات کا تو کلا گنوٹ ہی دیا گیا تھا مقصد آزادی دمن کو بھی پا مال کر دیا۔ اور غیر ملکیوں کو تجارتی استیلا اور زائد از زائد حقوق آبادی دئے گئے تھے اور مسلمانوں کے لئے چند نشستیں چند ملازمتیں اور چند اعزاز قبول کر لئے۔ اور باب حقوق کا

طرز عمل شروع سے آخر تک عدم تدریج نظر پر غریب است دانی 'دل و دماغ کی بے مائیگی اور ظلمات درزی جہد و مسلکی ایک نہایت المناک مثال پیش کرتا ہے۔ سندرجہ ذیل شہادتیں ملاحظہ ہوں :-

(مدینہ مجبور ۹ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۵۷ صفحہ ۲۰)

ہم کو اسٹیشن پائونیر اور دوسرے خالص اسلامی جرائد نے یہ بشارت کبریٰ سنائی ہے کہ دس کروڑ کے خالص اسلامی سرمایہ سے ایک تجارتی کمپنی قائم کی گئی ہے جو ہندوستان کی تجارتی مصالح کو ترقی دے گی۔ اس کمپنی کا نام ایسٹ انڈیا کارپوریشن لیٹیڈ ہے۔ صدر دفتر دہلی ہے۔ اسٹیشن اور دیگر اینگلو انڈین اخبارات اس کمپنی کا نہایت شاندار الفاظ میں خیر مقدم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد کی دوسری شہادت ملاحظہ ہوں :-

(مدینہ مجبور ۲۱ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۵۹ صفحہ ۲)

گزشتہ اخبار میں ہم نے یہ چیز لکھی تھی کہ ہر ہائینس سرآغا خاں ایک کروڑ روپے کے سرمایہ سے بدیشی پارچہ کو فروغ دینے کی غرض سے ایک کمپنی قائم کرنے والے ہیں۔ اخبار الامان سے اب معلوم ہوا ہے کہ نہ صرف ہر ہائینس سرآغا خاں نے بلکہ ملا سیف الدین طاہر صاحب۔ یو راقوم کے مقتدا اور اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے اکثر ممبروں نے دس کروڑ روپے کے سرمایہ سے ایک کمپنی قائم کی ہے جس کا صدر دفتر دہلی ہو گا۔ اس کمپنی کے قیام کے اصل محرک کون ہیں؟ اور اس کے اصلی مقاصد کیا ہیں؟ اس کے صحیح حالات اب تک صیغہ راز میں ہیں۔ تاہم اس کے قیام پر اس خط سے کسی قدر روشنی پڑتی ہے جو سٹرلچوننج مالک متحدہ نے کسی مستفسر کے جواب میں لندن بھیجا تھا اور اتفاقاً سنڈے گرافک کے ہاتھ پڑ جانے سے شاخ ہو گیا۔ اور اسی غرض سے ہم اس خط کا متن ذیل میں درج کرتے ہیں۔

دہلی سے ہندوستان کی صورت حالات قابو سے باہر ہو رہی ہے۔ ہم نیم پارلیمنٹری حکومت کا معنی وعدہ کر چکے ہیں جو برطانوی افسران کے بغیر نہیں چل سکتی۔ برطانوی افسر زیادہ عرصہ تک نہیں رہیں گے۔ سول سروس کے تمام شعبے یہاں تک ہندوستانیوں سے بھروئے گئے ہیں یا بھرے جا رہے ہیں کہ آئندہ چند سال میں ان میں ڈھونڈنے سے بھی انگریز کا نام نہیں ملیگا۔ میں ان حالات میں ہندوستان کے مسئلہ کا ایک ہی حل دیکھتا ہوں کہ اُسے ہندو اور مسلمان حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، آرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا تنازعہ ختم کرنے کے لئے ۳۵ سال کی سلسل پارلیمنٹری جنگ کے بعد ایسا ہی کرنا پڑا تھا!

ہندوؤں نے ہمیں ہندوستان کے ساتھ کاروبار کرنے سے روک دیا ہے اُسے ہمیں مایہ صاف کر دینا پڑا ہے تاکہ کاشتکار زندہ رہ سکیں۔ یہ ایک نہایت ہی یاس انگیز صورت حالات ہے اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس تعفن کو پھیلنے سے روکا جائے اور قدرتی تقسیم کے مطابق ملک کے حصے کر دے جائیں۔ اگر ہندو کاروبار تجارت نہیں کریں گے تو ہمیں کی جگہ کراچی شہر تجارتی بندرگاہ کا کام دے سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مزید ۲۵ یا ۳۰ سال کے لئے ہندوستان پر ہمارا اثر و اقتدار قائم رہے۔ اب برطانوی حکومت کے پُرانے طریق کار کی طرف عود کرنا ناممکن ہے۔ ہمارے پاس اب کارکن اصحاب موجود نہیں ہیں! اب ہم درمافی کو قائم نہیں کر سکتے۔ نیز ہم نے اپنا کام بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں ریلیں اور نہریں وغیرہ قائم ہیں۔ اب اُسے ایسا طرز حکومت دیدو جو اس کے لئے سوزوں اور قدرتی ہو۔ لیکن جب تک ہندوستان میں ہمارا اثر و اقتدار قائم ہے۔ ہمیں تحریک متقاطعہ کو پورے زور سے روکنا چاہیے۔ فوزیزی کو روکنے اور دیاوسی ہندو سسٹم کا سد باب کرنے کے لئے ہمیں کراچی اور دہلی سے کام شروع کرنا چاہیے! جہاں دنیا کی ایک بڑی سلم طاقت قائم ہوگی۔ ہم خواہ کچھ کریں یہ ہو کر رہے گا!۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اُسے جلد از جلد معرض مل میں نہ لائیں۔ اور

اُس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں۔ جب بحیرہ فردین اور بحیرہ روم کی طرف وسیع ملکوں کا خیال جائے تو بڑے بڑے اسکاٹل نظر آتے ہیں!

مدینہ منورہ، ستمبر ۱۹۳۲ء، جلد ۲۰، نمبر ۶۹ نے بھی کرائیکل کے خاص نامہ نگار تقسیم لندن کا مقالہ مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا گیا۔
 ”ہندوستان کو ہندو ہندوستان“ اور ”مسلم ہندوستان“ میں تقسیم کرنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے تاکہ اس کے بعد ہمیشہ ہندوستان میں جھگڑا ہوتا رہے۔“

سزر جان گنتر امریکن ”کامن سینس“ اس کی انبار میں طویل مقالہ لکھتی ہے جس کا اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔
 ”اس برطانوی جلیج باہمی کھیل کا نتیجہ پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دو عظیمہ فیملی ریاستوں کا نام ہے جن کے درمیان باقی تمام ہندوستان پولینڈ کے کارپیدور (خانے والے رائے) کی طرح رہ گیا۔ ابھی تک تو ذمہ دار مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی ہے لیکن اگر اس ایکٹ پر عمل کیا گیا تو ہندوستان میں بھی بلقان بن جائے گا جہاں خانہ جنگیوں کا غیر منظم سلسلہ شروع ہو جائے گا۔“

(مدینہ منورہ، ۹ جون ۱۹۳۲ء، نمبر ۴۳، جلد ۲۲)

مندرجہ بالا شہادتوں سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) پاکستان اور تقسیم ہندوستان (مسلم ہندوستان اور ہندوستان) لاہور کے لیگ کے اجلاس ۱۹۳۱ء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے کی پیداوار ہے۔ ہاں! ہندوستان میں اس کی شہرت لیگ کے اس اجلاس سے ہوئی ہے!
 (ب) جو دھری رحمت علی صاحب مہجوں نے ۱۹۳۳ء میں پاکستان کے متعلق بنام ”پاکستان“ نیشنل مومینٹ اور ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب حیدر آبادی اور دوسرے مصنفین سب کے سب اُسی چشمہ سے مستفید ہوئے داسے ہیں جن کا منہج ٹوڈی انگریزوں نے ۱۹۳۱ء میں یا اس سے پہلے بنایا تھا! اور جسکو اوائل ۱۹۳۱ء میں لندن میں نشوونما کی نوبت آئی۔

(ج) یہ ایکٹ ”تقسیم ہندوستان“ اور علاقہ جات ہندوستان اور مسلم ہندوستان کسی مسلمان ہندوستانی کے داغ سے نہیں ہوئی ہے اور نہ لیگی داغ سے اس کا ظہور ہوا ہے بلکہ اس کا ظہور برطانوی اور ٹوڈی برطانوی دماغوں کا رہین منت ہے!
 سے کارخانہ تست سک افشانی! آنا ماسکٹاں
 از غلط قہمت با ہوئے حق نہ سادہ اند

(د) یہ ہندوستان کی تقسیم صرف برطانوی مفاد کی غرض سے کی گئی ہے۔ کیونکہ ہندو برطانوی مصنوعات اس کی تجارت کا بائیکاٹ اور مقاطعہ کر رہا تھا اور اس ایکٹ کو سب قوت زیادہ تر موثر بنانا چاہتا تھا۔ تاہم اس کی نیت یہ ہے کہ برادری مصنوعات کو ایک قلم ہندوستان میں نہ آنے دے اور یہی ”درا“ وغیرہ سے ایسی مصنوعات کا داخلہ اور تجارت بند کر دے یا اُن پر اتنا بھاری ٹیکس لگا دے جو باہر کے مصنوعات کو بیگانہ مصنوعات سے بہت زیادہ گراں کر دے جیسا کہ انگلستان نے ہندوستانی مصنوعات اور تجارت سے کیا تھا۔ یہ ایکٹ یقیناً ہندوستان کے عوام کی زندگی اور بھلائی کے لئے اشد ضروری ہے۔

(۵) ۱۹۳۱ء میں مسلم ٹائمنڈوں کے لندن میں جانے سے پہلے یا بعد میں کوئی خفیہ پکیٹ ہوا ہے یا ہونا قرار پایا ہے جس میں مسلم ٹائمنڈوں کی طرف سے اطمینان حاصل کیا گیا ہے کہ وہ مسلم ہندوستان (پاکستان) میں برطانوی مصنوعات اور ان کی تجارت کو برقرار رکھیں گے اور اپنے ساحلی بندوں، کراچی اور کلکتہ کو برطانیہ کی تجارت گاہ بنائیں گے اور دہلی انس کا مرکز ہوگا۔ (اینول ریسرچ سلسلہ ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۱ میں ہے)

”لندن کے بعض ٹائمنڈوں نے اشارہ کیا تھا کہ ان لوگوں (فرقہ دار لیڈروں) نے برطانیہ کے ٹوری لیڈروں سے خفیہ سازش کرنی تھی جن میں تاز ٹوری لیڈر، لارڈ لائٹ، لارڈ نیفرڈ، اور لارڈ سڈھم اور دوسرے لوگ تھے۔“ (نیز ریویو ٹریک نمبر ۱۹۳۱ء کو تار دیتا ہے)

”علوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے تحفظات سے احتیاط کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے قدامت پسند انگریزوں سے یہ خفیہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے تحفظات منظور کرائیں گے۔ جو برطانوی اقتدار کو قائم رکھیں گے۔ اور کنزرویٹو انگریز مسلم مطالبات کی حمایت کریں گے۔“ (مدینہ مجوزہ ۵ نومبر ۱۹۳۱ء جلد ۲ نمبر ۷۹)

نیز اخبار سنی کرنگل کا خاص نامہ نگار نے لندن خبر دیتا ہے۔

شہنشاہیت پرست برطانوی مدبرین کو جب گاندھی جی کے نرم رویہ سے گاندھی جی اور دالیان ریاست کو لانے میں ناکامی ہوئی تو اب وہ مسلمانوں کو اپنے مقصد کا آلہ کار بنا رہے ہیں۔ انھوں نے مسلمان مندوبین کو اس لئے متقاعد کیا ہے کہ وہ کامل آزادی کے حصول میں گاندھی جی کو ناکام کر دیں۔“ (مدینہ مجوزہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۶۹)

(۶) پاکستان کا بنانا اور اس کی تجویز کانگریسی حکومت کے قیام اور اس کے مظالم مشہورہ سے پہلے ہی قرار پائی ہے۔ مظالم کانگریس کو اس کا باعث قرار دینا محض عوام کو بھڑکانے کے لئے ہے۔ کانگریس کی حکومت ۱۹۳۶ء کے اواخر میں شروع ہوئی ہے اور پاکستان کی پیدائش ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے ہوئی ہے اور اس کا ظہور بلکہ اس کا پردہ گندہ ۱۹۳۶ء سے جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام پبلشٹ نمبر ۱۹۳۶ء لیژن سلسلہ مقالہ (ایس۔ وی۔ پاکستان) میں ہے۔

”پاکستان صوبوں کے اسمار سے تردید نہیں لیکر بنایا گیا ہے۔ پنجاب سے ’پ‘ شمالی مغربی صوبوں سے (جس کے سینے والے خصوصاً افغانوں) ’ا‘ اکثر کے ’کات‘ سندھ سے ’س‘ اور بلوچستان سے ’ب‘ ان خطوں کا نام ۱۹۳۶ء میں چودھری رحمت علی بانی پاکستان نیشنل فرنٹ نے ’پاکستان‘ تجویز کیا۔ الخ“

اور اس پر لاہور ٹریبون ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء اور لاہور ایسٹرن ٹائمز ۲۰ جون ۱۹۳۶ء اور اسٹیشنری دہلی سورج ۳ اگست ۱۹۳۶ء اور ۴ اگست ۱۹۳۶ء میں مسلسل بحث اور تنقید ہوئی اور اس تجویز کو حکومت برطانیہ اور ان صوبوں کے ہندوؤں کے لئے خطرناک دکھایا گیا۔

(۷) مسلم اقلیت کے صوبوں کے مظالم کو اس کا سبب قرار دینا۔ (دیکھو انسائیکلو پیڈیا مذکور) اگرچہ پایہ ثبوت کو چوبیس بھی نہیں مٹا

غفل اور غفلت سیاست ہے! (ادلا) اگر ان مظالم کے سبب سے پاکستان بنایا جا رہا ہے تو انھیں صوبوں میں مستقبل کے تحفظ کی کوئی راہ نکال

7A جاتی تھی کہ وہ سو ہے اس کی وجہ سے اور خطرہ میں ڈال دے جائیں اور مسلم اکثریت والے سبوں کے تحفظ پر زور دیا جائے (ثانیاً) اگر واقع میں یہ اسباب ہو سکتے ہیں تو یہ امر کتنا بعد اوقع ہے پاکستان کی ایکم تو پہلے ہی سے بن چکی ہے اور اپنے منبع سے روانہ ہو کر زخا دیگ اور مسلم کانفرنس کے قلوب میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ (ثالثاً) یہ نظام بطور دعوتِ فرضی بنائے گئے ہیں یا قصداً اُن کو اٹھوایا گیا ہے تاکہ حوام کے جذبات کو ابھارا جائے اور اپنی سابقہ غداری یا غلی پر پردہ ڈال دیا جائے اور کانگریس کو بدنام کیا جائے اور لوگوں میں متفرق پیدا ہو۔ ان نظام کے اثبات کے لئے بابور اجندہ پر شاد مولانا ابوالکلام آزاد پندت جواہر ل نہرو اثبات و تحقیق کا مطالبہ بذریعہ چیف جسٹس اور ججان فیڈرل کورٹ وغیرہ بار بار کر چکے ہیں مگر سر جینا وغیرہ نے رائل کمیشن پر ہی تھول کر دیا اور پھر اس کیلئے کوئی وزنی اور موثر عمل کرنے سے قاصر رہے۔

سرمجان گنتھرا اپنے آرٹیکل میں لکھتی ہے۔

”۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے میں اور میرے شوہر سرمجان گنتھرا دونوں ہندوستان میں مسلم لیگ کے میڈر سر جینا سے بچنے کے موقع پر تین گھنٹہ تک گفتگو کی۔ ہم نے اُن سے پوچھا کہ آپ میں کوئی واضح اور قطعی مثال ان شکایتوں کی بتائے جو مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگریس سے ہیں؛ مگر وہ کوئی مثال پیش نہیں کر سکے۔ ۱۹۳۲ء میں سر اسٹیفورڈ کریس نے بھی اُن سے یہ سوال کیا لیکن اُس وقت اُنھوں نے جواب دیا اور ایک شکایت بیان کی۔ کریس صاحب نے ذاتی طور پر تحقیق کرنے کا اظہار کیا تھا مگر بعد کو اُنھوں نے نیویارک میں اس کی اطلاع دی تو اُس میں اُنھیں کوئی اصلیت نظر نہیں آئی۔ اس کے بعد ستمبر ۱۹۳۲ء میں ہر برٹ سٹیموز نے لکھا کہ مسلم لیڈر (اُنھوں نے سر جینا کا نام نہیں لیا) کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں سے نکلے ہیں۔ ’جلاخ‘ انتہائی پالاک اور خشک قانون دان آدمی ہیں۔ کبھی وہ انڈین نیشنل کانگریس کے سرگرم ممبر تھے مگر پھر انھیں اپنی نئی خواہشات اور حوصلہ مندوں کے لئے برطانویوں کے پیش کردہ مواقع میں بہ نسبت ایتنا ریشہ کانگریس کے زیادہ ترقی نظر آئی۔ گرچہ اسلام ازم کی تمام بحث و گفتگو کے باوجود وہ ایک اچھے ہندوستانی قوم پرست اور محب وطن انسان ہیں۔ اگر برطانوی اُن کے ساتھ کھیل لیتے ہیں تو وہ بھی برطانویوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔“

(مدینہ مجوزہ ۹ جون ۱۹۳۳ء)

برڈنیر کیپٹن ’بن کو اسٹورڈ‘ کی طرف سے ۱۹۳۲ء میں ہندوستانی مسائل کی تحقیق کے لئے بھیجا گیا تھا اور وہ تحقیقات ختم کرنے کے بعد سر اسٹورڈ کریس کے علاوہ شیران کے رکن ہو گئے تھے۔ اپنی یادداشت کے ساتویں باب ڈسٹرکٹ اور ڈیوٹین میں لکھتے ہیں۔

”پیر پورہ رپورٹ میں سندہ بہ اور دیگر داستانہاے نظام جو کانگریس و ذرا توں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ میں نے سر جینا سے ان کے سلسلہ میں جس قدر گفتگو کی میں سمجھتا ہوں کہ وہ ان کو یا کانگریس کی اسلام دشمنی روشن کو نہیں ثابت کر سکے!“

(۳) یہ ایکم اس لئے بنائی گئی ہے کہ برطانوی اقتدار ہمیشہ ہندوستان پر یا کم از کم مسلم ہندوستان (پاکستان) پر قائم رہے۔ ہمیشہ سے ہی اصول برطانیہ کا ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کام کرتا ہے اور یہی اصول اب تک اُس کی حکومت کے بقا میں کارآمد ہوا۔ یعنی ’ڈولوائڈ اینڈ رولڈ‘ ’لاؤ اور حکومت کرو‘ اگر ہندوستان کے دو کڑے جو بھائیں گے تو برطانیہ کو آپس میں لڑائے اور پھر ویدھری بن کر اُن کے تحفظ کے بیان سے حکومت کرنے اور دولت کے دباؤ کے تحت کی طرف جہانے کا موقع ہاتھ آئے گا۔ مگر ایک فیڈریشن ہونے کے وقت میں ہندوستان برطانیہ سے بالکل بے نیاز ہو گا۔ جس سے صلح کرے گا یا جنگ کرے گا وہ برطانوی طاقت ہوگی اُس میں برطانیہ کی جو دھرا ہڈی کی ضرورت نہ ہوگی نہ امن و امان کے جہانہ سے اُس کو مداخلت کرنے کا موقع ہو گا۔

ڈاکٹر سراقبال مرحوم اپنے خطبہ اجلاس لاہور ۱۹۳۳ء میں فرماتے ہیں۔

”لیکن حکومت برطانیہ کا موجودہ رویہ منظر ہے کہ وہ ہندوستان میں غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے عامل رہنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور بالواسطہ گویا ہندوستانی اقوام یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک فہم کی خانہ جنگی کی طرف لے جا رہی ہے جو محض اس غرض سے انگریزوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کو سہولت کے ساتھ قائم رکھ سکیں۔“

چنانچہ سٹرجینا کا مندرجہ ذیل بیان اس پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے!

نئی دہلی۔ ۲۹ فروری ۱۹۳۳ء نیوز کرائیکل لندن کی دعوت پر سٹرجینا نے پاکستان کے مسئلہ پر مندرجہ ذیل بیان دیا ہے!

”اگر یہ برطانوی حکومت ملک کے دو ٹکڑے کر دے تو ضرورے عرصہ کے بعد جو ۳ ماہ سے زیادہ ہوگا ہندو لیڈر خاموش ہو جائیں گے۔ اور جب تک دونوں ٹکڑے آپس میں اس سے نہ رہیں تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے۔ اس صورت میں مصر کی طرح کم از کم ہم اندرونی طور پر تو آزاد ہوں گے۔“

آج بھی اصولاً صوبوں میں پاکستانی حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت قائم ہیں اور ہندو وزیران میں کام کر رہے ہیں۔ پاکستان کی قائی میں ۲۱ ملک ہندوؤں کے زیر اثر ہوگا اور ۱۱ مسلمانوں کے نیز پاکستان کے قائم ہونے سے دائی اس کی اُسید ہے:

(مدینہ مجوز نمبر ۱ جلد ۲۲ سورفہ ۵ رارج ۱۹۳۳ء)

اس بیان پر ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدر آبادی جو کہ پاکستان کے بہت بڑے حامی اور اس کے متعلق مفصل کتاب لکھنے والے اور ایک عرصہ تک

لیگ کے ذمہ دار عہدہ دار رہے ہیں فرماتے ہیں:

”حیدرآباد۔ ۴ مارچ ۱۹۳۳ء ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے سٹرجینا کے اُس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جو انھوں نے نیوز کرائیکل کے نمائندہ کو دیا ہے فرمایا کہ

”اب مسلمانوں کو دیکھنا چاہیے کہ اُن کے قائد اعظم اُن کو کدھر لے جا رہے ہیں میں اتنا ہی سے جانتا تھا کہ سٹرجینا پاکستان کیلئے سنجیدہ نہیں ہیں! اب اُنھوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ قطعی آزاد پاکستان کے خواہشمند نہیں ہیں! وہ دائی ملک کے بغیر ایک ایسی ریاست کے خواہشمند ہیں اور چاہتے ہیں کہ زیر سایہ برطانیہ ایک طویل مدت میں یہ ملائے مصر کی حیثیت تک پہنچ جائیں جو قانونی طور پر تو آزاد ہے مگر اپنے ہر کام میں برطانیہ کے چشم دابر و کانٹنٹر ہے۔ اُنھوں نے کراچی میں تقسیم کردہ اور ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ لگایا تھا مگر اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے اُن کا مقصد تقسیم کردہ اور رہو تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی طاقت ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ رہے اور دفاع اور خارجی مسائل کی مالک بنی رہے۔ یہ ہے سٹرجینا کی آئینی ترقی کے متعلق نظریہ۔ کیا کوئی انگریز اس کے لئے اُن کا شکریہ ادا کرے گا؟ میرے خیال میں برطانوی رجعت پسند بھی اس ایسی پراسوس ظاہر کریں گے۔ برطانیہ نے کرس ایلیم کی رو سے وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو متحدہ طور پر یا علاقوں کی تقسیم کے بعد مکمل آزادی حاصل ہو جائیگی۔ بجائے اس کے کہ سٹرجینا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسری جاعتوں سے اتحاد کرتے وہ موجودہ غلامی پر ہی قائم ہیں! کیا مسلم لیگ کے نام مبران اس روش کی تائید کریں گے! (اقبل بسوی جلد ۱، ۶ رارج ۱۹۳۳ء)

مشرعینا نے اپنے اس بیان میں وہ بات کہی ہے جو رحمت پسند انگریز بھی کم از کم اپنے منہ سے نہیں کہتا خواہ اس کی نیت میں کتنا ہی خیر کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر عبداللطیف صاحب یہ کہنے میں قطعاً حق بجانب ہیں کہ مشرعیان کی اس روش کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ پاکستان کے بارے میں کبھی سنجیدہ تھے ہی نہیں وہ جو چیز چاہتے تھے یا ان کا دماغ جو اسلامی ریاست یا اسی کے ساتھ جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ غیر پاکستانی علاقوں کی آزاد ہندوستانی ریاست نہ تھی بلکہ وہ انگریز کی غلامی میں ایسی ریاستوں کا خواب دیکھ رہے ہیں جن کی حیثیت تقریباً وہی ہے جو ہندوستانی ریاستوں کی ہے اور ایک مدت مدید کے بعد بھی (جس کا فیصلہ یاد رہے کہ انگریز ہی کریگا) ان کی حیثیت مصر کی ہو جائے جسے باوجود اپنی آبادی کے ہر کام میں برطانیہ کے اشارہ چشم و ابرو کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔

ہر حال ایک لحاظ سے بہت اچھا ہوا کہ مشرعیان نے سالہا سال کے بعد سہلی بار مغربی کے ساتھ بتا دیا کہ 'پاکستان' کے متعلق ان کا اپنا تخیل کیا ہے؟ اب مسلمانوں کو عام طور پر اور ان مسلم لیگی حضرات کو خاص کر جو مشرعیان کی ہر بات پر "آمنہ و صدقہ" کا نعرہ بلند کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ مشرعیان انہیں کدھر سے جارہے ہیں؟ کیا یہی وہ چیز ہے جو ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا انتہائی نظر ہونا چاہئے؟ اور کیا مسلم لیگ کی دہ "نشاۃ ثانیہ" جس کے ساگ اوتے مسلم لیگی حضرات کی زبانیں نہیں تھکتیں اسی مقصد عظیم کے لئے ہے؟ اگر اس کا جواب ملتی ہے تو میں اس پوری تنظیم اور اس کے مقصد و دونوں پر فاقہ پڑھ دینا چاہئے اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہہ دینا چاہئے کہ اگر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان اب بھی اسی چکر میں رہیں جس میں مشرعیان اور ان کے ساتھی انہیں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کا بس اللہ ہی حافظ ہے کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان خود بھی برطانیہ کا غلام بنا رہے اور اپنے ساتھ اپنے دوسرے کروڑوں ہوموٹوں کو بھی غلامی پر مجبور کر دے!! ہمیں امید ہے کہ مسلم لیگیوں کا سنجیدہ طبقہ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا اور کچھ عکاسی کا وہ آفران چیزوں کو کب تک برداشت کریں گے؟ فیو مسلم لیگی خواہ کچھ سوچیں اور کچھ کریں ہیں تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمانانہ کی زندگی میں وہ نئی بات ٹھہری اب قریب آئی جاتی ہے جب حالات انہیں اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور اس میں تبدیلی کریں۔

دعا، برطانیہ کے یہ ٹوری حضرات اس طریقہ سے ہندوستان کو کمزور کر دینا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اس میں اتنی طاقت پیدا ہو کہ وہ انگلستان اور دیگر یورپین ممالک کو آنکھیں دکھانے لگے اور ان کا حربہ بن جائے۔ تقسیم کی شکل میں اول تو اس کو داخلی جھگڑوں میں مبتلا ہونا پڑے گا اور پھر دونوں ٹکڑوں (پاکستان اور ہندوستان) کے آپس کے جھگڑوں میں جنس جانا پڑے گا۔ جس کے نتیجہ میں انتہا درجہ کمزور ملک بن جانا پڑے گا۔ ہاں اگر اس کام کو مزمن ایک ہی ہو جائے تو یقیناً تھوڑی ہی مدت میں وہ ایسی عظیم الشان طاقت بن سکتا ہے جس کا تقاضا آسانی کوئی یورپین طاقت ہی نہ کر سکے گی۔

چنانچہ یونر کرائیک لندن کے فائینڈے نے اپنے سوالات میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے۔

"س" لیکن یہ کس طرح ایک پسندیدہ صورت ہو سکتی ہے کہ ملک کو دو جھٹوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے جس سے وہ بیرونی حملوں کا شکار ہوا؟ نیز ایک سوال حسب ذیل تھا۔

"لیکن خانہ جنگی ہونا۔ یقینی ہے۔ آپ ایک ہندوستانی المشرع قائم کریں گے جس پر آگے چل کر ہندو لوگ توجہ دے

ہندوستان کے نام پر لگن ہے کہ حملہ کریں"

نیز ایک سوال یہ تھا۔

مشرعین اور ڈاکٹر عبد اللطیف کے اس بیان سے متعلق متنبہ لکھتا ہے۔

”مشرعین کے پاکستان کی آزادی کا تصور بقول ڈاکٹر عبد اللطیف اس سے آگے نہیں بڑھتا کہ رفتہ رفتہ دھڑکی موجودہ حیثیت کو بچھ جائے اور دھڑکی موجودہ حیثیت کیلئے؛ مشر دلی جیسے ہوشمند اور باخبر مدبر اور سیاست دان کی زبان سے نکلے۔ آپ نے اپنی مشہور اور تازہ ترین ”ایک دنیا“ میں لکھا ہے کہ معر نام ملی اغراض کے لئے برطانوی سفیر سر ہائس لیس کا محنت ہے۔ اس کی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ مشر جینا چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان بھی ان بالا دستی کے تحت سے بہرہ مند ہوں“ (مدینہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۵ء نمبر ۱۹ جلد نمبر ۲۳)۔

اجل پٹی مورخہ، راجی ۱۹۴۵ء میں اپنے ایڈیٹوریل میں حسب ذیل بیان دیتا ہے!

مسلمانوں کے لئے لکھنؤ! مسلم لیگ کے قائد اعظم مشر جینا نے لنڈی اخبار یوز کرائیکل کے نمایندہ کو جو رحمت پسندانہ بیان دیا ہے۔ ہم اس سے قبل تبصرہ کر چکے ہیں۔ اس بیان میں پاکستان کے بارہ میں مشر جینا اور انھیں کے ساتھ پوری مسلم لیگ کی (کیونکہ اس کے کرتادھرتا مشر جینا ہی ہیں) اپوزیشن کو مدد درجہ مضحکہ خیز بنا دیا ہے۔ اور درحقیقت انھیں بے نقاب کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس بیان پر ڈاکٹر عبد اللطیف کی تنقید ہے جو انھوں نے اسی بیان سے متاثر ہو کر کی ہے ڈاکٹر عبد اللطیف ان لوگوں میں نہیں ہیں جنھیں پاکستان کا مخالف کہا جاسکے بلکہ وہ تو اس بات کے مدعی بھی ہیں کہ پاکستان کا نیلا انھیں نے پیٹے پیش کیا۔ اور پھر یاتندہ بی منطقوں میں ہندوستان کے متعلق ایک اسکیم کے قریب بھی ہیں۔ جسے انھوں نے اپنی ایک تصنیف میں پیش بھی کیا ہے جہاں ایک ایسا شخص بھی مشر جینا کے طرز عمل پر اتنی سخت تنقید کرتا ہے جتنی کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کی ہے تو اسے محض سیاسی مخالفت کی بنا پر قرار دیکر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب نے جو باتیں کہی ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ انھوں نے جو اعتراضات مشر جینا پر کئے ہیں وہ مشر جینا کے بیان کی روشنی میں حوت بہ حوت صحیح ہیں۔ ڈاکٹر عبد اللطیف کہتے ہیں کہ۔

مشر جینا نے کراچی میں نہایت جلد آہنگی سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ انگریز ہندوستان کو تقسیم کر کے یہاں سے چلے جائیں مگر اس سے ان کا مقصد نہیں تھا جہاں الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان کا مقصد اس کے خلاف یہ تھا کہ انگریز ہندوستان کو ہندو مسلمانوں میں تقسیم کریں اور پھر بھی یہاں رہیں اور میں بھی تو اس طرح پر کہ مشر جینا اور اکی لیگ کے مجوزہ پاکستان اور ہندوؤں کے قبضہ کے ہندوستان دونوں پر انگریز ہی مسلط رہیں کیونکہ فوج اور امور خارجہ پانچوں کا قبضہ رہے۔ نیز ان دونوں ریاستوں کے جنھیں ممکن ہے مشر جینا اور ان کے ساتھی اپنا بھی خوش کرنے کے لئے آزادی چاہیں، چودھری بنے رہیں اور جب تک ان دونوں ریاستوں کے آپسی تعلقات اس طرت پر طے نہ پا جائیں جس سے انگریز بھی مطمئن ہوں انگریزوں کی ہندوستان میں مداخلت کا سلسلہ جاری رہے۔

یہ باتیں ڈاکٹر لطیف نے اپنی طرٹ سے مشر جینا کی طرٹ منسوب نہیں کی ہیں اور نہ ہم اس میں کچھ اضافہ اپنی طرٹ سے کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ باتیں پوری وضاحت کے ساتھ مشر جینا کے بیان میں صاف الفاظ میں موجود ہیں۔ اس بیان نے واضح کر دیا کہ مشر جینا کے ذہن میں ہندوستان کی آزادی کا یا تو سب سے تصور ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ ایسی آزادی ہے جس سے کوئی خود دار ہندوستانی خواہ وہ متحدہ ہندوستان کا حامی ہو خواہ تقسیم ہند یعنی پاکستان کا ہی نہیں کہ مطمئن نہیں ہو سکتا بلکہ بلاشک و شبہ مضطرب اور پریشان ہو گا۔

اگر اس وقت انگریزوں نے یہ عذر کر کے ہندوستان کو چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات

اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہمسایہ کے طور پر رہ سکیں تو پھر کیا ہو گا؟

نابینہ و نیوز کریٹیکس کے سوالات میں یہ تینوں سوالات واقعات کی روشنی میں ہیں اور نہایت صحیح ہیں۔ سر مہنا کے جوابات ہرگز اطمینان بخش

نہیں ہیں اور نہ واقعات اور حقائق پر مبنی ہیں۔ چنانچہ پہلے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

”میں یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ ہندوستان کو جبری طور پر متحد و یکو کر زیادہ محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے بیرونی حملوں کا شکار ہونے کے زیادہ امکانات ہیں کیونکہ ہندو مسلمان کبھی ایک نہیں

ہوں گے بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ دست بگیاں رہیں گے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی ایسا مجموعہ

ناممکن ہے جس سے مسلمان ہندوؤں کا ساتھ بطور ایک وحدت کے یا ایک دفاق کے اندر رہنے پر تیار ہو سکیں، نیوفاؤنڈ

لینڈ سے مکمل آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر یہ مختصر سا ملک کناڈا کے قریب میں ہوتے ہوئے بھی عظیمہ اپنے پیروں پر کھڑا

ہو سکتا ہے تو یقیناً پاکستان بھی جس کی آبادی سات آٹھ کروڑ یعنی برطانیہ کی آبادی سے دو گنی ہے تنہا ترقی کی منزل پر آگے

بڑھ سکتا ہے۔“ (اجل می ۲، مارچ ۱۹۴۷ء)

تعب کی بات ہے کہ سر مہنا کس طرح اس جواب میں تاریخ اور واقعات اور صحیح امکانات پر مہول ڈال رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ

اٹھارہ دیکھئے! کس طرح قریباً تین ان میں خونریزی اور دشمنی کے انتہائی درجہ مظاہر ہوتے رہے ہیں مگر کیا برطانیہ اور امریکہ میں یہودی قوم اپنے اعلیٰ پیمانہ

کے سرمایہ اور خوش حالی کے ساتھ ’کامن ویلتھ‘ میں بسر نہیں کر رہی ہے، اور کیا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے حاصل کر کے ’فائٹنگو‘ اور ’ریڈنگو‘

وغیرہ کی صورت میں برٹش ایمپائر کی امداد و اعانت نہیں کر رہی ہے؟ نیز کینیڈا اور جنوبی امریکہ کے ہنسے و سسے، کیا مختلف نسلوں و مختلف اقوام و

مذہب و اسے نہیں ہیں؟ اگر یہ سب ایک دفاق میں شریک ہو سکتے ہیں، حالانکہ زمانہ سائے سابقہ اور لاحقہ میں ان میں سخت عداوتیں ظہور پذیر

رہی ہیں تو کیا ہندوستان کے باشندے مستقبل قریب میں ہندوستانی کامن ویلتھ (دولت مشترکہ) کے اجزا نہیں ہو سکتے؟!!

سر کیا اور تفصیلاً کہ چرا کہ جاریہ کے داغستانی، وغیرہ اور پھر اسے روس اور سائبیریا کے ’قرق‘ (کالک) اور شہروں کے بنے

والے ’فازانی‘ یہ وہ باد مسلمان قومیں میں جن کی اور مرث انھیں کی مدد سے متحدہ روس کی جرمن کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی ہے۔ یہ

سب اپنے اپنے صوبوں کی داخلی آزادی کے ساتھ ساتھ ہی کامن ویلتھ اور متحدہ حکومت میں داخل اور شریک ہیں حالانکہ زمانہ سائے سابقہ

میں جو جو خونریزیاں اور جنگ و جدال آپس میں پیش آئے ہیں۔ ان سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں! خود ہندوستان

میں انگریزوں سے پہلے غلیہ دولت مشترکہ اور دفاق میں اور ہندو اور مسلمان ریاستوں میں ہر دو قومیں انتہائی اتفاق و اتحاد

کے ساتھ ساتھ صدیوں تک گزر بسر کرتی رہی ہیں، ڈیوایم مارٹنس، اپنی کتاب ”ایشیا میں شششاہیت“ میں لکھتا ہے کہ

سیواچی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کفر مذہبی کہا جاتا ہے، لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں

میں دخل ہونا شروع کیا ان کے یہاں اس قسم کے مذہبی تفرک کا نام تک نہ تھا جسطرح انگلستان اور یورپ کے تقریباً

سب حصوں میں مخلوق کو تباہ کرنا اور رکھنا جاتا تھا، جب آئر لینڈ میں کوئی روہن کیتھولک نہ اپنے بزرگوں کی

جاگیر کا حقدار سمجھا جاتا تھا نہ فوج کا افسر ہو سکتا تھا! جبکہ سوئڈن میں سوائے نو قمر کے معتقدین کے اور کسی عقیدہ کا کوئی شخص لازم نہیں ہو سکتا تھا۔ ٹھیک اُس وقت ہندوستان کے اندر ہر شہر اور شاہی دربار میں ہندو مسلمان عزت اور سرمایہ کمانے میں اور ایک دوسرے سے بازی بھانے میں آزاد تھے۔

لارڈ ولیم بنٹک انگلستان میں ایک کمیٹی کے روبرو پیشہ میں بیان دیتے ہوئے کہتا ہے۔
 ”بہت سی باتوں میں اسلامی حکومتیں انگریزی راج سے کہیں بہتر تھیں۔ مسلمان اُس ملک میں آباد ہو گئے جسے انھوں نے فتح کیا تھا وہ ہندوستانی باشندوں میں گھل مل گئے، اُن میں شادی بیاہ کرنے لگے۔ مسلمانوں نے ہندوستانی غیر مسلموں کو ہر قسم کے حقوق دے اور فاتح اور مفتوح کے مذاق دلچسپی اور ہمدردی میں یکسانیت تھی کہ کوئی فرقہ نہ تھا۔ بخلاف اس کے انگریزی پالیسی اس کے برعکس ہے، اب سر دھرمی، خود غرضی اور بے پروائی ہے جس میں ایک طرف تو قوت کا آہنی پنجھوٹا ہے اور دوسری طرف ہرجیز پر اپنا قبضہ ہے اور ہندوستانیوں کو کوئی دخل نہیں۔“

(الانصار جلد ۲۲ نمبر ۲ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۲۶ء ماخوذ از فارورڈ کلکتہ)

اسی طرح ’سرجان مینارڈ‘ اور دوسرے مؤرخ لکھتے ہیں۔ یہ منافرت انگریزوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور اُن ہی کی خواہش اور پالیسی کے موافق لیگ ہی پر زور کو شش کر رہی ہے۔ یقیناً اگر انگریزی راج کا یہاں سے قاتل ہو جائے اور زعماء لیگ اپنی اس غلط پالیسی کو چھوڑ کر اتحاد و اتفاق کی دن اور رات کوشش کرنے لگیں تو حالت بہت جلد بدل سکتی ہے جیسا کہ تحریک خلافت کے وقت میں مشاہدہ ہو رہا تھا۔ اگر گورنمنٹی طاقتیں اپنی باطنی قوتوں کا استعمال نہ کریں تو یقیناً نہایت زیادہ ہم آہنگی اور خوش گواری قائم ہو جاتی۔ اور اگر واقعیت وہی تسلیم کر لی جائے جو کہ مسٹر جینا ارشاد فرماتے ہیں تو پھر پاکستان کے ہر دو حصوں میں بھی کبھی امن و سکون نہ ہوگا اور نہ وہاں مسلم حکومت قائم رہے گی! وہاں کی فی مدی چالیس بلکہ اس سے زیادہ غیر مسلم آبادی مسلمانوں سے ہمیشہ دست گریاں لگی اور حکومت کو گمنی کے نایج بنایا کرتی رہی۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ سرمایہ دار اور عام مسلمانوں سے بہت سنگین اور تعلیم یافتہ ہے۔ مسلمان عموماً مفلوک الحال اور ہندوؤں اور سکھوں کے مقبوض و محتاج اور رعایا ہیں اور حسب تصریح ’تنظیم‘ اور ’سرسر‘ ۱۶ جون ۱۹۲۶ء اُن پر قرضہ فوٹے کروڑ روپیہ ہے جس کا سود تقریباً ۵۵ کروڑ روپیہ اُن کو دینا پڑتا ہے۔ قرضہ کا سب سے بڑا حقہ کاشتکار مسلمانوں ہی پر ہے اور قرضخواہ عموماً غیر مسلم مہاجن ہیں۔

دوسرے سوال کے جواب میں مسٹر جینا ارشاد فرماتے ہیں۔

”مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ نئے آئین کے تحت مختلف پیدا ہونے والے معاملات کو سلجھانے اور طے کرنے کے لئے ایک درمیانی دور ہوگا۔ جس کے دوران میں اُسود خارجہ اور فوجی معاملات برطانیہ کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اس درمیانی دور کی مدت کیا ہوگی! اس کا انحصار اس امر پر ہوگا کہ کس رفتار سے ہندو اور مسلمان نیز انگریز اپنے اپنے آئین کے مطابق ڈھلتے رہیں۔ بالآخر ہندو اور مسلمان دونوں برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کریں گے جس طرح مصر نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے بعد برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔“

(اجل بیسی ۲ مارچ ۱۹۳۳ء)

اس جواب میں جو غلط کاری مسٹر جناح نے کی ہے اُس کی تفصیل ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کے بیان اور اچل بیسی اور مدرستہ بھوز کی توضیحات میں آچکی ہے مگر ہم ایک اور واضح جزئیات ’انصاری‘ دہلی روزانہ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۳۳ء کے ایڈیٹوریل سے نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔

” لیکن سوال یہ ہے کہ اس درمیانی دور میں برطانیہ ہندوستان کے ان دونوں حصوں کو کیوں نہ ایسی پوزیشن میں ڈال دیں گا کہ وہ کبھی بھی آزاد نظام حکومت کو سنبھالنے کے قابل نہ ہو سکیں؟ اگر اس امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو کیا سرسرجین کی اس تجویز کا مطلب برطانیہ کو یہ صلاح دینا نہیں ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے متحد ہو کر ہندوستان کی آزادی کی تحریک اٹھانے کے امکانات کو پاش پاش کر ڈالنے کے لئے ہندوستان کو ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کرے اور الگ الگ ان کی پوزیشن کو کمزور کر کے ہندوستان کو قیامت تک غلام بنائے رکھے؟ یوزر کرائفل کے نامہ نگار کو بھی سرسرجین کی اس تجویز کو سن کر یہی بات سو بھی تھی جو ہم نے واضح کی ہے۔ چنانچہ اس نے سرسرجین سے دریافت کیا کہ اگر اُس وقت انگریز یہ غور کر کے ہندوستان کو چھوڑنے سے انکار کر دے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہمسایہ کی حیثیت سے اچھی طرح رہ سکیں تو پھر کیا ہوگا؟ سرسرجین کو اس کی کچھ فکر نہیں ہے کہ اُس وقت کیا ہوگا اور برطانیہ ہندو اور مسلمانوں کو الگ الگ غلامی کے چندے میں لٹکائے رہے گا۔ انھیں تو صرف یہ فکر ہے کہ کسی طرح مسلم صوبوں پر مسلم لیگیوں کا راج ہو جائے۔

اختیار مذکور کا یہ کتنا بالکل واقعی اور صحیح ہے۔ برطانوی قوم بالخصوص ٹوریوں اور قدماست پسندوں کی ذہنیت اور اُن کے آئے دن کے بیانات اور ارادے اور اعمال اسی کی شہادت دیتی ہیں۔ سابقہ تجربات صراحتاً اس کے دلائل اور براہین قویہ ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب سرسرجین نے حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے!

”ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کا امکان نہیں ہے۔ بہر حال اس صورت میں بھی اس سے زیادہ آزادی حاصل رہے گی جو اس وقت ہے۔ ایک جداگانہ قوم اور ایک ڈومنین کی حیثیت سے ہمارے لئے موجودہ تعطل کے مقابلہ میں اُس وقت تک اس کے زیادہ مواقع و امکانات ہوں گے کہ ہم میں اور برطانوی حکومت میں معاہدہ ہو جائے۔“

سرسرجین نے یہ دعویٰ تو کر دیا کہ اس کا امکان نہیں ہے مگر اس کی کوئی دلیل ذکر نہیں فرمائی! انگریزوں کے اس قسم کے کارنامے تاریخی صفحات پر اس قدر مرقوم ہیں کہ اُن کے گنوائے کے لئے دفاتر چاہئیں۔ تعجب ہے کہ سرسرجین اُن تمام معاملات سے چشم پوشی فرما رہے ہیں۔ ایڈورڈ گے لائڈ جارج سرسرجین اور دیگر وزرا برطانیہ کی تاریخیں دیکھے اور سرسرجین کی واقفیت یا نسیان کی رادہ دیکھے۔

اس قسم کی ڈپلومیسیاں سارین برطانیہ کے بائیں ہاتھ کے کھیلوں میں سے ہیں۔ ہم کو اس وقت مولانا محمد علی مرحوم کا مقالہ یاد آتا ہے۔ اُنھوں نے متعدد مرتبہ ذکر فرمایا کہ جبکہ وہ خلافت ڈپوشن میں انگلستان کو ہارے تھے تو پیرس میں بھی گذرے اور وہاں کے ایک مشہور و معروف سیاسی شخص سے ملاقات کی۔ اثناء ذکر میں انگریزوں کی ڈپلومیسی اور فریب کا تذکرہ آیا تو اُس نے کہا کہ میں اور میری قوم (فرنج) ہمیشہ یہ عہد کرتے ہیں کہ آئندہ انگریزوں کے فریب میں نہ آئیں گے۔ مگر غور سے ہی دونوں کے بعد میں اور میری قوم دیکھتے ہیں کہ پھر اُن کے فریب میں پھنس گئے ہیں!

تعجب ہے کہ دنیا کا آلودہ کار پائیکس کی ماہرین قوم تو ان کے دہل اور فریب کا اتنے ندر شور سے اقرار کریں اور سرسرجینا جو صرف قانون کے غایت خشک اصرار پر (بقول سرسرجین گنتقام) اس کے امکان کا بلا دلیل انکار کریں جسے کیر بار ٹوی تو کہتا ہے کہ جنگ دنیا میں ڈپلومٹک آفس موجود ہے دنیا میں امن دلائل قائم نہیں ہو سکتا اور سرسرجین فرماتے ہیں کہ اس کا امکان نہیں ہے! اٹلانٹک چارٹر اور ایسی ایسی سینکڑوں چیزیں موجود ہیں اور سرسرجینا صوبے سے چشم پوشی فرما رہے ہیں یا دانستہ سب کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں۔ اُن کی دوسری باتوں کا جواب کفر عبد اللطیف

اور آج کل کے آرٹیکل میں آچکا ہے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ روزنامہ انصاری مورخہ ۹ مارچ ۱۹۴۳ء کہتا ہے اور صحیح کہتا ہے کہ سسر جینا کو نہ تو ہندوستان کی آزادی کی پروا ہے اور نہ آپکو مسلمانوں کی آزادی کی فکر ہے۔ بلکہ اس وقت تو آپکو صرف اس بات کی دھن ہے کہ کسی نہ کسی طرح انگریز ہندوستان کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے پر مسلم لیگ کا راج قائم کرادیں اور اپنی سنگینوں سے اس مسلم لیگ راج کی حفاظت کرتے رہیں۔ مسلمانوں کو سسر جینا کے اس تازہ اظہار خیال کی روشنی میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے سیاسی ڈھونگ کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے یا انھیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غلام بنانے اور ہندوستان کی دوسری قوموں سے برسر پیکار رکھنے کی ترکیب ہے!

(ی) سسر پلوٹن کے خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ملعون مفادات اور سخوس خود غرضیوں کی بنا پر ٹوری اور رجبت پسند انگریزوں نے معمم ارادہ تقسیم ہندوستان کر کے مسلم لیگ اور مسلم کانفرنسی لیڈروں سے پخت و پز کر لی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خواہ ہم کچھ کریں یہ ہو کر رہیگا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معزز عمل میں نہ لائیں اور اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں۔ یہ قول صاف اس امر پر روشنی ڈالتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ تقسیم ہندوستان صرف انگریزوں کا نکالا ہوا ہے۔ مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کیا جا رہا ہے۔ امنوس ہے کہ مسلمان دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریز اسکی تائید اور حمایت میں پورا اندر لگا رہے ہیں۔ سسر مین لال سیتلواڈ کا وہ بیان جو کہ انھوں نے امریکہ سے واپسی پر ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء میں کراچی میں دیا تھا اس امر پر پوری روشنی ڈالتا ہے۔ اس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

امریکہ کا برطانوی سفارتخانہ پاکستان کے حق میں انگلینڈ میں پفلٹ وغیرہ لڑیچ پھپھوٹاتا ہے اور اسے ہوائی جہازوں کے ذریعہ امریکہ میں مفت تقسیم کرنے کی خاطر بھیجا جاتا ہے اسکے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی کھولی گئی ہے۔ سسر احمد اسکے انچارج ہیں۔ برطانوی سفارت خانہ کی طرف سے انھیں تنخواہ دی جاتی ہے۔.....

(ملاپ لاہور روزنامہ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء جلد ۲۲ نمبر ۲۲۲۲ از ریورٹ)

ہندوستان میں برطانوی حکام کی لیگ کی غیر معمولی حمایت اور سرپرستی اسکی شہادت عادلہ میں جو کہ ہر ایک غور کرنے والے پر عینی نہیں ہیں۔ نیواٹلیسین اینڈ نیشن لندن مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۰ء لکھتا ہے۔

یہ اشکال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لارڈ سٹلنگھون نے مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا۔ مسلم لیگ ایک طاقتور جماعت ہے اور اسکو سسر جینا کی رہنمائی حاصل ہے جو ایک قابل اور سرگرم لیڈر ہیں لیکن اس کو پنجاب، سندھ اور سرحد کے صوبوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے کوئی مقبولیت حاصل نہیں! اور اگر اس وقت کچھ ہو بھی گئی ہے تو کل تک نہیں تھی۔ صوبہ جاتی اسمبلیوں کے انتخابات میں مسلم طبقہ ہائے انتخاب سے جو بھر منتخب ہو کر آئے ان میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونیا لوں کی تعداد جو تھائی سے بھی کم تھی! اور اب اس کا دعویٰ ہے کہ اب کچھ ہینوں سے اسکے بھروسے کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دسٹر کے کی ممتاز سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بگٹی ہے۔ ہم نے سسر جینا کی انتہا پسند روش کو ہندوستان کی مسلمان آبادی جسکو ہم تسلیم کرتے ہیں اصل رائے سمجھنا شروع کر دیا ہے اور سسر جینا اور دوسری

ہندوستانی جماعتوں کے نعروں میں جن میں دوسری مسلم جماعتیں بھی شامل ہیں کسی اتحاد و اتفاق کا ہونا ممکن نہیں ہے۔

(مدینہ منورہ ۱۵ جلد ۳۰ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء)

اسی بیان میں وہ آگے چل کر کہتا ہے۔

”یہ پیشکش غلطی سے ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجہ نو آبادیات عطا کر دیا جائیگا تو ہمیں اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم ستر جینا کو محض اپنا آلہ کار بنا رہے ہیں جو ہر وقت بھونٹے اور ناکارہ عہد نامہ کو بھرک میں اخلاق ذمہ داری سے سبکدوش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تو ہم ایسا نہیں کرینگے اگر ہمارے متعلق یہ شبہات بڑھتے رہے اور ہم نے ان کے دور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم تقسیم کرو اور حکومت کرو کا پُرانا کھیل کھیل رہے ہیں تو اُسکے سنی یہ ہیں کہ ہم مستقبل قریب میں ہندوستان کو کھو بیٹھنے کا خطرہ مول رہے ہیں۔“

ہر حال یہ پاکستان کا ڈھونگ برطانیہ کی منہوں تجویز ہے جو کہ ٹوریوں کے دماغوں کی جھیل مان سرور سے بطور حشرہ نکلتی ہے اوسا ہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑھ کر ہمیں مارنے والے دریا کی صورت سن ۱۹۴۷ء سے اختیار کر لیتی ہے جس میں فریب دیکر ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ لوٹنا اور برباد کرنا اور ہر طرح سے اپنا آؤ بتانا مقصود ہے۔ اور جسکو نہایت چالاک کے ساتھ بیت ہی خوش رنگ، سیٹھے شربت کی صورت میں زہر ملاہل کو پلایا جا رہا ہے۔

۵ یہ فتنہ آدمی کی خانہ بربادی کو کیا کم ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے اسکا دشمن آسمان کیوں ہو؟

ارڈر نلنگو اور لارڈ دیول وغیرہ کا اس تقسیم کے خلاف کرنا اگر دانستہ ہے (اور یقیناً ایسا ہی ہے) تو یہ بھی انگریزی سیاسی چال ہے جس سے ہندوستان مسلمانوں کا اصرار روز افزوں تنقید کے کا۔ ”الانسان حوصی فی ما منع“ اور آخر میں خود انگریز اپنے عظیم اشران احسانوں کو جلتے ہوئے مسلمانوں سے کہے گا کہ ہم تو نہیں چاہتے تھے مگر کیا کریں تم لوگ مجبور کر رہے ہو تو ہم نگو یہ مجبور دیتے ہیں اور ہندو سے کہیں گے کہ ہم تو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہی ہیں ہم تو متحدہ ہندوستان ہی کو تم سبھوں کے لئے مناسب سمجھتے تھے مگر تمہارے وطنی بھائی مسلمانوں نے ہم کو مجبور کر دیا ہے ہم کو تم سبھوں کی خاطر داری کرنی ہے، ابدل خواستہ ہم اس تقسیم ملک کو منظور کرتے ہیں، تم کو اپنے وطنی بھائیوں کی ہٹ اور ان کی خواہشوں کا احترام کرنا چاہئے۔ اسکو ٹھکرانا نہ چاہئے۔ امریکہ اور روس وغیرہ دیگر ممالک کے سلسلے میں اپنی مصوبیت کا اظہار کر گیا کہ ہم کیا کریں ہم نے تو بت سمجھایا مگر مسلمان نہ مانے۔ اسلئے جمہوری ہم نے تقسیم کر دیا۔ اس طرح سب کو خوش کیے اپنی اغراض کمال طور سے پوری حاصل کی جائے گی اور بوجھ مسلمانوں کے سر پر رکھ دیا جائیگا۔ ایسے اعمال انگریزی سیاست اور اسکی چالوں میں روزانہ نمود پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ آج نیا کھیل نہیں ہے۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔ اور ممکن ہے کہ لارڈ نلنگو اور لارڈ دیول کی دینی لفت دانستہ ہو اور وہ ان کارروائیوں سے جو ٹوری اور قداست پسند کمسروٹیو پارٹی نے یہاں پہلے سے جاری کیں ہیں ان سے واقف ہوں۔ ہر حال مسلمانوں کو اپنے مستقبل پر اور انگریزی مفاد پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ضروری ہے۔

تقسیم ہندوستان میں اجمالی طور پر خطرات کا ہجوم

ہم اس جگہ اُن خطرات کو اجمالی طور پر اس تقسیم کے متعلق ظاہر کرنا چاہتے ہیں جو کہ خود لگ کے ایک ذمہ دار سمجھدار ممبر نے دفاعِ عرب پر روشنی ڈالتے ہوئے ذکر کئے ہیں اور جنکو اچل بیٹی نے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ خطرات نہ تو معمولی ہیں اور نہ صرف رائے اور ذہنیات ہیں بلکہ واقعات ہیں جنکو غور و غوض کے ساتھ دیکھنا۔ اشد ضروری ہے۔

(روزنامہ اچل بیٹی مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء)

”سٹر عبدالرحمن صدیقی بنگال کے ایک ممتاز مسلم لیگی لیڈر ہیں وہ انگریزی زبان کا ایک مسلم لیگی روزنامہ ’مازننگ نیوز‘ لکھتے ہیں۔ اس اخبار کی اشاعت مورخہ ۱۶ جولائی میں ’اتحادِ عرب‘ پر تبصرہ کرتے ہوئے صدیقی صاحب ایک عجیب بات لکھ گئے ہیں جسے اُن ہم ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہی لوگ جو محض ہندوؤں کی ضد میں ’پاکستان‘ یا تقسیم ہند قابل ہیں خود اپنے دل کی گہرائیوں میں تقسیم یا اتحاد کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر چھوٹی اور کمزور قومیں بڑی اور طاقتور قوموں کی دراز دستیوں سے بچنا چاہتی ہیں تو اُن کو آپس میں ضم ہو کر بڑے گروہ یا ذوق بنانا ہوں گے۔ نسل، مذہب، یا جغرافیائی حدود کی بنا پر تقسیم کا خیال اسیوں صدی کے یورپ کے سیاسی فلسفہ کی تخلیق ہے اور اب یہ تجربہ کی بنا پر تباہ کن ثابت ہو چکا ہے۔ بلجیم، اپنی کمزوری کا مزہ چکھ چکا ہے، زکیو سلاویکیہ، خوشحالی سے دور رہا اور یوگوسلاویہ بھی امن حاصل نہ کر سکا۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ چھوٹی قومیں ظلم اور دراز دستیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔“

یہ ہے مسلم لیگ کے ایک ممتاز رکن اور لیگ کی مجلسِ عالمہ کے ایک سابق ممبر کا خیال! ”مازننگ نیوز“ کی یہ رائے ضرور اس قابل ہے کہ اس پر مسلم لیگی حضرات غور کریں۔ اسلئے کہ اس میں ایک ایسے مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو جوش کی دھاندلی میں مسلمان قوم کو غلامانہ پستے جا رہا ہے اور جس پر چل کے قوم بڑے مصائب میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے فروعی نمے و لغزب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تعمیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سردار جوش پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کافی اختلافات ہیں مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاکي ہو کہ ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لئے تباہ کن اور ملت کیلئے باعثِ بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہوں گی کہ وہ بیرونی حکومتوں کے ساز و باز اور انکی دراز دستیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اسلئے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ہندوؤں سے تو مفرد ذمہ آزادی حاصل کر لیں۔ مگر اس مفرد ذمہ آزادی کے بدلہ میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی کہ آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بدترین بد قسمتی ہوگی! اسلئے ہمارا فرض ہے کہ ہم سلطنت کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے نہ دیکھیں بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لئے باعثِ حجت نہ بن سکیں گی یا نہیں! آیا یہ اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں! آیا یہ اتنی طاقتور ہوں گی یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو دانا ئی کا اقتضایہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کے لئے باقی اختیارات حاصل کر کے متحدہ ہندوستانی دفاع کیا

شامل رکھا جائے اور بجائے علحدہ ہو کر دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے مل کر نہ صرف اپنی آزادی باقی رکھی جائے بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے قائمہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس طرح اندرونی اصلاح کی جائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ 'مازننگ نیوز' کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا کی تقسیم اور علیحدگی کی اصل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی جا رہی ہے۔ اس نئے سلسلے تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس تنازع اللبقا کی دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور چاہے وہ کیوں سکتے ہی حق پروریوں نہیں 'زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

ان بیجے اگر قیام پاکستان کے لئے اپنے دلائل موجود ہیں مگر یہ سچے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس کو پنجاب و سرحد پر ویسا ہی لگا ہونے سے باز نہیں رکھ سکتے ہیں۔ کیا آزادی و انصاف کے تمام الفاظ ملک گیر ہی کے آرزو مندوں کو پاکستان کے کمزور ممالک کی تحریک کے امدادوں سے باز رکھ سکتے ہیں! اگر کوئی اس معاملہ میں دیانتداری کا ذرا بھی شبہ رکھتا ہے تو وہ یوتونوں کی جنت کا ساکن ہے اس دنیا میں جہاں حق کے مقابلہ میں طاقت کا راج ہے! پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے اور بحیثیت ایک علیحدہ قوم کے ان کو ضرور آزاد رہنا چاہئے۔ مسلم لیگ مذہب کی بنیادوں پر عمل تقسیم کا طالب ہے، تمدن، تہذیب، اور زبان کو بنیادوں پر تقسیم کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے وہ نہ جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے اگر اس کی بنیادوں پر ہندوستان کو تقسیم کیا جائے تو ہندوستان بشمار کمزوروں میں منقسم ہو کر رہ جائیگا۔ کیونست حضرات جس تقسیم کے قائل ہیں وہ تہذیب و تمدن اور زبان کی بنیادوں پر ہوگی مگر مسلم لیگ اس کی طالب نہیں ہے وہ مذہب کی بنیاد پر تقسیم کی طالب ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان علاقوں کیلئے حق علیحدگی طلب کرتی ہے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔

• 'مازننگ نیوز' نے اپنے مذکورہ مضمون میں سچ کہا ہے کہ اس وقت جبکہ اقوام عالم کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے 'قوموں کی گروہ بندی'

دی مغل لائن لمیٹڈ

جنگ عظیم ہمارے میں

عدن، جدہ، پورٹ شوڈان مصر اور مارشس

جائے وائے ہمارے مسافر اور مال کے جہازوں کی آمد و رفت ناگزیر حالات کی وجہ سے بحفاظت دی

قیام امن ہے بعد

ہمیں امید ہے کہ حالات عنقریب پہلے کی طرح ہو جائیں گے اور ان بندرگاہوں پر سفر کرنے والوں اور مال بھیجنے والوں کے لئے انشاء اللہ بہت جلد ہمارے ہمازات پھر اسی مستعدی اور باقاعدگی سے آنے جانے لگیں گے۔

دریافت طلب اور کے لئے: ————— ٹرنر مارین اینڈ کپنی لمیٹڈ

۱۴۔ جنگ اسٹریٹ

ممبئی

مکرمے اور باآزادیک میں اتنی وفات یا کر کے کی کر ششیں بھر رہی ہیں۔ ذہب اور شمل کی بنیادوں پر تقسیم کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ ایک ہی ہے ہندوستان

”پاکستان پر ایک نظر“

اذ — حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان سیاست ماضیہ کا اہم ترین نقطہ بحث ہے اور ایک بے پناہ شہر پر دگنڈے لے اس کو جذباتِ مسلم کا محور بنا دیا ہے۔ اس سے غلط کچھ کہنا یا کہنا گویا طوفان کی لہروں سے کھیلنا ہے! لیکن حق و انصاف، دیانت اور صداقت، استقلال و ثبات کبھی بھی طوفانِ باطل سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ اس کا تعلق ہمیشہ کبھی کبھی رہتا ہے اور با احساس صاحب دیانت انسان کو حق گوئی اور صاف گوئی پر مجبور کرتا رہتا ہے۔ لہذا ضروری معلوم ہوا کہ حقیقتِ حال کی وضاحت کے لئے پارٹی فیلنگ سے بلا توجہ محض اس لئے کچھ لکھا جائے کہ مسئلہ زیر بحث ہندوستان میں مسلمانوں کی حیات اجتماعی کے لئے کیا واقعی نسخہ کیا ہے یا سیاسی گیمیا گروں کا محض ایک کیما دی غریب ہے جو محض ذاتی اقتدار یا پارٹی اقتدار کی خاطر ایک جماعت کو شکست دینے کے لئے حکومت کے اشارے سے عالمِ وجود میں آیا ہے اس لئے اسلام اور مسلم مفاد کا قائل یہ ہے کہ ہم کو کسی جماعت کی مخالفت یا موافقت کو نظر انداز کر کے صرف اسی نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر بحث کرنی چاہئے کہ یہ مسلمانوں کی حیات اجتماعی کے لئے مفید ہے یا مضر کیونکہ یہ ایک مسئلہ عقلِ نظر پر ہے کہ جب کسی مسئلہ کی اصل حقیقت اور اس کی حقیقی حیثیت سے قطع نظر کر کے اس کو دوسروں کی مخالفت کے جذبہ کے ساتھ سوچا جائے تو اکثر و بیشتر اس کے نتائج و ثمرات بجائے بے ثمر ثابت ہونے کے بعد تر ظاہر ہوتے ہیں اور اس میں افادیت کی جگہ مضرہ ہاتھ آتا ہے اور اس کا نتیجہ پرانے ٹنگوں میں اپنی ناک کٹانا ہو جاتا ہے جو معنائیں اس مسئلہ کے متعلق اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے انیسویں صدی کے اُن میں دلائل کی جگہ بیشتر جذبات کی فراوانی اپنے خیال کے مخالفوں پر طعن و تشنیع، غلط حوالوں سے غلط نتائج کا انزعاج اور ان تمام باتوں کے علاوہ دانستہ یا نادانستہ غلط بیانی بکثرت پائی جاتی ہے۔

بتقاضائے حسن ظن مضمون نگاروں کے صدق نیت اور اخلاص کے باوجود ان کی یہ غرضیں غالباً اُسی پارٹی فیلنگ کی رہیں منت ہیں جس نے اصل حقیقت کے فہم و ادراک سے بے نیاز کر کے آجکل دماغوں کو مفلوج بنا رکھا ہے۔

پاکستان کے غامیوں کے مضامین میں سب سے بڑی غامی جو مسئلہ کو کسی طرح صاف نہیں ہونے دیتی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک اہم قانونی اور کانسٹی ٹیوشنل مسئلہ کو ہندوؤں کی تنگ نظری اور اُن کی فرقہ پرستانہ ذہنیت کی پیداوار کہہ کر مخالفانہ جذبات کی رد میں گم ہو جاتے ہیں اور اس مسئلہ کے مفید ہونے کے دلائل سے نظر ہچا کر محض دفاعی سوال و جواب پر بحث کر کے مسئلہ کو ختم کر دیتے ہیں اور اس کی بنیادی تفصیل کی تشریح کے جواب میں بھی صرف اسی قسم کا جواب دیکر سکدوش ہو جاتے

ہیں جیسا کہ یاد فرماتے تھیں۔ اس عقائد پر اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ "ایک کس طرح تین اور تین کس طرح ایک ہو سکتے ہیں" "میزان الحق" میں یہ کہہ دیا کہ "یہ" لہ اگرچہ بنیادی ہے مگر اس کی تشریح اس دنیا میں ناممکن ہے مگر اس پر اعتقاد ضروری ہے۔

عام طور پر قوم پرور مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ کے اظہار کے لئے اس مسئلہ کو صرف عنوان بنایا جاتا ہے۔ اس کی اصل حقیقت پر بحث کرنا مقصد نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں کہ "ہندوؤں کی عام ذہنیت ہمیشہ سے تنگ نظری سے متوث ہے اور وہ ناپ تول کی زندگی کے عادی ہونے کی وجہ سے سیاسیات میں بھی سخت تنگ دل واقع ہوئے ہیں قوم پرور مسلمانوں اور فرقہ پرست مسلمانوں یا پاکستانی اور غیر پاکستانی مسلمانوں کے درمیان کبھی بھی دورائیں نہیں رہیں۔ ہمیشہ اختلاف اس میں رہا ہے کہ ان کے ان خصائل کے باوجود اس ملک میں اتنی آزاد حیات اجتماعی کو واپس لانے اس کو برقرار رکھنے اور ملک کی غلامی کی لعنت کو دور کرنے کے لئے صحیح طریق کار کیا ہے! اس سے ہندوؤں کی پیدائشی تنگ نظری اور فرقہ پرستی کے نعین کے باوجود بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا صحیح علاج 'پاکستان' ہی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ دو باتیں لازم و ملزوم نہیں ہیں! 'ہو سکتا ہے' (اور ہے) کہ اس کا علاج پاکستان کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ پر کیا جائے اور یہی وہ دوسرا طریقہ ہے جس کو آزاد مسلم کانفرنس اور جمعیتہ علماء ہند اپنے اجلاسوں میں واضح کر چکی ہے اور دوسری مسلم جماعتوں خصوصاً مسلم لیگ کو دعوت دے چکی ہے کہ وہ باہم جمع ہو کر اس اسکیم اور پاکستانی اسکیم دونوں پر غور کر کے ایک متحدہ آواز اٹھائیں مگر اس کا جواب مسلم لیگ کی جانب سے بجز نفی کے اور کچھ نہیں دیا گیا۔

لیکن ہے جذباتی فوجیوں کے نزدیک الہامی اور اسلامی طریقہ کار وہی ہو جو مسلم لیگ نے اختیار کیا ہے تاہم ضرورت اس کی ہے کہ مسئلہ پاکستان اور اس کی غم البدل اسکیم پر سیر حاصل بحث کی جائے تاکہ لوگوں کی توجہ آتہامی طعن و تشنیع سے الگ ہو سکے اور اسلام کے قدیم اصول بحث پر حقیقتِ مال نکشف ہو سکے۔

مسلم لیگ کے نقطہ نظر سے پاکستان کی ضرورت

مسلم لیگ پاکستان کیوں چاہتی ہے؟ اس کے جواب میں عایدانہ نقطہ نظر سے آج تک جس قدر کہا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ "ایسے ملک میں جہاں مسلمان مستقل قوم کی حیثیت میں موجود ہوں اور وہاں مختلف اقوام میں سے ایک قوم ایسی بھی آباد ہو جو اس ملک کے مجموعہ کے لحاظ سے اکثریت میں گنی جائے تو ایسی حالت میں مسلمان آزاد ہندوستان میں ہرگز ایسی پوزیشن میں نہیں رہنا چاہتے کہ وہ ملک کی اقلیت کہلائیں کیونکہ وہ درحقیقت اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک مستقل قوم ہیں اور چونکہ آبادی کے لحاظ سے بعض حصص ملک ایسے موجود ہیں جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں، لہذا ان حصص کو ملک کے ان حصصوں سے الگ کر دیا جائے جن میں ہندو اکثریت ہے تاکہ اپنے حصص ملک میں مسلمان اپنی مرضی سے آزادی کا فائدہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ اگر وہ کسی صورت میں بھی مجموعہ ہندوستان کا جزو یا حصہ رہیں گے تو وہ اکثریت کے ماتحت ہوں گے اور مستقل حیثیت حاصل نہ کر سکیں گے اور ہمیشہ اقلیت و اکثریت کی جنگ جاری رہے گی اور ملک میں کبھی اطمینان و امن پیدا نہ ہو سکے گا۔ یہی وہ نظریہ ہے جو ستر چھینے لکڑی کے تمام متقدمین کی زبان و قلم کے ذریعہ کیا گیا ہے اور اس نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہترین طریق کار پاکستان تجویز کیا گیا ہے۔

پاکستان؟

پاکستان کس نظام حکومت یا طرز حکومت کا نام ہے اس کیلئے لاہور ریڈیویشن کی رو سے اس وقت تک مسلم لیگ کے قائد اعظم اور ان کے پیروں

سے بذریعہ امام جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ 'دو قوم کی قیوری مان کر ایک جو تعالیٰ ہندوستان اس طرح مسلمانوں کو دیہ یا جاسے کہ وہ
پیش کش کا من و ملتہ کے زیر سایہ پنجاب سرحد سندھ اور بلوچستان کو اور ایک مسلم سلطنت حکومت قائم کریں اور بنگال و آسام کے مسلم اکثریت رکھنے والے
چند اضلاع کو ملا کر دوسرا منطقہ حکومت بنالیں اور پھر ان دونوں کا ایک یوٹیشن ہو جو اپنے معاملات میں باقی ہندوستان کی حکومت سے قطعاً آزاد ہو
اور اپنی مرضی سے تین جو تعالیٰ ہندو ہندوستان کا ملیف بنے یا حریف رہے۔ لہذا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس پر غور کرے
کہ آزاد ہندوستان میں مسلم لیگ کے ناخداؤں نے جو "ابا ہی اسکیم" تجویز فرمائی ہے وہ کہاں تک اس مقصد کو پورا کر سکتی ہے جس غرض سے یہ تجویز بقول
قائد اعظم مسلمانوں کا دین و ایمان "بن چکی ہے۔"

پاکستان کی حقیقت

جس پاکستان کا مطالبہ مسلم لیگ کر رہی ہے ظاہر ہے کہ وہ اسلامی حکومت کا دوسرا نام نہیں ہے جیسا کہ خود سٹر جینا اور دوسرے حامیان پاکستان
نے اس کو صاف صاف تسلیم کر لیا ہے اگرچہ قوم پرست مسلمانوں کے غلام بھڑکنے کے لئے مسلم لیگ کے ذمہ دار قائدین آیات قرآنی اور احادیث پر
پڑھ کر اس افتراء سے بھی نہیں چوکتے کہ وہ پاکستان کہہ کر خالص اسلامی حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں!! پاکستان کس طرح اسلامی حکومت کہا جاسکتا ہے
جبکہ یہ تسلیم کر لیا گیا ہو کہ اس نظام حکومت میں غیر مسلم اقوام کو تناسب آبادی کے لحاظ سے حکومت کے ہر شعبہ میں خصوصاً مجلس قانون ساز اور کینٹ
(کابینہ وزارت) میں حقہ دار بنایا جائے گا جیسا کہ یورپین جمہوری نظام کا تقاضہ ہے حالانکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلم صرف ایک ذمی کی حیثیت ہیں
ان دایمان اور عدل و انصاف کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ لیکن نظام حکومت کے کارفرما شعبوں میں مطلق ان کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا اور مجلس وضع قوانین
کا تو وہاں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اسی طرح مسلم لیگ کے قائد اعظم نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ پاکستان ایسے طرز حکومت کا نام نہیں ہوگا جس میں
یہ شرط ہو کہ مسلم حکومت میں ایک بھی غیر مسلم آباد نہ رہے اور ہندو ہندوستان میں کوئی مسلمان سکونت پذیر نہ رہے اور دونوں قوموں کے درمیان تبادلۂ آبادی
کے اصول پر ہجرت کا اصول کارفرما ہو اور علانیہ کیسے ممکن ہے جبکہ مسلم اقلیت کے صوبوں میں مسلمانوں کے مشابہ متعارف مساجد آثار اور ثقافت و تمدن
مسلم اکثریت کے صوبوں سے کم نہیں بلکہ زائد ہیں اور مسلمان کسی حالت میں بھی ان کو نہیں چھوڑ سکتے!!!

تو اب بصری صورت یہ باقی رہ جاتی ہے کہ 'پاکستان' ایسی حکومت کا نام ہوگا جو مسلم اکثریت کی پوریشن کے ساتھ یورپین جمہوری نظام کے قالب میں
ڈھلا ہوا ہو یعنی قانون ساز جماعتوں، اسمبلیوں اور کونسلوں اور کینٹ (کابینہ وزارت) میں اقلیت بھی بحصہ تناسب آبادی مقدار ہوگی اور مسلم غیر مسلم قائد
کے اجتماع اور یکجہتی کے اصول پر اس کی ترتیب قرار پائیگی۔

پس اگر اس اصول پر پاکستان عمل میں آئے گا تو قوم پرست مسلمانوں کو شکست دینے اور شخصی یا بلدی اقتدار حاصل کرنے کے لئے 'پاکستان' کو یہ کینا
اسلامی حکومت بنارہے ہیں ایک بہت بڑا سیاسی فریب ہے جو ایسے نازک وقت میں اور زیادہ قابل نفرت ہو جاتا ہے جبکہ مسلمانوں کے لئے اس کی سخت
ضرورت ہو کہ مسلم مفکرین ادارہ باب سیاست ان مختلف اسکیموں پر غور و غوض کریں جو ہندوستان میں مسلمانوں کو اکثریت کے دھم و دھم پر چھوڑنے کے بجائے
ہندوؤں کے مساوی آزاد رہنے کا حق دیتی ہوں اور پھر تبادلۂ خیالات کے بعد کسی ایک اسکیم اور فارموسے کو وضع کر کے حکومت اور کانگریس دونوں کے
ساتھ شہدہ آواز کے ساتھ پیش کر سکیں، ایسے وقت میں کسی ایک سیاسی نظریہ یا اسکیم کو مذہب اور ایمان بنا کر عوام فریب سے کام لینا معلوم نہیں ایمانیات

کا کونسا اور جبر رکھتا ہے اور الہام سیاسی کی کوئی قسم میں داخل ہے خصوصاً جبکہ دوسری مقتدر اسلامی جماعتیں اور ان کے محرز رہنما مسلم لیگ کے منافذوں کو بار بار دعوت دیتے ہوں کہ متحدہ آواز پیدا کر سنے کے لئے ایک مرتبہ تم کو یا ہم کو اس ایکم پر اس لئے غور کر لینا ضروری ہے کہ ہم سب اس بارے میں متفق ہیں کہ مستقبل کے آئین میں مسلمان ہندوستان میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مساوی قوم کی حیثیت میں ہوں۔

الحاصل پاکستان کی اس آخری صورت میں کہ جو سر جینا کی نظر میں صحیح پاکستان ہے ہم کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کے اجزاء کی تحلیل کر کے یہ معلوم کریں کہ جس غرض اور جس مقصد کی خاطر یہ الہامی ایکم منصفانہ شہود پر آتی ہے کیا وہ واقعی اس مقصد کو پورا کرتی ہے یا نہیں کرتی؟

پاکستان سیاسی نقطہ نظر سے

ہندوستان میں صوبوں کی جو تقسیم آج موجود ہے اور جن کی نئے سرے سے تقسیم کو ارباب لیگ بھی پسند نہیں فرماتے ان میں مسلمانوں کی اکثریت کے صوبے پنجاب سرحد سندھ بلوچستان شمال مغرب میں اور بنگال مشرق میں متعین ہیں۔ اور بنگال میں آسام کے ان چند اضلاع کو بھی شمار کر لینا چاہئے جن میں مسلمانوں کی خاصی اکثریت پائی جاتی ہے۔ ان صوبوں میں مسلم لیگ کی پاکستانی ایکم کے مطابق شمال مغرب کے صوبوں کا ایک منطقہ ہو گا یا یوں کہے کہ مسلم حکومت ہو گی۔ اور بنگال اور چند اضلاع آسام کا دوسرا منطقہ ہو گا اور دوسری مسلم حکومت قرار پائیگی اور ہندوستان کے دو صوبوں (پ۔ پ۔ اور بہار) پر سے جت کر کے دونوں حکومتوں کا ایک فیڈریشن بنایا جائیگا اور دونوں کو ملا کر ایک مستقل آزاد حکومت قائم کی جائیگی۔ تو اب ہم اس ایکم کو پیش نظر رکھ کر جب غور سے کام لیتے ہیں اور جذبات سے بالاتر ہو کر عقل سلیم اور فکر قریب کو رہنا چاہتے ہیں تو ان دونوں منطقوں کی سیاسی پوزیشن جن اجزاء ترکیبی سے مرکب ہوئی ہے ان کی کل آبادی اور مسلم آبادی کے اعداد و شمار اور تناسب فی صدی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اعداد و شمار اور تناسب فی صدی لیگ کے اردو ترجمان "روزنامہ منشور" مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ فرق صفر یہ ہے کہ منشور میں غلطی سے آسام کی مسلم آبادی پہلے پچوتیس لاکھ یا بیس ہزار چار سو اسی کے تین لاکھ چالیس ہزار چار سو اسی شائع ہوئی ہے اور سندھ کی فی صدی نسبت بیان نہیں کی۔ نیز صوبوں کی کل آبادی منشور میں شائع نہیں کی گئی۔ ہم نے کل آبادی کے اعداد و چودھری رحیم علی صاحب کے تبصرہ سے اخذ کئے ہیں جس کو انجمن ترقی اردو نے ۱۹۴۵ء کی مردم شماری پر ایک جامع تبصرہ کے عنوان سے شائع کیا ہے۔

صوبے	کل آبادی	مسلمان	فی صدی تناسب
پنجاب	۲۸,۸۱,۸۱۹	۱۷,۴۲,۹۵۲	۵۷
سرحد	۳,۲۸,۰۹۷	۲,۷۸,۷۹۷	۹۱
سندھ	۴,۳۵,۰۰۸	۳,۲۰,۰۸۳	۷۳
بلوچستان	۵,۰۱,۶۲۱	۳,۳۸,۹۲۳	۸۷
بنگال	۶,۰۳,۰۴,۵۲۵	۳,۳۰,۰۵,۳۳۳	۵۴
آسام	۱,۰۲,۰۴,۷۲۳	۳,۷۲,۴۷۹	۳۳

پاکستان صوبوں کی کل مردم شماری - دس کروڑ ستر لاکھ چار ہزار سات سو تراسی -

کل مسلمان - پانچ کروڑ اکیانوے لاکھ ایک ہزار دو سو شانوسے -

غیر مسلم - چار کروڑ اٹاسی لاکھ تین ہزار چار سو پچاسی -

یعنی دس کروڑ ستر لاکھ کے مجموعہ میں مسلمان غیر مسلم سے صرف ایک کروڑ گیارہ لاکھ شانوسے ہزار آٹھ سو گیارہ زائد ہیں یعنی دس فیصدی مجموعی حیثیت سے -

ساتھ فی صدی مسلمان اور چالیس فی صدی غیر مسلم

جن میں سکھ پنجاب میں اور عیسائی بنگال میں وہ اقلیتیں ہیں جو ہمیشہ اپنے تناسب آبادی سے زیادہ ناخستگی حاصل کرتی رہیں -

اسکے برخلاف ہندو ہندوستان میں صوبہ بنارس میں ۹۷ فیصدی، بنگالی میں ۹۱ فیصدی، پٹی میں ۱۵۱۲ فیصدی، بہار میں ۱۲ فیصدی

سہیلی میں ۳۷۷ فیصدی، آڑیسہ میں ۱۱۷ فیصدی -

مختصر یہ کہ ہندو ہندوستان میں مجموعہ آبادی تقریباً تیس کروڑ ہے جس میں مسلمان تقریباً پانچ تین کروڑ یعنی دس فی صدی سے بھی کم اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک جانب ہم نے تقریباً تین تیس فی صدی مسلمانوں کو ہندو ہندوستان میں ایک غیر موثر اقلیت بنا کر مسلم لیگ اور قائد اعظم کے تسلیم کے اصول کے مطابق ہندوؤں کے مردم و کرم پر چھوڑ دینا منظور کر لیا اور دوسری جانب مسلم اکثریت کے صوبوں میں دو ایسی پاکستانی حکومت قائم کی جس میں غیر مسلم اقلیت (جو تعداد میں چالیس فیصدی اور اثر و قوت میں بہت طاقتور ہے) موجود رہی اور یہ ظاہر ہے کہ یورپین مہوری نظام کے اصول پر جو بہر حال دونوں قسم کے ہندوستان میں جاری ہو گا کسی حکومت کا اُس وقت تک چلنا ناممکن ہے جب تک وہ اس قدر موثر اقلیت کو کئی طور پر مطمئن اور راضی کر کے حکومت نہ کر کے خصوصاً جبکہ وہ اقلیت سیاسی اور اقتصادی دونوں حیثیت سے سلسلہ طور پر مسلمانوں سے زیادہ قوی ہو اسکے برعکس ہندوستان میں بارہ فیصدی یا مختلف صوبوں میں بارہ، پچودہ فی صدی اور کم ہو کر چار یا تین فیصدی وہ اقلیت ہے جو غیر موثر اور ہر وقت نظر انداز ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ وہ اقلیت مالی اور سیاسی دونوں حیثیت میں غیر مسلم اقوام سے پیچھے ہو -

پاکستان کا یہ کس قدر افسوسناک پہلو ہے کہ تقریباً دس کروڑ مسلمان جو ایک ہی ملک میں اجتماعی زندگی بسر کر رہے ہیں دو حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور نصف یہ ہے کہ جس مقصد اور غرض کے لئے ایسا کیا جا رہا ہے وہ بھی پورا نہیں ہوتا اور تقریباً پچاس فی صدی مسلم آبادی مسلم لیگ کے اصول کے مطابق ہندوؤں کی اکثریت کے مردم و کرم پر چھوڑ دی جاتی ہے اور پچاس فی صدی ایسی حکومت وضع کی جاتی ہے جس میں اگرچہ تناسب عددی کے لحاظ سے وہ اکثریت میں رہتے ہیں مگر ایسی اکثریت جو یورپین مہوری نظام کے پیش نظر موثر اور معتد بہ غیر مسلم اقلیت کی رضا کی ہر وقت محتاج رہے گی اور اسکے برعکس ہندو ہندوستان میں ہندوؤں کو ایسی مضبوط حکومت بنا دینے پر اصرار ہے جس میں مسلمان غیر موثر اقلیت بن کر رہ جاتے ہیں -

لیکن اس مقام پر سوچ کر ہر ایک پاکستانی دلائل و اسباب سے جدا ہو کر محض جذباتی بن جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ ہماری حکومت قائم تو ہو جائے پھر ہم مسلم اقلیت کے صوبوں میں بھی اپنی حکومت کا دباؤ دلا کر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہ کیجے اور اپنی معمولی سی اکثریت کے باوجود موثر اور معتد بہ اقلیت کو قابو میں رکھ سکیں گے -

مگر یہ حضرات ایسا کہہ کر خود فریبی یا ابلہ فریبی میں مبتلا ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یا بقول شخصہ "یو یو یو کی جنت کا خواب دیکھتے ہیں" -

کیا کوئی ماقبل اور ذی ہوش انسان یہ مان سکتا ہے کہ اگر ایک حکومت میں دوسری قوم کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہو تو اسکا صحیح مداویہ ہو سکتا ہے کہ اس عمران قوم کے جو افراد دوسری قوم کی حکومت میں آباد ہوں ان کا انتقام ان سے لے؟

کیا یوپی اور تبارک کے مظلوم مسلمانوں کا انتقام پنجاب اور بنگال کے ہندوؤں سے لینا مذہب یا اخلاق یا قانون دآئین کے کسی نظریے بھی صحیح ہو سکتا ہے؟ اور اگر صحیح بھی ہو تو کیا یہ عقلاً ممکن ہے؟ بیشک جو حضرات آئینی حکومتوں اور ان کی ذمہ داریوں سے نا آشنا محض برت عاشقان بر شاخ آہو کی طرح صرف خیالی دنیا میں بسر کرنے کے ملوی ہیں وہی صرف ایسا کہہ سکتے ہیں ورنہ اس سے زیادہ طفلانہ خیال دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا خصوصاً پاکستانی حکومت میں تو یہ قطعاً ناممکن ہے اسلئے کہ اسکا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک جانب یوپی اور بنگال میں مسلم اقلیت تائی جائے ہوگی اور دوسری جانب مسلم حکومت جب ان کے انتقام کے لئے اپنی سرب اور نوثر اقلیت کو تاسیگی تو ان کے امتحان اور پردشت بلکہ ڈیڈ لاک کی بدولت خود اپنی حکومت میں اضمحلال پیدا کر رہی ہوگی یا ہندو حکومت پر کسی سفرضہ پکیٹ کی خلاف ورزی کا الزام لگا کر بیکسی کا اظہار کرتی نظر آئے گی اور یا جنگ کا امنی سلیم دینے پر مجبور ہوگی۔ اور اگر اس پر اصرار کیا جائے تو ان حضرات کو ترکی اور فلسطین کے عالیہ واقعات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ترکی ایک مضبوط اور آزاد حکومت ہے۔ فلسطین جنگ فطیم سے چلے اسی کا موبہ تھا۔ مگر اس کے ہاتھ سے نکل جانے اور برطانیہ کے انتداب کے تحت آجانے کے بعد جو کچھ اس پر گزرا اور ترکی میں اس کے خلاف غم و غصہ کے باوجود جو کچھ عمل میں آیا وہ سب ملے لئے قابل عبرت ہے اور یہ اسلئے نہیں ہوا کہ ترکی کو فلسطین کے مسلمانوں سے محبت نہیں (اور ہم کو ہندو ہندوستان کے مسلمانوں سے محبت رہے گی) بلکہ یہ حالت اور آئین کا سلسلہ ہے جس نے ترکی کو کچھ نہ کرنے پر مجبور کر دیا اور اس سے بھی زیادہ ایران، عراق، متصر، ترکی کے میثاق سعد آباد کو اور پھر موجودہ حالات میں ترکی کی بیکسی کو فراموش نہیں کرنا چاہئے اور جو حضرات ان معاملات سے صحیح نتیجہ نکال کر عبرت حاصل کرنے کی بجائے بیجا بحث کے لئے آمادہ ہوں ان کو کسی حقیقت سمجھ کر پوچھنا بلاشبہ مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے اور یہ پوزیشن کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ سر جینا نے علی گڑھ کی تقریر میں جس خدشہ کی خاطر اسلئے مسلمانوں کا پاکستان بنانے کے لئے مسلمانوں کی رسم قربانی اور قربانی تھی اقلیت و اکثریت کا وہ خدشہ اور مناقشہ جو ان کا توں ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان دونوں میں موجود رہا اور اگر نیک کے لئے پاکستان کے نام سے ایک "بفر اسٹیٹ" (BUFFER STATE) رجحانی حکومت بنانے کے سوا غریب مسلمانوں کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا !!!

معلوم نہیں کہ پاکستانی مسلمانوں میں وہ کون سے شجاعانہ اور تورا نہ عزائم ہیں جو آج کے ہندوستان میں تو ہندو کے غلبہ کے خوف سے بڑی، جین، خود اعتمادی کے فقدان کی راکھ سے ڈھکے ہوئے ہیں لیکن ایک معمولی سی آئینی اکثریت کے حاصل ہوتے ہی سلگتی ہوئی چنگاری کی طرح نکل کر شعلہ جوالہ بن جائیں گے اور مسلمان اقلیت کو سنبھال لیں گے۔ اور مسلمان علاقوں میں بھی معتد بہ غیر مسلم اقلیت کو نظر انداز کر کے فردوں بریں بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس بات سے سیرا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ یورپین جمہوری نظام کے پیش نظر کسی قوم کی آئینی اکثریت خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہو بے معنی ہے بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ قومی اور مذہبی منافرت پیدا کر کے جس طرح پاکستان کے نام سے ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرانے کی سعی کی جا رہی ہے اور جس کی بدولت خود مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے یہ طریقہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سرحدی کے لئے مفید ہے یا وہ طریقہ کار جو جمعیت علماء ہند کے اجلاس لاہور و دہلی پور میں ظاہر کیا گیا اور حکومت منقریب تفصیل کے ساتھ پیش کرے گی۔ کیا ہمارے سامنے ہندوستان میں کانگریسی حکومت کے زمانہ کا وہ نقشہ نہیں ہے جبکہ کانگریس نے دہلی کی ترقی کو کمیشن و رفرنس کے اصول

کو ترک کر کے پابلی گورنمنٹ کے اصول پر کی گئی تو اس کے خلاف ایک عرصہ تک مسلم لیگ اور اسکے قائد اعظم کا گریس کے سامنے بھیک کا ہاتھ اس طرح پھیلائے رہے کہ مدت دراز تک کسی نے ان ہاتھوں کو گرتے اور ٹھکتے نہیں دیکھا کہ کسی طرح کا گریس بائی کا ٹھان پر رحم کھا کر ان کو بھی شامل ذمہ داری کے تھے کہ مجبور ہو کر اس ہاتھ کاٹنے حکومت کی طرف پھیر دیا اور ان ذاتوں کی طرف دست سوال دلا دیا کہ وہ بی رحم فرمائیں مگر اڑیسہ کے کلمہ لیگ وفد کو گورنر اڑیسہ نے یہ کہہ کر کچھ دے بغیر ناکام واپس کر دیا کہ جہاں تک مسلم حقوق کی حفاظت کا تعلق ہے میں اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ محفوظ ہیں اور جہاں تک وزارت و وزارت ہے تو وہ وزیر اعظم (پری میئر) کے ہاتھ میں ہے جو قلمدان وزارت کا مالک ہے اور اس سے بھی زیادہ قابل صد ہزار عزت کا گریس خٹری کا وہ پورا اندر ہے جس میں مسلم لیگ کے احوال کے مطابق مسلمانوں پر مظالم کئے گئے مگر لیگ اور ان کے قائد اعظم کو بھڑکنے اور روکنے کے یہ ہمت نہ ہو سکی کہ کانگریس حکومتوں میں ڈیڈ لاک اور جمود پیدا کر دیتے یا اس درجہ ایجنٹیشن کہتے کہ وہ مجبور ہو کر استغنے دیدے، بلکہ اسمبلی اور کونسل کے ان بھکاریوں سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ پروٹسٹ کے طور پر ان کا بائیکاٹ ہی کر دیتے تاکہ اگر یہ کو آئین معطل کر دینے کا ہمانہ ہاتھ آجاتا اور مسلم لیگ کانگریس کو اس حکمت پرانہ رویہ کا مزہ چکھا دیتی مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ کانگریس کے مقرر کردہ آزادی بمسٹر یوں، گرام سدھار کے معین کردہ چیرمینوں اور مسلم ملازمتوں پر مقرر کردہ افراد کے لئے سب سے زیادہ پیش پیش ہی بھکاری تھے جو مسلمان پبلک میں ہندو مسلم اتحاد کے خلاف اور کانگریس کے خلاف زہر چکانی کہتے تھے اور کانگریسی دھندوں کے پاس حاضر ہو کر بمسٹر مٹی، چیر مینی اور ملازمت کی بھیک مانگتے تھے اور ان میں مسلم لیگ کے نمایاں اور باغی تھے لیڈر تک شامل ہیں۔ چنانچہ آزادی بمسٹر یوں، عہدوں اور چند ملازمتوں میں قوم ہندو مسلمانوں کے بھلے فی صدی پچھتر فائبروں اور فائبروں اور مسلم لیگ مہران اسمبلی و کونسل کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا تقرر اسکی زندہ شہادت ہے۔

میرٹھ میں جناب نواب اسماعیل خاں صاحب اور بلند شہر میں جناب نواب احمد سعید خاں صاحب آف چھتاری بالقابہ کانگریس دھند حکومت ہی میں کانگریس کی جانب سے گرام سدھار کے چیرمین تھے۔

بہر حال قائد اعظم اور مسلم لیگ کا تمام ادارہ بجز اے اے کے اور کچھ نہ کر سکا لیکن جب کانگریس نے سول سروس میں جنگ کے سلسلہ پھیلانے سے استغنے دیئے اور تمام کانگریس وزیروں کی حبش قلم ان کو ٹھوکر مار کر الگ کھڑے ہو گئے تو نظری و طبیی بہادر اور شجاع مسلمان کو بزدل اور خائف بنادینے کے بعد قائد اعظم نے مسلمانوں سے اس بہادی کا مطالبہ فرمایا کہ وہ کانگریسی حکومتوں کے ختم ہونے پر یوم نجات منائیں۔

انا الیہ وانا الیہ ساجعون

کیا اس وقت پنجاب اور بنگال میں مسلم اکثریت کی حکومتیں موجود نہیں تھیں؟ اور کیا بار بار ہندوستان لیگ کے انتقام لینے کے نعروں میں سے کوئی منفرہ بھی شرمندہ نہ ہو گیا؟ کیوں؟ صرف اس لئے کہ مسلمان اقلیت کے صوبوں میں غیر نوٹرا اقلیت تھے اور اکثریت کے صوبوں میں ہولی اکثریت کے مالک اور معتد بہ اور نوٹرا اقلیت سے دوچار اور اگر یہ کہا جائے کہ آئین ناقص تھا اور آزادی کا مل نصیب نہ تھی تو یہ تو سچا خداوند کریم (لندن) کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے تسلیم کر چکے ہیں کہ آزادی پاکستان کے معنی یہ ہوں گے کہ سحر جیسی خود مختار حکومت ہمارے جو سلسلہ کے معاہدہ کی زندگی اندرون طور پر اسکو حاصل ہوئی ہے (مذہب ۵ مارچ ۱۹۴۷ء) (ہندوستان ٹائمز، ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء) بہر حال اس نیم آزادی کی بنا پر یہ کتنا قطعاً سہانہ نہیں کہ اس قسم کی اسکیم جو مسلمانان ہند کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک جگہ غیر نوٹرا اقلیت بناتی ہو اور دوسری جگہ غیر نوٹرا اکثریت، مسلمانوں کے لئے ہلاکت اور فقر و غارتگی میں ڈالنے کے مراد ہے اور اگر ذاتی پابلی اقتدار یا کسی

جماعت کے مقابلہ میں غم و غصہ سے انتقام لینے کے لئے بنائی گئی ہے جیسا کہ قائد اعظم کے متعلق ہمارا یقین ہے تو یہ مسلمانوں کے ساتھ کھلی ہوئی غداری ہے!! کیا مسلمان اس وقت کو فراموش کر دیں گے جبکہ شاہدِ اعظمؒ میں کانگریس مسلم لیگ پکیٹ میں ان ہی سرسبزینا دوران کی عرب کے دوسرے مسلمان لیڈروں نے یورپی اور دوسرے مسلم اقلیت کے صوبوں میں اپنی لیڈرشپ کے اقتدار کو قائم رکھتے اور اپنی لیڈرانہ اغراض کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پنجاب اور بنگال کی آئینی اکثریت کو مسلم اقلیت کے صوبوں میں وٹج (پاشنگ) کے بدلہ میں فروخت کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں گول میز کانفرنس میں پورا زور لگا دینے کے باوجود بھی وزیر اعظم کے فرقہ دارانہ فیصلہ میں ہم اس آئینی اکثریت کو حاصل نہ کر سکا اور آج اسکے لئے پریشان و حیران ہیں! اس وقت بھی قوم پرور مسلمانوں سے اسکے خلاف آواز اٹھائی گئی تھی اور مل جن میں سے حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت علامہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسکے خلاف احتجاج کیا تھا جو اخبارات کے کالوں میں آج تک محفوظ ہے مگر مسلم لیگ کے خوش اعتقاد حضرات نے اس وقت بھی اسکو سیاسی الہام سمجھ کر اور احتجاج کی آواز کو سیاست سے نا آشنا "قل آغویٰ موفیوں کی آواز قرار دے کر لیگ کے فیصلہ کو ربانی فیصلہ باور کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے کو دہرائی ہے، چنانچہ آج پھر وہی تازہ وقت ہے اور جس طرح حکومت بھٹانیہ کے ہندوستان میں قدم جمانے کے وقت علما و اہل حق کے خلاف ایک مستقل محاذ مسلحانوں اور اسلام ہا کے نام پر قائم کر دیا گیا تھا اور تعلیم و ترقی کے نام سے آئوٹنگ نظر قرار دے کر ان کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات انگریز کی برتری کے لئے عام کر کے ذمہ داریوں حکومت کی سیاست کو مسلمانوں کے لئے تریاقِ ظاہر کیا گیا تھا اسی طرح آج ہندوستان میں انگریزی اقتدار پر ضرب کاری لگتے دیکھ کر اسکے اشارہ سے وہی حربہ دوبارہ استعمال کیا جا رہا ہے اور مسلم لیگ کی سیاست کی اساس علما و اہل حق کو علماء و سوداگران کی حقارت و تذلیل پر قائم کی جا رہی ہے اور جس طرح اس وقت بھی بہت سے حضرات بیٹھتے ہوئے سیلاب سے مرعوب ہو کر اس سیاست کی ہنوائی کرتے نظر آتے تھے اسی طرح آج بھی بہت سے جذباتی حضرات اس بیٹھتے ہوئے سیلاب سے مرعوب ہو کر اس سیاست کی ہنوائی کر رہے ہیں اور اسکو الہامی اور ربانی کہہ کر معافی اور عفو کی داد دے رہے ہیں۔

مگر جس طرح لاکھ لاکھوں کی معرفت تقسیم بنگالہ کی اسکیم کے اعلان سے نواب وقار الملک مرحوم اور نواب سید اللہ خاں آف ڈھاکہ مرحوم کی آنکھیں کھولی تھیں اور ان کے سامنے اصل حقیقت آشکارا ہو گئی تھی اسی طرح جب انگریز اپنی مرضی کے مطابق پاکستان بنا کر پہلے ہندوستان سے الگ اسکو اپنی مرضی کا آکر کاربنا لگا اس وقت ان نیک نیت حضرات کی بھی آنکھیں کھل جائیں گی جو اپنی سادہ لوحی سے سیاست کے عملی اقدامات سے دور گوشہ عایت میں بیٹھے پاکستان کی داد دے رہے تھے۔ اور اسکو ڈاکٹر اقبال مرحوم اور سرسبزینا کا "سیاسی الہام" سمجھ رہے ہیں۔

بلاشبہ پاکستان کا یہ تختل سیاسی الہام ہے مگر ربانی الہام نہیں ہے بلکہ قصرِ کنگھم کا الہام ہے جو کہ ڈاکٹر اقبال کو بھی جب ہی ہوا تھا جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں واپس تشریف لائے تھے اور وہ الہام دوبارہ اس وقت پھر ہوا جبکہ مسلم لیگ کے دفینے جو کہ بہ سرکردگی چودھری خلیق الزماں مہر اور لندن کانج کرنے گیا تھا "ہندوستان واپس آکر بیسی آٹھ سال کے ساتھ ہی پہلے انڈیوینا اس چیز کو ظاہر کر دیا تھا اور جسکو صدر کے بعد سرسبزینا نے اپنایا اور لاہور میں پیش کرنے کی اجازت دی بہت سے لیگی حضرات اپنی سادہ لوحی سے جذبات کے جوش میں جیسے زور سے فرماتے ہیں کہ پاکستان بنگر ہے گا اسلئے کہ وہ مسلمانوں کے دل کی آواز ہے اور یہ کہہ کر شاید وہ قوم پرور مسلمانوں کا مضحکہ اڑانا چاہتے ہیں۔ مگر ان بیچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ ضرور بنگر رہیگا اسلئے نہیں کہ وہ مسلمانوں کی آواز ہے بلکہ بقول حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اسلئے کہ حکومت نے کر چکی ہے کہ اب جبکہ ہندوستان

میں آزادی کا جذبہ آخری حدود تک پہنچ چکا ہے اور اس کے لئے کانپس جان و مال کی بازی لگ چکی ہے تو سخت ضرورت ہے کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ برما کی طرح جب جیس وقت ہو ایک حصہ کو دوسرے کا مقابل بنا کر اپنا اقتدار بہر نوع مضبوط اور مستحکم بنایا جاسکے۔

پاکستان اقتصادی نقطہ نظر سے

پاکستان کا یہ وہ پہلو تھا جو سیاسی کہا جاتا ہے۔ اب مناسب ہے کہ تھوڑا سا وقت اس کے اقتصادی پہلو پر بھی صرف کریں۔

یہ حقیقت مسلم بلکہ شاہد ہے کہ حکومتوں کی ترقی کا مدار آج کی دنیا میں صرف اقتصادیات کی برتری پر قائم ہے اور اقتصادی برتری میں جتنی معنیات کاہن، اخراجات میں اسی قدر دوسری کوئی شے نہیں ہے کیونکہ تجارت، صنعت و حرفت اور حکومت کی شینری کا قیام دوسرے ذرائع کے مقابلہ میں اس ذریعہ پر بڑی حد تک قائم ہے اور یہ بھی نظر من اٹھتا ہے کہ جن صوبوں میں پاکستان بننے والا ہے ان میں کاہن جو باہر نکلی ہوئی ہوں بہت ہی کم ہیں پنجاب میں نمک اور لوہے کی ایک کان اور بنگال میں کوئلہ کی چند کانیں اور لوہے کی کئی غائبانہ ایک کان ہے باقی صفر ہے۔ اور جواہرات، سونا، چاندی، تانبا، آلومینیم، فولاد، آبرق، کوئلہ اور پٹرول کی بڑی بڑی کانیں سب ہندوستان میں واقع ہیں جس کا اکثر حصہ تیار، دھاس اور کالی میں ہے۔ اب اگر پاکستان اس طریقہ پر بنایا جائیگا جو مسلم لیگ اور اسکے قائد اعظم کا تجویز کردہ ہے اور جسکی بنیاد ہی قومی اور مذہبی منافرت پر قائم کیا رہی ہے تو ہندوستان کہ جس میں ہندو سرمایہ دار خود بہت کافی ہیں، جس درجہ عملت کے ساتھ ترقی کر کے پاکستان کے لئے غرور بن سکتا ہے اسکو کونسی طاقت روک دے گی؟ نیز نظام حکومت کے تمام شعبوں میں جس قدر زبردست ترقی ان کو حاصل ہوگی اور سرمایہ سے محروم مسلم اقلیت کو اگر ہندو سرمایہ دار تو انین اقتصادیات کے پردہ میں ان سے محروم کر دے تو وہ کونسی طاقت ہے جو ان کا حق طلبگی آپٹ سے زیادہ یہ کرے گی کہ پاکستان میں اسکے مقابلہ کا قانون بنا کر پاکستانی ہندوؤں کو اس سے محروم کر دیں گے تو یہ جواب جیسا کہ ایک ہے ہر ایک عاقل جانتا ہے اور اگر آپ پاکستانی حکومت کے ان پوشیدہ معدنیات کو نکالنے کے لئے پیش قدمی کریں گے جو سرحد، سندھ، بنگال وغیرہ میں تو آپ جانتے ہیں کہ ایک کان کھودنے اور برآمد کرنے میں کروڑوں روپے صرف ہوتے ہیں وہ کہاں سے آئیں گے؟ جبکہ ان مسلم منطقوں کو اپنے نظام حکومت کے شعبوں کے چلنے ہی میں بشکل حکومت کی آمدنی کفایت کر سکے گی کیونکہ آج سندھ اور سرحد مرکزی حکومت کے بل پر چل رہے ہیں اور بلوچستان کا بھی یہی حال ہے اور ان تینوں کا بار پنجاب پر پڑ جائیگا اور اسی طرح آسام کے اضلاع بنگال کی حکومت پر جہاں فصائع آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہے۔ ایکسنگ فاضل نے اس جگہ بڑی کاوش کے ساتھ اویانہ انداز میں یہ اقتصادی حل تجویز فرمائیے کہ کانگریس حکومت کی طرح پاکستان میں بھی تنخواہیں کم کر دی جائیں گی اور اس سے حاصل شدہ روپیہ اس پر صرف کیا جائیگا اور دوسری ترکیب یہ ہوگی کہ ہندوستان کے ہندو سرمایہ داروں کو دعوت دی جائیگی کہ وہ اپنا روپیہ لگا کر کمپنیاں قائم کریں اور معدنیات کو نکالیں تاکہ حکومت کا مالیہ وافر ہو اور اسکی اقتصادی پوزیشن مضبوط ہو، مگر یہ حل محض بے خبری اور اقتصادی مسائل سے نا آشنا ہونے کی بنیاد پر ہے ورنہ ان پر یہ واضح رہنا چاہئے تھا اگر پاکستان کے صوبوں میں اور فیڈرل حکومت میں مشاہدوں اور تنخواہوں کو کم کیا گیا۔ اور فوجی فضول اخراجات سے بھی روپیہ محفوظ رہ کر پس انداز ہو تب ہی جاگ کریں ان دونوں منطقوں کے نظام حکومت کے شعبے چل سکیں گے ورنہ ان کا تو چلنا ہی دشوار ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ سرحد، جو فوجی اخراجات میں آتے ہیں ان کا بار حکومت سرحد کے بجٹ پر نہیں ہے بلکہ مرکزی حکومت پر ہے جس کے متعلق متعدد مرتبہ اجلی ہیں

قوم پندرہ مسلمانان اور ہندو اعتراض کر چکے ہیں اور بعض مہاسیمائی ہندو فرقہ وارانہ نقطہ نظر سے بھی اس اعتراض کو حکومت کے سامنے رکھ چکے ہیں کہ مرکزی حکومت کا رد یہ کیوں استعد کثیر تعداد میں سرحد پر فوج ہوتا ہے۔ اور اگر کچھ پس انداز ہو بھی جائیگا تو وہ ایک کان کی معقول برآمد کیلئے بھی کافی ہوگا بلکہ جس وقت اور جس زمانہ میں ہندو ہندوستان ان مستقل شدہ اور بکام شدہ کانوں کے فائدے سے دنیا کی طاقتور حکومت میں شمار ہو رہا ہوگا اُس وقت ہم مشکل دیکھتے ہوئے ایک دوکان برآمد کر سکیں گے اور موجودہ ضروریات حکومت کے اہم فوائد سے بڑی حد تک محروم ہوں گے۔

رہا ہندو سرمایہ دار کمپنیوں کا معاملہ تو یہ بات کہہ کر تو فاضل محترم نے انہوں تک حد تک موجود مسائل سے غیری کا بغوت ہم پہنچا با ہے۔ اس لئے کہ اگر اُن کو یہ معلوم ہوتا کہ موجودہ دور میں کسی حکومت کو مفلوج کرنے اور اسکو آہستہ آہستہ غلام بنانے کا کوئی بہترین طریقہ ہے تو وہ یہی ہے کہ ملک اپنی اقتصادی حالت کو ترقی دینے کے لئے دوسرے ملکوں کی سرمایہ دار کمپنیوں کو دعوت دے خواہ اس میں تھوڑے بہت سرمایہ سے خود بھی شریک کیں۔ موصول کے پیشوں کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے اجنبی سرمایہ دار کمپنیوں ہی نے زمین ہموار کی تھی! ایران کے اس حصہ پر تسلط جوئی کے پیشوں کا ذخیرہ ہے، رضا شاہ کی حکومت سے قبل آہستہ آہستہ برطانیہ کی سرمایہ دار کمپنیاں ہی کے ذریعہ ہوا تھا۔

جدید ترکی نے اس حقیقت کو سامنے رکھ کر آہستہ آہستہ دوسرے ممالک کی کمپنیوں سے نجات حاصل کی ہے اور کر رہا ہے۔

قہاز میں ابن سعود نے اٹلی اور امریکہ کی کمپنیوں ہی سے اول مدد نیا ت نکالنے کا کام لیا تھا مگر اسکو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اسکا حشر کیا ہو رہا ہے اس لئے اس نے اُن سے معاہدہ منسوخ کر دیا اور اس طرح بد وقت نجات حاصل کر لی۔

کہا جاسکتا ہے کہ ہم سرمایہ دار کمپنیوں سے ایسے معاہدات کرینگے جنکے بعد اس قسم کے خطرات پیرا نہوں، تولیے معاہدات تو ہر ایک حکومت کوئی ہے کہ نتیجہ دہی ہوتا ہے جو مذکورہ بالا حکومتوں میں نکلا اسی بنا پر آج تک کوئی طاقتور اور بیدار حکومت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ اسکے ملک میں دوسرے ممالک کے سرمایہ دار اپنا دپیہ لگا کر آہستہ آہستہ اقتصادی اور معاشی عطیہ حاصل کر سکیں مثیلی طاقت کا یہ معاملہ خوف اور دہشت کے لئے نہیں ہے بلکہ واقعات اور حقائق کو پیش نظر لانے کے لئے ہے تاکہ مسلمان اپنی اجتماعی زندگی کے لئے جو کچھ کریں وہ خود و غرض کے بعد کریں!!

پاکستان کی معاشی و اقتصادی حالت کو بہتر ثابت کرنے کے سلسلے میں بلوچستان میں مدد نیا ت کے ذخائر کا ذکر بڑے پرجوش اور جذباتی الفاظ میں کیا جا رہا ہے۔ یہ بات ہر چشم و بینک انہوں ہے کہ ان حضرات نے ان اقتصادی مشکلات پر توجہ کرنے کی بجائے جکی وجہ سے آج تک تندر میں وہ ذخائر برآمد نہیں ہو سکے اور پھر ان معاشی مشکلات کو اس بات کے ذریعہ حل کرنے کی بجائے جذبات سے حل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اگر جذبات سے ہی ایسے مسائل حل ہو سکتے ہیں تو یہ خیال میں مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں اسلامی حکومت کے قیام کے ذریعہ و قوت پذیر ہونے سے بہتر کوئی دوسرا جذبہ نہیں ہے خواہ ظاہری اسباب مساعد ہوں یا نامساعد۔ انہوں یہ حضرات افغانستان، ایران، قہاز، چین، دفرہ کی موجودہ مثالوں سے قطعاً چشم پوشی کر رہے ہیں۔ کیا ان ممالک میں بیشمار قیمتی معاون موجود نہیں ہیں؟ مگر انہوں وہ سب بیکار ہیں کیونکہ موجودہ آمدنی اُن کی ضروریات کا تکفل بھی مشکل کرتی ہے۔ رضا شاہ پہلوی نے کچھ ترقی کی تھی مگر برطانیہ کے ایک اشارہ اور دے سب کچھ ختم کر دیا۔ امان اللہ خان کی مدد بھری داستان ابھی مسلمانوں کے حلقے سے مٹوئی ہوئی۔ انھیں حاصل پاکستان اسکیم ایک جانب ہندو ہندوستان کے عظیم الشان رقبے میں مسلمانوں کو ہندوستان کے مہمی و مسائل ذخائر معاشی سے محروم کرنے کے سامان مہیا کرتی ہے اور دوسری جانب مسلم ہندوستان میں وہ ہی

سرمایہ دار ہندوؤں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ بقول فاضل مذکور پیدائشی تنگ نظری اور فرقہ پرستی کو دل میں سے ہٹے کہیں کی صورت میں مسلم ہندوستان کے معاشی اور طبعی ذخائر پر بھی قابض ہو جائیں اور یورپ کے یہودی سرمایہ داروں کی طرح حکومت کے صلح و جنگ کے باواسطہ مالک بن جائیں اور یا پھر انگریزوں ہی سے رجوع کریں کہ وہ اس معاشی اور اقتصادی گتھی کو اپنے سرمایہ سے مل کر نئے کے لئے ہمارے اسی طرح حاکم اور آقا بنے رہیں جس طرح آج ہیں۔ اور اس کے برعکس ہندو ہندوستان بلا شرکت غیر تھی مایہ مسلم اقلیت کو نظر انداز کر کے جاپان کی طرح ایشیا میں امریکہ اور برطانیہ و جرمنی کا مقابلہ کرنے لگے اور صنعت و حرفت اور تجارت کی راہ سے استحکام حکومت کے ذرائع کی من مانی طاقت بنائے۔

پاکستان ملکی اور قومی نقطہ نظر سے

بقول مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اس مسئلہ میں تو دو رائیں ہوتی ہیں کہ مسلمان اور ہندو بلحاظ مذہب کچھ اور ثقافت دو جدا جدا قومیں ہیں اور رہنمائی لیکن اپنے ملک کو آزاد کرنے اور اجنبی حکومت کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کیلئے جو دینیشن یا دفاع انڈین نیشنل کانگریس کی جانب سے بہت پر امن جنگ جاری ہے اس نقطہ نظر سے بلاشبہ ملک کی مختلف المذہب اقوام سب ایک قوم ہیں اور اس "دفاعی قوت متحدہ" کو کانگریس قوم کہتی ہے اور اگر وہ نہ بھی کہے تو یہی آزادی خواہ مسلمان اس مسئلہ کی صورت اتنی ہی حقیقت سمجھتے ہیں۔

اور یہی حاصل تھا کلکتہ کی اس تقریر کا جو جواہر لال نہرو نے کی تھی اور کہا تھا کہ ہندوستان میں دو ہی جماعتیں ہیں ایک حکومت اور دوسری قوم یعنی ایک جانب اجنبی حکمران اور اسکے وہ تمام وفادار عناصر ہیں جو مذہبی اور قومی اعتبار سے خواہ مختلف ہوں مگر انگریز کی غلامی ہی کو مساوت سمجھتے ہیں اور دوسری جانب کانگریس ہے جس میں ہندو مسلمان اور دوسری اقوام کے وہ تمام افراد شامل ہیں جو انگریز کی غلامی کو منست سمجھ کر اپنے ملک کی آزادی کے لئے بے سربسار ہیں۔

جواہر لال صاحب ادھر ہی امد لا مذہب ہوں یا کفر ہندو وہ اپنے ذاتی خیالات کے اعتبار سے ہندوستان کے تمام باشندوں کو لا مذہب دیکھنا چاہتے ہوں یا کسی نے تمدن میں ڈھال کر ایک قوم کو دیکھنا چاہتے ہوں لیکن اگر اسلام کی تعلیم ہر مال میں سچائی اور صداقت کے اقرار کا مندرجہ ہے اور افتراء و دیتان کو مشرک و کافر کے حق میں بھی گنہ گار بتاتی ہے تو میں بلا غوث لومہ لائٹم یہ کہنے کو تیار ہوں کہ انڈین نیشنل کانگریس کے ایک ذمہ دار رکن ہونے کی حیثیت سے کلکتہ کی جواہر لال کی تقریر جو انگریزوں کی سامراجیت کے خلاف ہو رہی تھی ہندوستان کی مختلف المذہب اور مختلف اقوام کے باہمی تقابل کے سلسلہ میں یقیناً مسطورہ بالا معنی ہی میں تھی۔ مگر قائد اعظم سٹر جیل نے سیاسی حربہ کے طور پر یا کسی اشارہ سے اس کا ایک لپک لپک اور جواہر لال کی تقریر کی اسپرٹ کو انگریزوں کے مقابلہ سے ہٹا کر مسلمانوں کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا اور مسلم لیگ کے لئے ایک مستقل موضوع بن جائے گا اور بلا واسطہ یا باواسطہ اس طرح حکومت برطانیہ کے چیلنج کو مسلمانوں کے لئے چیلنج قرار دے کر حکومت کے مقصد کو کامیاب بنایا اور اسکو برتت قوت پہنچادی!! اور پھر اس مسئلہ کو اپنی مذہم اغراض کے لئے اس طرح استعمال کیا کہ محدث عصر اور مجاہد گمانہ حسین احمد مدنی مدظلہ اور ڈاکٹر اقبال کے درمیان مغالطہ آمیز بحث برپا کر دی اور جب اصل حقیقت معلوم ہونے پر ڈاکٹر صاحب رجوم نے مولانا سے موصوف کے مقابلہ میں اپنے اختلاف کو واپس لے لیا اور غلط فہمی دور ہونے پر اس کو اخبارات میں بھی شائع کرا دیا تب بھی پنجاب کے بعض فتنہ جو مفسدوں نے اس بحث کو ختم ہونے دیا اور بستر مرگ پر مفسر یا نہ خبریں دیکھ کر حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے خلاف جو رہائی ٹاکٹر صاحب سے لکھوائی تھی اور جسکو انھوں نے غلط فہمی دور

ہونے کے بعد شائع کرنے سے منع فرمایا تھا اسکو ان کے انتقال کے بعد شائع کر کے افرائق بین السلین کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور اسکے باوجود کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے اپنے رسالہ "متحدہ قویت" میں زیر عنوان "قویت متحدہ کے مجوزہ معنی" پر تقریر فرمایا تھی کہ ہماری مراد قویت متحدہ سے اس جگہ ذہنی قویت متحدہ ہے جسکی بنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں ڈالی تھی۔ یعنی ہندوستان کے باہر سے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستان اور متحد الوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں اور اس پر دوسری قوم سے جو کہ وطنی اور مشترک مفاد سے محروم کرتی ہوئی سب کو فنا کر رہی ہے جنگ کر کے اپنے حقوق حاصل کریں کوئی مذہب والا کسی دوسرے سے کسی مذہبی امر میں تعرض نہ کرے بلکہ ہندوستان میں بسنے والی تمام قومیں اپنے مذہبی اعتقادات 'اخلاق' اعمال میں آزاد ہیں اپنے مذہبی رسم و رواج 'مذہبی اعمال' و اخلاق آزادی کے ساتھ عمل میں لائیں اور جہاں تک ان کا مذہب اجازت دیتا ہو امن و امان قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی نشر و اشاعت بھی کرتے رہیں اپنے اپنے بدسل لا اور کچر (مذہب) کو محفوظ رکھیں نہ کوئی اقلیت کسی دوسری اقلیت یا اکثریت سے ان امور میں دست و گریباں ہو اور نہ اکثریت اس کی جدوجہد کرے کہ اقلیتوں کو اپنے اندر ضم کرے (متحدہ قویت مطبوعہ ہلال پریس صد ۵۳ء ۵۴ء)

اسکے بعد جو پور کے سالانہ اجلاس کے غلبہ صدارت میں جمعیتہ العلماء ہند کے صدر کی میثیت سے حضرت مولانا نے تقریر فرمادی تھی کہ

ہم ہندوگان ہندوستان بحیثیت ہندوستانی ہونے کے ایک اشتراک رکھتے ہیں جو کہ اختلاف مذہب اختلافات مذہب کے ساتھ ہر حال میں باقی رہتا ہے جس طرح ہماری صورتوں کے اختلافات 'ذاتوں اور صنعتوں کے ہمتا پر رنگتوں اور قادتوں کے افتراقات سے ہماری مشترکہ انسانیت میں فرق نہیں آتا اسی طرح ہمارے مذہبی اور مذہبی اختلافات ہمارے مذہبی اشتراک میں خلل انداز نہیں ہیں ہم سب وطنی حیثیت سے ہندوستانی ہیں اور وطنی منافع کے حصول اور مضرات کے ازالہ کا فکر اور اسکے لئے جدوجہد مسلمانوں کا بھی اسی طرح فریضہ ہے جس طرح دوسری امتوں اور غیر مسلم قوموں کا۔ اسکے لئے سب کو مل کر پوری طرح کوشش کرنی لازمی ضروری ہے۔ اگر آگ لگنے کے وقت گاؤں کے تمام باشندے ملکر آگ نہ بجھائیں گے 'سیداب آگنے کے وقت گاؤں کے تمام بسنے والے بند نہ باندھیں گے تو تمام گاؤں برباد ہو جائیگا اور سبھی کے لئے زندگی و بال ہو جائیگی۔ اسی طرح ایک ملک کے باشندوں کا فرض ہے 'خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان' سکھ ہوں یا پارسی' کہ ملک پر جب کوئی عام مصیبت پڑ جائے تو مشترکہ قوت سے اسکے دور کرنے کی جدوجہد کریں اس اشتراک وطنی کے فرائض سب پر یکساں عائد ہوتے ہیں مذہب کے متذہبوں سے اس میں کوئی کٹاوت یا کمزوری نہیں ہوتی ہر ایک اپنے مذہب پر پوری طر قائم رہ کر ایسے فرائض کو انجام دے سکتا ہے جی اشتراک یو پھل پورڈوں 'ٹرسٹ بورڈوں کو نسلوں اور جمعیوں میں پایا جاتا ہے اور مختلف مذاہب 'میر فرائض شریعہ یا ضلع یا صوبہ یا ملک کو انجام دیتے ہیں اور اسکو ضروری سمجھتے ہیں یہی معنی اس جگہ متحدہ قویت کے ہیں اسکے علاوہ دوسرے معنی جو لوگ سمجھ رہے ہیں وہ غلط اور ناجائز ہیں اس معنی کی بنا پر کانگریس نے فنڈیشنل میں ہر مذہب اور ہر مذہب اور ہر زبان اور رسم و رواج کے تحفظ کا اصرار کیا ہے۔ دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور جو قوفوں کی بات بڑبڑانا چاہئے اسکے خلاف یوروپین لوگ جو 'قویت متحدہ' کے معنی مراد دیتے ہوں اور جو

کا گریسی افراد انفرادی طور پر کانگریس کے فنانس (بنیادی) مضمون کے خلاف معافی بیان کرتے ہوں ان سے یقیناً جمعیۃ العلماء

بیزار ہے اور بری کرنے والی ہے۔

ہر حال متحدہ قومیت کا یہ مسئلہ برابر جمعیۃ العلماء کے بند کے پیٹ فارم پر اپنے اصول خود خال کے ساتھ پیش ہوتا اور مغربیوں کا جواب دیا جانا رہا ہے اور اگر قوم پورے مسلمان بھی آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک مستقل قوم نہ سمجھتے تو آزاد مسلم کانفرنس میں یہ تجاویز کیوں متفقہ طور پر پاس کی جاتیں کہ ناکندہ اسمبلی کا جو مطالبہ کانگریس کر رہی ہے اس کے انتخاب میں مسلمان جداگانہ انتخابات سے منتخب ہو کر آئین کے تاکہ کسی فرقہ پرست مسلمان کو بھی خطہ نمونہ مشترکہ انتخابات سے آئیوے مسلمان ہندوؤں کے نقطہ نظر کے حامی ہوں گے۔ نیز یہ بھی ہے ہوا کہ آئین سے متعلق جو رائے بھی مسلمانوں کی اکثریت کی ہوگی (خواہ وہ پاکستان ہی کیوں نہ ہو) وہی مطالبہ سمجھا جائیگا پس یہ باتیں تب ہی صحیح ہو سکتی ہیں کہ ان تجاویز کو پاس کر نیوالی جماعت آزاد ہندوستان میں (خواہ وہ دونوں اسٹیٹس کے درجہ ہی کی آزادی کیوں نہ ہو) مسلمانوں کو مستقل قوم سمجھتی ہے، مگر انہوں نے اس معاملے میں بھی حکومت ہی کا ساتھ دیا اور آزاد مسلم کانفرنس کی ان تجاویز کو کانگریس کے منظور کر لینے اور اعلان کر دینے کے باوجود بھی آزادی ہند کیلئے ناکندہ اسمبلی سے اختلاف کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس طرح اگرچہ مسلمان اپنے معاملات میں ہندوؤں اور انگریزوں دونوں کی دست برد سے محفوظ رہ کر آزاد ہندوستان کے آئین بنانے میں حصہ دار ہو جائیگا مگر ہندو مسلم منافرت اور برٹش حکومت کی حمایت پر ان کی لیڈر شپ اور ذاتی اقتدار کا جو محکم قلعہ تعمیر ہوا ہے وہ منہدم ہو کر رہ جائیگا!!

لیکن یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ ”دو قوم کی تھیوری سے“ جو نتیجہ سٹرمینا اور مسلم لیگ کے اکان نکاتے ہیں یعنی پاکستان یہ جمعیۃ العلماء ہند کے نزدیک صحیح نتیجہ ہے اور نہ قوم پورے مسلمانوں کے نزدیک اور نہ ان غیر جانبدار مسلم سیاستدانوں کے نزدیک جو کسی جماعت سے بھی متعلق نہیں اس لئے وہ یقین رکھتے ہیں کہ ملکی اور قومی دونوں اعتبار سے مسلمانوں کے لئے یہ نتیجہ سخت مضر اور نقصان دہ ہے کیونکہ ان کے سامنے سابق جنگ عظیم کا وہ نقشہ موجود ہے جبکہ انگریزوں اور اتحادیوں نے جنگ جیتنے کیلئے عربوں کو یہ حکم دے کر ترکوں کے خلاف آمادۂ بغاوت کیا تھا کہ عرب ایک مستقل قوم ہیں جو صدیوں سے ترکوں کی غلامی میں گرفتار ہیں اور بد قسمتی سے خود بعض عرب لیڈروں میں بھی غرض سے یہ فلسفہ کام کر رہا تھا اور وہ ترکوں سے نفرت کرنے اور اپنی مستقل حکومت قائم کرنے کے خواہش مند تھے چنانچہ ”سیکومین“ نے اسی سے فائدہ اٹھا کر ان سے وہ وعدہ لے لئے جو جنگ عظیم کے بعد نذر تباہ ہو گئے۔ اور عرب ترکوں کی غلامی سے نجات پا کر انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ”پاک غلامی“ میں داخل ہو گئے۔ میری اس پیش کردہ نظریہ میں اس بحث کو کوئی دخل نہیں ہے کہ عربوں کے اتحاد مذہب کے باوجود ترکوں کے مقابلہ میں مستقل قوم ہونے کا دعویٰ غلط تھا اور مسلمانوں کا ہندوؤں کے مقابلہ میں بھی صحیح ہے۔ بلکہ میں پاکستانی حضرات کے سامنے سیاسی دنیا کے اسٹیج کا وہ نقشہ لانا چاہتا ہوں جو ہم کو یہ سبق دیتا ہے کہ کسی ملک خصوصاً وسیع اور مضبوط ملک کو غلام بنانے یا مستقل طور پر جنگل میں دبائے رکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس میں رہنے والی مختلف اقوام کے درمیان جذبات منافرت پیدا کر کے اس حد تک پہنچا دیا جائے کہ وہ آزادی کی ٹرپ اور آزادی کے عشق کے باوجود اس ملک کی تقسیم کو اپنا دین و ایمان بتالیں۔ اور اسی کے اندر سیاسی اور معاشی نجات تصور کرنے لگیں چنانچہ عرب لیڈروں نے اسی سے کم دلائل میں سے الگ آزاد عرب اسٹیٹ بنانے میں پیش نہیں کئے جمہور آج ہندوستان میں پاکستان کے حق میں پیش کئے جا رہے ہیں، پھر نتیجہ جو کچھ نکلا وہ انہیں شش ہے!! یونان، ہنگری، ترکیو، سلوواکیا اور یاہملے بقان وغیرہ نے یورپین حکومتوں کے اشارہ پر قومیت کے نام پر علم بغاوت بند کر کے اگرچہ خود کو بظاہر آزاد کر لیا مگر ترکی کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان کا بھی جو کچھ مشر ہوا وہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور مرد بیمار ترکی آج بھی بیمار مرد کی طرح زندہ ہے!!

کیا پاکستانی حضرات کے لئے یہ مسئلہ باعث صدمہ ہزار ہرت نہیں ہے کہ آج مسلم لیگ اور سرسبزینا کی حیثیت برٹش حکومت کی نگاہ میں اتنی ہے کہ جن جن مواقع میں اسکو کانگریس کی تحریک آزادی کو شکست دیتی ہے اُن میں وزیراعظم اور پارلیمنٹ سے سیکرٹریسٹ تک کی زبان و قلم پر مسلم لیگ کا نام بار بار آتا اور اسکی اہمیت اور نمائندگی کو سراہا جاتا ہے۔ لیکن جب وہی سرسبزینا کانگریس سے خفا ہو کر کاسہ گدالی کو حکومت کی جانب پھیر دیتے ہیں اور بار بار کبھی پیار و محبت اور دعائیہ کلمات کے ساتھ اور کبھی نفلی آئینہ ناز و ادا کے ساتھ اُس سے احتجاج و ذاری کرتے ہیں تو وہ کانگریس کو نظر انداز کر کے حکومت کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں دیر سے تو وہی حکومت پیچھے پھر کر بھی بھکاری کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھتی!! کیا جو حکومت آٹھ صوبوں میں ہر قسم کی ناراضیوں اور بھی ٹیشیوں کے باوجود مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے کانگریس کو حکومت کی مشین حوالہ کر سکتی ہے کہ حکومت کو اپنے پر روزِ نجات جیسا عظیم شان کا زمانہ کیا گیا وہ حکومت کانگریس کو ذلیل کرنے کے لئے یا مسلم لیگ کو عزت بخشنے کے لئے سرسبزینا کے سوال کو پورا نہیں کر سکتی؟ ضرور کہ سکتی ہے اگر کرتی کیوں نہیں؟ صرف اسلئے کہ وہ جانتی ہے کہ مسلم لیگ ادا کا قائم اعظم اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے کہ وہ ہماری انفرادی کارہائے بدیہی کی جھلکیاں جو کبھی کبھی دہانی طور پر حکومت کی بجائی رہی ہیں انکا آکر کارہائے بدیہی میں اور زیادہ کمزور معادن ثابت ہوں کہ موجودہ بدیہی کے زمانہ میں یہ بھی ایک مفید طریقہ ہے!!

میں کسی کی نیت پر حملہ کرنا نہیں چاہتا البتہ حق و انصاف کے نام پر صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قائم اعظم کی اس الہامی سیاست کا نتیجہ جو حکومت کی ہمواری اور اسکا استحکام کے لئے کامیاب بننے کے سوا اب تک کیا نکلا؟ کیا کانگریس مشن کے زمانہ میں جو حضرات دہلی کے حالات سے باخبر تھے وہ اس حقیقت کو فراموش کر سکتے ہیں کہ اس ایک بات کے ماسوا کہ حکومت پاکستان کو جس طرح اپنے آئندہ اقتدار ہند کیلئے مفید سمجھتی ہے اس کے اصول کو اسکیم میں وضع کر کے سرسبزینا کو کانگریس کے مقابلہ میں تبسم فرمایا کہ موقعہ مرحمت فرمایا اور کسی مسئلہ میں بھی اُن کو کوئی حیثیت نہیں دی اور پورے تپا کے زمانہ میں کانگریس مشن کو شش میں لگا کر کسی نہ کسی طرح کانگریس کو راضی کر کے ایک مفید نیشنل گورنٹ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے اور اسی لئے غیبِ مسلم لیگ کو الٹا بادیں ایک ایسا ریزرویشن بنانا پڑا جو بقول انجینئرس "ابلاس ختم ہونے پر بھی اُس وقت تک شائع نہ ہو سکا کہ نہ معلوم حکومت اور کانگریس کے درمیان کس قسم کا بھوتہ ہو یا قطعاً منہ بول تو صدر اس وقت مختار تھے کہ جس طرح چاہیں اُس تجویز کی شکل بد لکر شائع فرما دیں گے اور بالآخر کانگریس اور کانگریس کی بات چیت ٹوٹ گئی تو اب وقت آیا کہ مسلم لیگ کو استعمال کیا جاوے چنانچہ فوراً ہی وہ سرسبزینا سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے اور اُس وقت مسلم لیگ کا ریزرویشن بھی شائع ہو گیا جس میں کانگریس مشن سے بغاوت راضی کا اظہار تھا مگر پاکستان کا اصول منظور کر لینے کے نام سے حکومت کانگریس بھی ساتھ ہی منسلک تھا تاکہ بے ٹیل کی شکایت میں جو اب حکومت کی جانب سے ایک کیلئے پھیلا ہوا ہے اس کے جواز کی صورت باقی رہے۔ پھر کانگریس نے یہی جاکر وہ تاریخی تقریر کی جو مسلم لیگ کو ہمت پسند آئی اور مسلم لیگ کے لیڈروں نے اسکو خوب سراہا۔

حالانکہ جو کانگریس صاحب بسببی میں ہندو مسلم منافرت کی تقریر کر کے اپنی مشن کی ناکامی سے متعلق مغتریانہ بیان دے کر گئے اُن ہی کانگریس صاحب نے جب یہ دیکھا کہ اسلئے اور کانگریس کے مخالفانہ رویہ میری وار کیسٹ کو میرے خلاف ہوا کر رہا ہے اور بھگوا اسلئے ناکام جا چڑھا کہ ایک طرف گورنر جنرل اپنے اختیارات خصوصی اور اپنی ریٹو پاور (VETO POWER) ترک کرنے پر آمادہ نہیں اور دوسری جانب کانگریس کا یہ اصرار ہے کہ نیشنل گورنٹ صحیح معنی میں نیشنل گورنٹ ہو اور ڈیفنس کے متعلق کانگریس کے مطالبات سب پورے ہوں تو سرسبزینا کو کانگریس نے مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو کے سامنے آخری پیشکش یہ کی کہ اگر وہ اس وقت گورنر جنرل کے مقابلہ میں اختیارات کی آزادی اور ڈیفنس سے متعلق چند مطالبات پر نہ اڑیں تو میں مسلم لیگ کیلئے آمادہ ہوں کہ تقسیم ہند سے متعلق جو وعدہ میری اسکیم میں ہے اسکو عذت کر دوں اور یقیناً میں وار کیسٹ اور اسلئے دونوں کو اس پر آمادہ کر سکتا ہوں اور ساتھ

ہی یہ بھی اطمینان دلاتا ہوں کہ قحط کے بعد ہی آپ اس ایجنج کو بھی حاصل کر لیں گے بشرطیکہ اس وقت آپ میرے مشن کو کامیاب بنادیں۔
 گریڈ ۲ کی موجودگی میں صدر کانگریس حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے مخصوص انداز بیان کے ساتھ پرجوش الفاظ میں فرمایا کہ میں اسکی ضرورت مطلق نہیں ہے کہ آپ کی تقسیم ہند کے حصہ کو کہ جسکو آپ ہندو مسلم منافرت کے لئے اپنی اسکیم میں شامل کر لیتے ہیں ختم کر لیں۔ آپ ہمارے مطالبات کو مکمل طور پر مان لیجئے اور حکومت ہند اور برٹش حکومت سے سزا دیجئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اتنا بیس گھنٹوں کے اندر اندر میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتہ نہ کرادوں اور مسٹر جینا اور مسلم لیگ کو راضی نہ کروں تو پھر بلاشبہ کانگریس نا اہل ثابت ہوگی اور یقیناً اسکو کوئی حق نہیں ہوگا کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے متعلق ایک لفظ بھی آئندہ زبان سے نکلے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مولانا آزاد کی صدارت میں کانگریس کا رویہ ان کے حقوق کے متعلق کیا ہے مگر وہ مسٹر جینا کے نزدیک قابلِ گردن زدنی ہیں اور نام نہاد غمخواراں اسلام کے نزدیک سخت مجرم کانگریس اور مسلم لیگ کے موجودہ اختلافات کے درمیان مسلم لیگ کے قائد اعظم کا حضرت مولانا آزاد کے ساتھ جو غیر اسلامی اور غیر شریفانہ رویہ رہا ہے اور اس پر حضرت مولانا آزاد نے جس ممبر اور ضبط و تحمل کا ثبوت دیکر مسلسل یہ کوشش جاری رکھی ہے کہ کسی طرح مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان معقول سمجھوتہ ہو جائے اس سے ایک انصاف پسند نگاہ میں دو رہنماؤں کے باہم پستی اخلاق اور بزدلی اخلاق اور فسادِ صلح کے دو متضاد نقشے سامنے آجاتے ہیں۔

غرض حکومت نے مسلم لیگ کی پوزیشن یہ طے کر لی ہے کہ وہ کانگریس کی جنگ آزادی کے بساط پر ایک ایسا مہرہ ہے جو شہ دینے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ یعنی جس حد تک حکومت کانگریس کی جدوجہد سے مجبور ہو کر اسکو راضی رکھنا چاہتی ہے اُس حد تک مسلم لیگ کو نظر انداز کر دیتی ہے اور جن حدود میں اسکی جدوجہد اور مطالبات کو رد کرنا ضروری سمجھتی ہے ان میں مسلم لیگ کو آگے کر دیتی ہے اور کانگریس کو متنی الامکان شکست دینے کیلئے جس طرح اُس نے مسٹر لیگ کے ذریعے تلہ کی چوٹی پر بعض مسلمان لیڈروں کو بٹھا کر جداگانہ انتخاب کا "الہام" کیا تھا جسکی تفصیلات ایک باخبر ملنگ نے کتاب "مسلمانوں کا روشن مستقبل" میں واضح کر دی ہیں اور وہ آج یگی مسلمانوں کا جزو ایمان بنا ہوا ہے! اسی طرح آج کی سیاست میں اُس نے پاکستان کا الہام کیا ہے جسکو وہ جب اور جس طرح مفید سمجھے گی اپنے سامنے لاتی رہے گی۔

رہا قائد اعظم کے جھنڈے کے نیچے مسلم لیگی سربراہوں کا اس "الہام" پر کانگریس کی برابر حکومت کے مقابلہ میں جنگ کرنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ شیر قاتلین کو شیرستان یقین کر لینا! جو رہنما صاف الفاظ میں لکھنؤ کے سالانہ اجلاس میں یہ کہہ چکا ہوں حکومت کے مقابلہ میں کسی قسم کی بھی سول نافرمانی کرنا خودکشی کے مترادف ہے اسکے اقدامات کا حکومت کو خود مسللوں سے زیادہ صحیح اندازہ ہے۔

جو حضرات لارڈ لنکڈن کے پرانے افکار کی بنیاد پر اسکی وائس رائلٹی کی پوری مدت میں خوف کی وجہ سے لندن کو ہجرت کر چکے ہوں اور اسکی خدمت پر ہی رونق دہ ہندوستان ہوئے ہوں اور جو ہندوستان کی تباہی اور مسلمانوں کی اجتماعی بربادی کے زمانہ میں اور اسی طرح کے دوسرے ہم معاصروں اسلامی میں پیٹ فارم سے راہ فرار اختیار کر چکے ہوں وہ آج اگر خوش نغم اور پیغمبر سادہ لوح مسلمانوں کی نگاہ میں مولانا آزاد اور مولانا حسین احمد سے زیادہ اسلامی درد کے حامل اور انسانی سیاست کے قائد ہیں تو اس قوم کا خدا ہی گمان ہے۔

مجھے یہ حالات دیکھ کر مجاہد اکبر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ یاد آتا ہے کسی شخص نے سید محمد کے بعد مسلمانوں کی پستی اور انگریزوں کی کا ذکر کیا تو فرمایا "اے ابھی کیا ہے" وہ وقت بھی آئے والا ہے جب مسلمان انگریز دوستی کی بنا پر اس سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا ہونگے اور اسکے بعد پھر خدا ان کو سمجھ دیا اور وہ اپنی اس روش سے متنفر ہو کر اپنی اجتماعی عزت کیلئے کوشاں ہوں گے۔

برہنہاں ملے اور توئی نقطہ نظر سے بھی مسلمانوں کے لئے "پاکستانی" اسکیم مسلک اثر رکھتی ہے اور جبکہ موجودہ دور میں برطانیہ فرانس امریکہ اور
 بیسی حکومتیں یہ غور کر رہی ہیں کہ اگر وہ چند بڑی بڑی حکومتوں کو ایک فیڈرل حکومت میں تبدیل کر کے زندگی بسر نہیں کر سکیں تو ان کا دشمنوں کے مقابلہ
 میں نہ نہ بننا مشکل ہے اور جبکہ ایران افغانستان ترکی کا وہ میثاق سعد آباد جو مسلمانوں میں خلافت عظمیٰ کا نمونہ قرار دیا جا رہا تھا شکستہ کی
 جنگ شروع ہونے ہی لگاؤ خود ہو گیا حتیٰ کہ کوئی ایک دوسرے کی امداد کا نام تک بھی نہ لے سکا اس وقت ہندو ہندوؤں کی تنگ نظری سے خفا ہو
 ہندوستان کے صحیح فرائض کوئی بھی مسلمانوں کی عزت و ترقی سمجھتے ہیں اور اسکو "اسکیم" یقین فرماتے ہیں۔ ۲۰ "ہندو" شیعہ عجیب !

حضرت شیخ احمد نور محمد ترقی جب اپنی انقلابی اسکیم بیکر تھوڑے چوٹے اور عرصے کے بعد ان کے اور انور پاشا مرحوم اور جمال پاشا مرحوم کے درمیان میں
 میں راز دارانہ گفتگو ہوئی تو عین گفت و شنید کے بعد انور پاشا نے حضرت شیخ سے فرمایا کہ مولانا اب وہ وقت گیا جب ترکی یا کسی مسلم حکومت سے یہ
 توقع کیا جاسکتی تھی کہ وہ ہندوستان پر چڑھائی کر کے اسکو آزاد کرادینگے اگر آپ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر اسلام کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں تو
 ہندوستان ہی واپس تشریف لے جائیں اور بڑی مصیبت سے بچنے کی خاطر چھوٹی مصیبت کو اختیار کریں اور وہ یہ کہ وہاں کے تمام مختلف مذاہب
 لوگوں کو اجنبی حکومت کی غلامی سے آزاد کر سنے۔ وہ ایک مشترک حکومت قائم کر کے غلامی سے نجات پانے کا تصور پیدا کریں اور اسی کیلئے ہر قسم
 کی جدوجہد سے کام لیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے اور برٹش حکومت کی موجودہ طاقت کو نیشنل گورنمنٹ میں منتقل کر کے مزدور بنائیں گے تو یہ نہ صرف خود اپنے
 اور پراسان ہوگا بلکہ دنیا بھر اسلام کی غلامی اور غیر غلامی بھی صحیح آزادی سے دوچار ہو سکے گی !

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ علی انسانوں کی نگاہ میں اجنبی اقتدار کی کیا حیثیت ہے اور بے علی کو شاہراہ بنا کر اور نفی پہلوؤں پر زندگی کی
 اساس قائم کرنا کون سے حضرات کے نزدیک کیا ہے ! درحقیقت یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جو قوم پرور مسلمانوں اور جمعیتہ العمل اور دوسری ترقی پسند مسلم جماعتوں کے
 اور پاکستان و مسلم لیگی مسلمانوں کے درمیان اختلافی ہے باقی سب اسکی شاخیں اور برگ و بار ہیں قوم پرور مسلمان سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کی ہتیم
 کی تنگ نظری اور تعصب کے باوجود ان کے مقابلہ میں اگر بڑی حکومت کا شاہنشاہانہ اقتدار ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے بھی اور دنیا بھر اسلام کے
 غلام اور نیم غلام بلکہ آزاد حکومتوں کے لئے بھی زیادہ خطرناک اور ہلاکت آفریں ہے اسلئے کسی حال میں بھی ہندو اور دوسری غیر مسلم اقوام ہندو نظر انداز
 کر کے انگریزوں کی جانب نگاہ اٹھائے رکھنا اور مختلف مقدس عنوانوں کے ساتھ ان کے اقتدار کے استحکام کا آلہ کار بننا ہلاکت بول بولنا اور مسلمانوں
 کی عظمت کو خاک میں ملانا ہے اس کے برعکس پاکستانی اور لیگی مسلمان یہ یقین کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی یہ مصیبت انگریزوں کے اقتدار کے مقابلہ میں بہت
 زیادہ خطرناک ہے اور انگریزوں کی غلامی جزا علی درجہ قابل ترجیح اور قابل قبول ہے اور جب وہ اس نظریہ کو آزادی کے فائدے سمجھ کر اور اسکی غیر معیویت
 سے شرکرا اس جذبہ کو معقول بنانا چاہتے ہیں تو یہ فرما دیا کرتے ہیں کہ اگر آزادی کامل فوراً ہی مل جاتی تو دوسری بات تھی ہم بھی اس پر غور کرتے مگر
 جس طرح آہستہ آہستہ قدم اٹھ رہے ہیں اس سے تو ہم دوسری غلامی میں آجائیں گے اسلئے یہ نظریہ قائم کرنے پر مجبور ہیں۔

۱۱ **حقوق مسلم** رہا مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ تو اسکے لئے قوم پرور مسلمانوں اور جمعیتہ العملاء ہند کبھی بھی کیوں مسلمانوں سے نیچے نہیں ہی
 اور جب کبھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا سب سے پہلے انھوں نے ایسی تجاویز مرتب کیں جن میں مسلمانوں کے حقوق کی بہتر ہے
 بہتر طریق پر حفاظت ہوتی ہے۔ اور وہ ہندوؤں کے مساوی ہو کر ہندوستان کی حکومت میں حصہ دار ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جمعیتہ العملاء ہند نے سارنپور
 کے مسئلہ دالے فارم کے میں اس وقت کے پیش کردہ مشرعیانہ کے مطالبات سے زیادہ بہتر طریقہ پر مسلمانوں کا معاملہ مل کیا تھا اور آج بھی (جیسا

کہ غریب نفل کیا جائیگا) جمعیتہ العلماء ہند کا لاہور ریڈیو سنسٹم لیگ کے ۱۰ ہزار ریڈیو سنسٹم سے مسلمانوں کے لئے کیوں اور فرقہ وارانہ حقوق کے نقطہ نظر سے بھی مفید اور بہتر ہے وہ اقوام اور ملک کے درمیان مذہبی اور قومی منافرت بھی پیدا نہیں کرتا اور اجنبی اقتدار کو بھی موقعہ نہیں دیتا کہ وہ ملک کے حقے غریب کر کے مسلمانوں کو اپنے تحفظ و استحکام کا آلہ کار بن سکے مگر اسکے باوجود ہوا خواہان لیگ کی نظر میں جمعیتہ العلماء ہند کی وہ سب کوششیں جو مسلم حقوق کے سلسلہ میں وہ کرتی رہی ہیں صرف اسلئے پتہ در پتہ ہیں کہ اسکے صدر محترم نے انگریزی حکومت سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے جذبہ میں یہ کیوں فرمایا کہ وہ اس غرض کی خاطر کتوں اور سوروں سے بھی اشتراک کر سکتے ہیں۔

پاکستان تبلیغی نقطہ نظر سے

جو حضرات اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہندوستان میں برٹش حکومت سے قبل بلکہ ہندو حکومتوں کے راج میں اسلام نے کس طرح اس ملک میں اپنا پیغام پہنچایا اور یہاں کے باشندوں نے اس کو قبول کیا نیز برٹش حکومت کے قیام کے بعد کس طرح یہاں کے آبادی ایک صدی میں دو چند ہو گئی اور جو حضرات اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ اسلام کی اس روز افزوں ترقی کے پیش نظر کس طرح سیاسی اور مذہبی دونوں نقطہ نگاہ سے ہندوؤں میں "آریہ سماج" تحریک نے نشوونما پائی وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی اور اقتصادی ترقی اور برتری کا علاج "پاکستان" کے ذریعہ کیا گیا تو اس سے اسلامی تبلیغ کو بہت بڑا دھچکا لگیگا اور عظیم الشان نقصان پہنچے گا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ ہندو ہندوستان نے اپنے مذہبی اور قومی مفاد کی خاطر یہ اعلان کر دیا کہ "اُن کے ملک میں کسی مذہب کی تبلیغ نہیں کی جاسکتی اور نہ ایسی انجمنیں قائم ہو سکتی ہیں" حتیٰ کہ انھوں نے خود اپنے مذہب کے متعلق بھی یہی طے کر دیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسکا مفاد بھی انھیں کو پہنچتا ہے تو "مسلم ہندوستان" اسکے متعلق اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ وہ اسکے رد عمل کے طور پر اپنے یہاں بھی اس قسم کے احکام نافذ کر دے اور قانون پاس کر دے مگر پاکستانی بھائیوں کو یہ کون بتائے کہ اس شکل میں خسارہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کو رہیگا۔ ہلکے سارے جاپان اور چین کی مثالیں موجود ہیں "دونوں ممالک" بد مذہب کے برہمنوں نے اسلام نے تلوار اور حکومت کے بغیر وہ ترقی کی کہ آج دنیا کی حکومتوں میں ہندوستان کے بعد چین ہی میں سب سے زیادہ مسلمان ہیں مگر جاپان کے اس حکم اور قانون نے کہ "جاپانی حکومت اسلام کی مذہبی حیثیت تسلیم نہیں کرتی" جاپان سے اسلام کو بیگانہ رکھا اور اب جبکہ حالیہ زمانہ میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا تو اسلام نے وہاں بھی اپنی صداقت کا اثر دکھانا شروع کر دیا۔

اور اس سے آگے لگانا مہم جو توں اور دوسرے لاکھوں نو مسلم بے علم جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے ضرور لگتا ہے کہ ان کا کیا مشر ہوگا اور وہ اس وقت جبکہ تین چوتھائی ہندوستان میں وہ ہندو ہندوستان سمجھ کر رہیں گی تو ظاہری جبر و اکراہ کے بغیر ہی ان کا رخ کس جانب ہوگا جبکہ آج بھی انکا ہنجان شکل جو رہا ہے اور اسکے برعکس ہندو جابلہ و ہتھیوں تک میں اقلیت اور اکثریت کے بھگڑوں نے جو سیاسی بیداری پیدا کر دی ہے اسکے پیش نظر مسلم ہندوستان میں "نعم البدل" کی تلاش "العیاذ باللہ" نہ تو ارتداد کا توازن پورا کر سکتی ہے اور نہ اضافہ و ازدیاد ہی میں صحیح توازن باقی رہ سکتا ہے۔ اگر اس پہلو کو جو اس سے زیادہ واضح افغان میں ظاہر نہیں کیا جاسکتا وہ انگریزی داں طبقہ نظر انداز کر دے تو کر دے جس نے اپنی سیاست کا مرکزی نقطہ "انگریزوں کی غلامی اور اُن کے سامنے زندہ رہنا بنا لیا ہے کیونکہ وہاں تو مقام دے لیکر نقلہ تک سب ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح مذہب

اسلام کو بھی مخصوص عقائد و اعمال کا مذہب نہیں سمجھتے بلکہ صرف "سوسائٹی کے مذہب" کی حیثیت سے اسکو اپناتے ہیں تاکہ دنیا تو ان "اسمبلیوں اور ملازمتوں میں ایک خاص نام سے جگہ حاصل کر سکیں خواہ وہ نام ہمارا مسلمان خدا کا منکر ہو یا مذہب کا منکر ہو اور خواہ وہ رسالت "ختم نبوت" مشر و نشر معاد و آخرت وغیرہ کا قطعاً منکر ہو لیکن ایک ہمدرد اسلام سے تو ممکن نہیں کہ وہ نظر انداز کر دے دو قوم (Two Nation Theory) کا نظریہ جو مطالبہ پاکستان کی بنیاد ہے اسلام کو سوسائٹی کے مذہب کی حیثیت دے کر یا بالفاظ دیگر اسلام کو قوم کے مرادف قرار دے کر ایک عظیم نشانِ خطرہ یہ پیدا کرتا ہے کہ اس صورت میں مسلمان "جرمن" "فرنگی" "انگریز" وغیرہ کی طرح ایک علاقے میں رہنے والے کا نام ہو جائیگا۔ یعنی جس طرح جرمنی وہ ہے جو "جرمن جرمن" میں رہے "فرنگی" وہ ہے جو "فرانس" میں رہے اسی طرح مسلمان وہ ہے جو پاکستان میں رہے!

اسلام کو ایک اخلاقی، تمدنی، روحانی پر وگرام کی حقیقت سے آگاہ کر فقط جغرافیائی حدود میں محدود کر دینے سے جو مذہبی، تمدنی اور یعنی نقصانات پیدا ہو سکتے ہیں وہ مزید توضیح کے محتاج نہیں! جس طرح ایک جرمن جرمن ہے خواہ مل کچھ رکھتا ہو کیونکہ وہ جرمن نیشن سے تعلق رکھتا ہے ایک جرمن برہمن ہے کیونکہ وہ برہمن قوم سے تعلق رکھتا ہے، اعلیٰ اور عقیدہ خواہ کچھ ہو! اسی طرح ایک مسلمان مسلمان ہوگا خواہ اس کا عقیدہ و عمل کچھ ہو، کیونکہ وہ نیشن اسلام سے تعلق رکھتا ہو! اور جس طرح ایک برطانوی کو جرمنی بننے کی دعوت دینا ایک سیاسی چیز ہے، مذہب سے اسکا تعلق کچھ نہیں! اس طرح ایک ہندو عیسائی! سکھ کو اسلام کی دعوت دینا کے یہ سنی ہونگے کہ وہ اس نیشن کا جزو بن جائے جبکہ مرکز پاکستان ہے! تن ستر مینا بیر ستر کے بجائے مفتی کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور سر فخر احمد (قادیانی) "راجہ محمود آباد (شیعہ) کو جو پاکستان کے حامی ہیں مسلمان اور دیانتدار قرار دیتے ہیں۔ اور مولانا حسین احمد صاحب "مفتی کفایت احمد صاحب جیسے مجاہدین ملت کو بددیانت، بے ایمان، کھدیتے ہیں اور یہی اخبارات ان جملوں کو نہایت آب و تاب سے شائع کرتے ہیں اور یہی نوجوان ستر مینا کے نوسے پر افتقاد رکھتے ہوئے مولانا حسین احمد صاحب مظلّم ہوتا آزاد صاحب مظلّم کے ساتھ اس سے بھی بڑا سلوک کرتے ہیں جو ایک کافر، مرتد کے ساتھ کیا جاسکتا ہے! غور کرو! اسکے دور رس نتائج کیا ہونگے! آفران ہندگوں کی (معاذ اللہ) بے ایمانی اور بیدینی اسکے سوا کیا ہے کہ حضرات پاکستان کے حامی نہیں؟ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف تو یہ شومنا ثنوی کہ متحدہ قومیت کا لفظ بھی مصدر جمعیتہ العلماء کی زبان پر کیوں آیا دوسری جانب یہ پستی کا اسلام کو جغرافیائی حدود میں محدود کر دیا! سے بسوخت عقل زحیرت کہ اس چہ بوا بھی ست

آخر میں دار فنگلی کا باعث اسکے سوا کیا ہے کہ سے کوئی معشوق ہے اس ہر وہ زندگی میں ہر حال تبیینی اور مذہبی نقطہ نظر سے ہی پاکستان مسلمانان ہند کے لئے ہرگز مطمئن محسوس نہیں ہے!

“پاکستان خارجہ پالیسی کے نقطہ نظر سے”

یہ سمجھئے کہ صوبہ سرحد اور بنکال (کلکتہ) اور ساحل سندھ (کراچی) ایسی اہم پوزیشن میں ہیں کہ ہندوستان کے ہر دینی ممالک سے جنگ تو مسلح اور تجارتی و تمدنی تعلقات کیلئے گویا کنبی ہیں جو پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھ میں بلا واسطہ ہوگی گرام سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یہی کنبی اس وقت دوسروں کے ہاتھ آسانی میں جاتی ہے جبکہ کنبی بردار سیاسی، اقتصادی اور تجارتی اعتبار سے اس قدر مضبوط ہو کہ وہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائے

اور دوسرے بھی اس سے فائدہ اٹھانے میں اس کے محتاج ہیں۔

لیکن گذشتہ تفصیلات کے پیش نظر یہ بات واضح ہو چکی کہ مسلم پاکستان رقبہ اور آبادی کے اعتبار سے ہندوستان کا بڑا حصہ ہوگا۔ درسیا، اقتصادی اور تجارتی اعتبار سے بہت کمزور اور نحیف ہوگا۔ ان حالات میں اسباب سے قطع نظر کر کے محض جذبات کی زد میں رہتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ کمزور اکثریت اور در مضبوط اقلیت کے باوجود ہم سب کچھ کر سکتے ہیں اور ہندو ہندوستان کے مقابلہ میں مساوی مضبوط ہو سکتے ہیں "حسن نیت تو کہہ جاسکتا ہے مگر حقیقت کے مطابق نہیں کہا جاسکتا۔

دنیا میں دوسری حکومتیں اسی حکومت سے خوفزدہ ہوا کرتی ہیں جو خود اپنے تمام پہلوؤں سے مضبوط ہو ورنہ اس سے بہتر کے یہی اور اقتصادی تعلقات کو دبستہ رکھنا ضروری سمجھتی ہیں اور کمزور حکومت ہمیشہ دوسروں ہی کے رحم و کرم پر آزادی کے نام سے زندہ رہا کرتی ہے۔

آج! چھوٹی حکومتوں میں ترکی جیسی زبردست طاقت بھی جنگ میں اسلئے اپنی غیر جانبداری محفوظ رکھ سکی کہ وہ دو مضبوط طاقتوں کی جگہ مابین کے مابین رہی تھی اور دونوں طاقتیں اپنی اپنی مصالح کی بنا پر اس سے ابھٹنا نہیں چاہتیں۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر اس معاملہ کو ان کی بے نظیر شجاعت، زندگی اور ذرائع و ذخائر جنگ کی فراوانی پر محمول کہہ سکتے ہیں کہ "بعضے کی خوشی کے باوجود ترکی کی طاقت کے خوف سے ابھٹنا نہیں چاہتیں۔ لیکن درہ و دانیوں کے بارے میں آج ترکی کی بے بسی اس خوش اعتقادی کا بھی پورا کھو رہی ہے۔ مضبوط حکومتیں سیاسی اور تعلقات کس کے ساتھ زیادہ مستحکم رہتی ہیں اسکی روشن مثال حکومت چین ہے کہ جب وہ جنگ عظیم سے پہلے جاپان کے ہاتھوں پٹ رہا تھا تو اس قریب کا کوئی بھی حامی نہ تھا اور پھر (وقت ضرورت) بہت سے ہو گئے۔ لہذا ہندوستان سے تعلقات رکھنے کے لئے یورپ اور ایشیائی طاقتیں پہلے ہندوستان کی جانب بھکیں گی یا آپ کی جانب اس کا فیصلہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ میں عزت ایک مثال پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ ۱۹۴۷ء میں جب کانگریس نے عام سول نافرمانی شروع کی جس میں بدیشی کپڑے پر پکڑنگ اور اسکا مقاطعہ بھی شامل تھا تو پانچویں اور نکا شاکر کی کمپنیوں نے یہ دیکھا کہ ہندوستان میں کپڑے کی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے اور یہ بڑا ظلم ہے کہ مسلمان اس سے قطعاً محروم ہیں لہذا حاجی عبداللہ بارون (جو) کے ذریعہ شہر میں تقبیلوں اور دیہاتوں میں بذریعہ اشتہارات یہ پروپگنڈا کرایا گیا کہ ان کمپنیوں نے مسلمانوں کو کپڑے کی تجارت میں مضبوط کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ دو کروڑ روپیہ کی قیمت کا کپڑا مسلم کمپنی قائم شدہ ہندوستان کو امداد دیتے رہیں گے اور یہ رقم اس کمپنی پر اس عرصہ تک برابری ہوگی جب تک وہ بیرون پر کھڑی ہونے کے قابل ہو جائے لہذا مسلمانوں کو بدیشی کپڑے کا مقاطعہ نہیں کرنا چاہئے اور جیسی میں ایک فزم بھی قائم ہوگی لیکن بیرون ہی تحریک کا سیاسی کے ساتھ ختم ہو گئی مسلمان نظر نہ کر دئے گئے اور وہ ساری اسکیم خاک میں مل گئی۔

ہے کمزور اور طاقتور حکومت کا تقابل! طاقتور کو چھوڑ کر کمزور سے کون معاملہ کرے!!

نہ محمد نواز صاحب انصاری اپنے رسالہ پاکستان اور مسلمان میں تحریر فرماتے ہیں پاکستان کی پکڑا دار کا سترین خریدار کم از کم ایک مدت تک بیپ بی رہا جس سے ان کی مالیاتیاتی میں اسکو صوبائی اشیاء مل گئیں گی۔ آزاد تجارت کی پالیسی ملے اور شہری دونوں کے لئے سود مند ہوگی۔

نوٹ: نواز صاحب

در کم از کم اسوقت تک یہ صورت ضرور رہے گی جب تک کہ پاکستان خود صنعتی کا دوبارہ کھسکے اسے چکر فرماتے ہیں! انیس سو سو کی بناء سترہ و سترہ پنی کا بت میں کہتے ہیں کہ مرکزی قیاد میں شان بن اسکی خود کشی کے بعد ۱۹۵۱ء میں ۲۲ فروری ۱۹۵۱ء پاکستان جب صلیں خام کی مندی بکر برطانیہ سے تعلق رکھتا تھا پاکستان کی حیثیت کی ہونے اور یہ کہ کسی کے قبضہ میں ہوئی ہے جو قوم آزاد چین پر چینی مخالفی طرز پر چلا سکتی ہو کہ اکیل بندہ ہوں پر قابض اسکا اقتصادی وسائل کی مالک وہ اپنے تحت پاکستان کے ساتھ کیا سوچ سکتی ہو کہ اسے نظر میں دیکھ سکتے ہیں! نیز اقوام نواز صاحب سترہ کا سوٹ کے بیان سے اندازہ لگائے کہ نواز پاکستان کو ملی تحقیقی غور ہے اگر مرفوں کی آزاد میں پھر وہی کہنا پڑا ہے کہ کوئی مشرق ہے نہ نہ لگتا

”پاکستانِ رسانی نقطہٴ نگاہ سے“

میں تسلیم کرتے ہیں کہ مسئلہ ”زبان“ کا جہاں تک تعلق ہے اسکے بارے میں گاندھی جی سے لیکر ایک معمولی ہندو کانگریس (CONGRESS MAN) تک کا اردو کے تعلق ذہن صاف نہیں ہے اور اگرچہ کانگریس کا ریزولوشن اس سلسلہ میں بہت صاف واضح اور صحیح اصول پر وضع کیا گیا ہے لیکن اکثر ہندو کانگریس یوں کا ”عمل“ اسکے خلاف ہے لیکن اس حقیقت کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ”اردو“ اور ہندوستانی کو ہندوؤں میں غیر درجہٴ پست بنانے اور انکے قلوب میں نفرت پیدا کرنے کے سامان مسلمانوں نے بھی کم ہمتا نہیں کئے اور پنجاب کے مسلم اخبارات اور اپنی زبان نے تو اردو کے بہتر ہندو انشاپرواز کی اردو نویسی کے تعلق ”بوسے پوری“ کی پھبتیاں کس کر اسکے خلاف نفرت کے جذبات کو زیادہ سے زیادہ بھڑکانے کی کوشش کی اور اردو زبان کے مسئلہ کو ملک کی مشترکہ زبان بنانے اور ظاہر کرنے کی بجائے ایسے دلائل پر اس بحث کو چلایا کہ جن سے ہندوؤں کے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی رہی کہ ”اردو مسلمانوں کی مذہبی میراث ہے“ نہ کہ ملک کی مشترک میراث اور غریب و غصب میں چالاک حریف کے دام میں آکر وہی کہنے لگے جو اس نے کہا کہ یہ مسلمانوں کی میراث ہے۔ پھر حقیقت بھی کچھ کم انصاف نہیں ہے کہ کانگریس گورنمنٹوں میں جس درجہ بھی اردو یا ہندوستانی کی ترقی کے لئے قدم اٹھائے گئے اسکے مقابلہ میں بنگال کی مسلم لیگ وزارت نے اس سے آدھی رقم بھی اسکے فروغ کے لئے نہیں اٹھایا۔

بلکہ اسکے برعکس بنگالی زبان کو اپنے ہاتھوں ”اردو“ کا حریف بنایا گیا اور اس حقیقت کا انکشاف کسی فرقہ پرور مسلمان کے زبان و قلم سے نہیں ہوا بلکہ قائدِ مہد حق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو کی اس رپورٹ سے ظاہر ہوا جو انھوں نے ”کل ہند اردو کانفرنس“ دہلی کے اجلاس میں پڑھ کر سنائی تھی۔

بر حال اگر ہم ہندوستان کے ایک حصہ کو ”پاکستان“ بنا کر ہم ہندوستان سے جدا کریں گے تو اگرچہ پہلے ہندوستان کی سرکاری زبان اردو یا ہندوستانی قرار پائی۔ لیکن پہلے ہندوستان کی سرکاری زبان خاص ہندی اور رسم الخط خاص دیوناگری ہو کر رہیگا اور اسی طرح آہستہ آہستہ ہندو ریاستوں کے مسلمانوں کی طرح تقریباً تین کروڑ مسلمان جو ہندو ہندوستان کے باشندے ہوں گے اردو زبان سے بڑی حد تک بیگانہ ہو جائیں گے اور ہندو خاص علمی طبقوں کے علاوہ زبان ہندوؤں میں تو کیا مسلمانوں میں بھی مذہبی زبان ”عربی“ کی طرح متبرک سمجھ کر بولی اور لکھی جانے لگی اور اسکا یہ اثر ہمارے تمدن اور ہماری معاشرت پر جس طرح پڑے گا وہ ظاہر ہے۔ اسکے برعکس ہم مشترک ہندوستان کی وحدت کو نہ ٹھائیں تو واقعات اور تجربات سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ اردو یا ہندوستانی کو متعصب ہندوؤں کے ہندی اور سنسکرت کے قاب میں دھانے کی تمام کوششوں کے باوجود کانگریس کے صحیح ریزولوشن اور کانگریس گورنمنٹوں کے حواس، بیکار و غیرہ میں اقدامات کی وجہ سے ہندوستان بھر کے لئے اردو یا ہندوستانی ”سنگو فریک“ بنتی جا رہی ہے اور یہ سیلاب نہ ہندی ساہتہ سلیپ سے ٹک سکتا ہے اور نہ متعصب ہندوؤں کی سنسکرت نوازی سے البتہ اپنی دوسری غلط روشوں کی طرح ہم خودی اگر اسکے محدود ہو جانے پر راضی ہو جائیں تو یہ اور بات ہے۔ اگر حوات کا ٹوٹ نہ ہوتا تو ہم کانگریس گورنمنٹوں کے آٹھ اصولوں کی تفصیلات سے یہ وضع کرتا سمجھتا ہوں جیسے کانگریسی وزیر اور ”نڈن“ جی جیسے اسپیکر کے باوجود اردو کی ہندوستانی کے نام سے ہندوؤں میں دس گنی ترقی ہوئی اور ہزار ہا ایسے ہندو ”اردو“ لکھنے پڑھنے اور لکھنے پر مجبور ہوئے جو کوئی پھوٹی اردو بھی نہیں جانتے تھے!!

پاکستان کا نعم البدل

مسطورہ بالا تفصیلی تراکٹوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی آزاد جماعتی زندگی کی کفیل پاکستان اسکیم نہیں ہو سکتی تو اسکا نعم البدل وہ کونسی اسکیم ہے جو اس مقصد کو پورا کرتی ہو جسکے لئے پاکستان اسکیم سامنے لائی جا رہی ہے۔ اور مسطورہ بالا نقصانات اور مضرتوں سے بھی حفاظت ہو جائے تو اسکے لئے میں علیحدہ ایک البصیرۃ کوں کا مجموعیہ اعلیٰ ہند کے اجلاس آباد کی تجویز ہی اس مقصد کی تکمیل کے لئے صحیح علاج ہے۔ یہ تجویز نیز آزاد مسلم کانفرنس منعقدہ دہلی کی تجاویز اس اصول پر مبنی ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بوزیشن ان مختلف جماعتوں کی طرح نہیں ہے جو اقلیت کے نام سے موسوم ہیں اسلئے کہ وہ بعض صوبوں میں اقلیت میں ہیں تو بعض صوبوں میں اکثریت میں ہیں اور اصطلاح میں خواہ ان کو نیشن (قوم) کہا جائے یا نہ کہا جائے لیکن مسطورہ بالا حقیقت کا جو ایک شاہد حقیقیہ کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لہذا مسلمان ہندوستان کی مرکزی وحدت کو تسلیم کرتے ہوئے اس حق کو اپنا 'فطری حق' سمجھتے ہیں کہ سیاسیات ہند میں ان کی جگہ ان اقلیتوں کی سی نہیں رہے گی جو اکثریت کی حکومت انکرا سے اپنے لئے 'سیلف گارڈس' (SAFE GUARDS) (تحفظات) حاصل کر کے اپنا حق پائیں بلکہ آزاد ہندوستان میں ان کی حیثیت مساویانہ ہوگی! چنانچہ تجویز مذکورہ صدر میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہر ایک صوبہ خود مختار اور مکمل طور پر آزاد ہوگا اور مرکزی وحدت کیلئے مرکز کو صرف وہی حقوق دئے جائیں گے جو باتفاق آزاد تمام صوبے اسکے سپرد کریں اور پوئیکل زبان میں جن حقوق کو 'رہنہ ڈوی پاور' (RESIDUARY POWERS) (اختیارات غیر متینہ) کہا جاتا ہے وہ بھی صوبوں کو ہی حاصل ہوں گے چنانچہ تجویز کی دفعہ (ج) کے الفاظ یہ ہیں ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خود مختاری اور آزادی کے حامی ہیں غیر مصرعہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں اور جن کا تعلق مستقام صوبوں سے یکساں ہو۔

تجویز کا ایک اہم جز ہے مذہبی معاملات کل کے کل 'فونڈیشنل رائٹس' (FUNDAMENTAL RIGHTS) (ریلوئی حقوق) کے جائیکے اور اسکا فیصلہ اس کمیٹی (فرقہ) کے ہی ہاتھ میں ہوگا جسکے وہ حقوق ہیں اور وہ کسی حال میں بھی بحال رہے (مجاہد مقتدہ) کے اندر زیر بحث نہیں آسکتے اور اسی طرح صوبوں کی حکومتوں میں بھی نہیں ہوگا! چنانچہ آزادی کامل کو نصب العین قرار دیتے ہوئے یہ تصریح کر دی کہ وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہونگے ان کا مذہب آزاد ہوگا 'اسلم' کچھ اور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگا اس تجویز میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ مسلمان کسی ایسے آئین کو قبول نہ کیے جسکی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

مرکز میں اگرچہ آزاد صوبوں کا اتفاق ضروری اور مفید قرار دیا گیا ہے لیکن یہ بھی تصریح کر دی گئی ہے کہ ایسا اتفاق اور ایسا مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی مالک، نوکردار نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہ ہوگی۔ یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی کی صورت سے محروم نہ ہوں۔ پھر جمعیتہ اعلیٰ اسکے اجلاس ہمارے پورے مسئلہ میں ایک تشریح کا اضافہ کر کے 'ان صورتوں کو بھی بیان کر دیا ہے جن سے مرکز کی تشکیل اطمینان بخش طریقہ پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تشریح کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

تشریح

اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اصول اور ان کا مقصد واضح ہے کہ جمعیتہ العلماء مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ وہ بیشک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ ان کے خیال میں مجموعہ ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ گرد قاتی حکومت کا قیام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لئے حق خود ارادیت تسلیم کر لیا جائے اور وفاقی کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی اور تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے۔ مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام و تفہیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی صورت پر یا ان کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو "مسلم و غیر مسلم جماعتوں کے اتفاق سے ملے ہو جائے" ممکن ہے۔

(۱) مثلاً مرکزی ایوان کے ممبروں کا تناسب یہ ہو۔ ہندو ۴۵۔ مسلم ۴۵۔ دیگر اقلیتیں ۱۰۔

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم ارکان کی اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب و ثقافت پر خلاف اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ (SUPREME COURT) قائم کیا جائے جس میں مسلم و غیر مسلم جموں کی تعداد مساوی ہو اور جس کے ججوں کا تقرر مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کرے۔ یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ایک کی قوموں کے اختلافات کے آخری فیصلے کرے گا۔ نیز تجویز ۱۲ کے ماتحت اگر کسی بل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم ارکان کی اکثریت کے فیصلے سے اختلاف کرے تو اس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) اور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے ملے کریں۔

بہر حال مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ بعض اور بھی ایسی شکلیں ہیں جو زیر بحث آسکتی ہیں اور مسلمانوں کے مقصد کو پورا کر سکتی ہیں جنکو زیر بحث لانا تب ہی مفید ہوگا کہ یا تو تمام مسلمان جماعتیں اپنے اختلافی نقطہ خیال کے باوجود جمع ہو کر مسلمانوں کی اس پیچیدہ گتھی کو سلھانے کے لئے یکجا بیٹھیں اور یا پھر کسی عملی شکل پیدا ہونے کے وقت زیر بحث لائی جاسکتی ہیں۔

یہ وہ صورتیں ہیں کہ مسئلہ میں جب ایک غیر جانب دار محب ملت و وطن کے توسط سے جمعیتہ العلماء ہند کے بعض رہنماؤں اور مسلم لیگ صوبہ اردن کے بعض لیڈروں کے درمیان زیر بحث آئیں تو مکمل کے ایک مشورہ مسلم لیگ اردن نے ان کے متعلق فرمایا کہ بلاشبہ مسلمانوں کا صحیح غرض انھیں تجاویز سے نہ کہ پاکستان میں مگر قائم اعظم کی ضد اور ہٹ کب ہم سب کو جمع ہو کر ایک فیصلہ پر متفق ہونے دے سکتی ہے اور اسلئے اب ہم مجبور ہیں کہ بجز پاکستان کے اور کسی چیز کا ذکر نہ کریں۔

بہر حال اس طرح ہندوستان کی مرکزی وحدت بھی قائم رہتی ہے اور مسلمانوں کے خوف و خطرات کا بھی صحیح علاج ہو جاتا ہے اور مرکزی وحدت میں منسلک ہو جانے سے ان سب مضرتوں اور نقصانات کی بھی تلافی ہوجاتی ہے جو سیاسی، اقتصادی، فوجی اور صوبائی اعتبار سے تقسیم ہند کی شکل میں مسلمان کو پہنچ جائیوے تھے اسلئے کہ وہ سب باتیں صرت اسلئے وقوع پذیر ہو سکتی ہیں کہ تقسیم ہند سے جو قوی اور مذہبی منافرت پیدا ہو جائے گی وہ ہندوستان کے جبر و محض کو ہر حال میں ایک دوسرے سے نہ صرت جدا کر دے گی بلکہ دونوں کے درمیان کھلی ہوئی رقابت کی صورت پیدا ہو جائے گی اور ذہنی بھائی چارہ ہرگز ان دشمنوں کا اندام نہیں کر سکتا جو تقسیم ہند کی عملی شکل میں آئیے پیدا ہو جائینگے اور مرکزی وحدت ہندوؤں کی

تنگ نظری کے باوجود ایک دوسرے کے لازمی تعاون و اشتراک کا ایک اہم سلسلہ باقی رکھے گی اور بلاشبہ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی اعتماد کی بہرہ کو برقی حاصل ہوگی اور ملک میں خانہ جنگی کے اشتباہات ختم ہو جائیں گے۔

مگر یہ حقیقت جب ہی سمجھ میں آسکتی ہے کہ محض صحافتی مضامین ہی کا تجربہ نہ ہو بلکہ ان مسائل پر بحث کرنے والوں کی ملکی سیاسیات کے عمل و اسباب پر صحیح نظر ہو اور ان سے نتائج اخذ کرنے کے لئے دماغ جماعتی پر پختہ ہونے سے آزاد رہ کر صرف اس طرح مسائل پر غور کرنے کا عادی ہو کہ مسلمانوں کی حقیقی فلاح کے ساتھ ساتھ اچھنی اقتدار کو کمزور بنا کر یا شکست دے کر ملک کی فلاح کی صورت کس طرح بن سکتی ہے!!

اس حالت میں مسلمان اقلیتیں بھی مجموعہ ہندوستان کے ان تمام قوانین سے مستثنی ہو سکتی ہیں اور اکثریت کے صوبوں کے مسلمان بھی باہمی تعاون کے ساتھ اس کے فوائد سے مستفید ہو سکتے ہیں اور خود مسلمان بھی دو حصوں، اقلیت اور اکثریت میں تقسیم ہو کر جدا جدا سیاسی مصالح کے شکار ہونے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

چند شکوک کا جواب

دعوتِ مرکز اور صوبائی خود مختاری کے اصول تسلیم کرنے والوں پر چند اعتراضات کئے جاتے ہیں جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے مثلاً کہ اگر تمام صوبیات خود مختار اور آزاد ہوں گے تو کیا ان کو اپنی فوج رکھنے کا بھی حق حاصل ہوگا؟ اور اگر نہ ہوگا تو صوبہ سرحد جیسے صوبہ کا مرکزی فوج کے تحت میں رہنا کیا مسلمانوں کے لئے خطرناک نہیں ہے؟

یہ سوال اپنی جگہ پر بلاشبہ اہم ہے لیکن جب قدر اہم ہے اسی قدر اپنے حل ہو جائے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر پولیٹیکل قانونی صورتیں ایسا کر لی جائیں گی کہ ہر ایک صوبہ اپنی جدا جدا فوج بھی رکھ سکتا ہے تو قوم پرست مسلمانوں اور فرقہ پرست مسلمانوں کی اس بات سے میں دورانی نہیں ہوں گی اور یہ مسئلہ حقیقتہً آواز سے تسلیم کر لیا جائیگا اور اگر ایسا کرنے میں خود اقوام ملک تک کے باہم خانہ جنگی اور پولیٹیکل آئین کے لحاظ سے لاپرواہی پیدا ہو جائے گا تو یقیناً تو پھر بھی مسلمانوں کے لئے ہماری بیان کردہ دعوتِ مرکز میں اسے خطرہ نہیں ہے کہ ہم سب مسلمان جماعتوں، اور قوم پرستوں کا متفقہ فیصلہ رہے گا کہ خواہ کچھ ہی ہو کج برنش حکومت کے زیر اثر فوجوں میں مسلمانوں کا جو بھی تناسب ہے مرکزی حکومت میں نہ صرف تناسب ہی باقی رہیگا بلکہ اس کے اضافہ کی مزید سہولتیں بھی تیار کی جائیں گی۔ اس مسئلہ کو فیصلہ کن قرار دیا جائیگا لہذا ایسی صورت میں مسلمانوں کو پھر بھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا اور ان کی فوجی پوزیشن پاکستان کی فوجی پوزیشن کے مقابلہ میں بہت زیادہ بہتر رہے گی جہاں چالیس فی صدی غیر مسلم اقلیت اپنے تناسب کا فوج میں بھی حصہ نہ کرے گی اور وہ تسلیم بھی کرنا چاہئے گا کہ بلکہ دعویٰ ہے کہ مذکورہ بالا دعوتِ مرکز اور صوبائی آزادی کی اسکیم مسلمانوں کیلئے خصوصیت کے ساتھ صوبہ سرحد میں فوجی بھرتی کی نوعیت تک مسلمان پاکستان اسکیم سے بدتر ہوگی۔ بہر حال قوم پرست مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے غافل نہیں رہے اور نہ غافل رہیں گے کہ مسلمانوں کی فوجی پوزیشن کسی حال میں بھی دوسرے کے حجم و کوم پر رہ جائے۔

اگرچہ لیگی صاحبان کی نذر میں قوم پرست ہونا اتنا بڑا گناہ ہے کہ معاذ اللہ کہہ کر دیکھا بھی اُس کے مقابلہ میں بیچ ہے چنانچہ خدا کا خوف کے بغیر غلط طریقہ سے جو کچھ کسی کے جی میں آتا ہے ان پر الزام لگا دیتا ہے مگر کاش ان کو معلوم ہوتا کہ جب کانگریس لیڈروں کی سامی سے الہ آباد میں پوٹھی کانفرنس منعقد ہوئی تھی تو انیس روز تک مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کے مسلمانوں کے مشترک اجتماع کے باوجود خالص فرقہ دارانہ حقوق کے پیش کرنے اور

ان کو میچ ہڈیشن میں تسلیم کرنے میں سب سے زیادہ پیش پیش سر آصف علی اور جمعیتہ اعلیٰ ہند کے محترم ارکان حضرت مولانا محمد جواد صاحب دہلوی تھے۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب میانوی اور یہ خادم اور اس کے ساتھی تھے اور سر آصف علی کی جدوجہد کا تو یہ عالم تھا کہ نواب اسماعیل خان صاحب اور حاجی محمد حسین صاحب ارکان مسلم کانفرنس و مسلم لیگ کو بھرے اجلاس میں یہ اعتراض کرنا پڑا کہ مسلمانوں کے حقوق کے مسئلہ کو جس خوبی اور جرات کے ساتھ انھوں نے پیش کیا ہم بھی اس حد تک پیش نہیں کر سکتے تھے اور اسی وجہ سے بعض قوم پرست ہندوؤں کی زبان سے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد تک کے لئے یہ بھی کہا کہ ہم کو اب معلوم ہوا کہ مسلمان قوم پرست ہونے کے باوجود بھی اندر سے 'کیونل مسلمان' ہی کھتا ہے اور کاش کہ ان کو معلوم ہوتا کہ کبھی بھی قوم پرست مسلمان مسلمانوں کے مقصد کی تکمیل میں پیچھے نہیں رہے۔

شاید آج کو معلوم ہو کہ جب کانگریس وندھوؤں کے زمانہ میں ایک طرٹ پنجاب کے ایک مشہور لیڈر مسلم اور ہندو کانگریسی ممبران اسمبلی کے ساتھ مل کر جدوجہد کر رہے تھے کہ مسلم ممبران اسمبلی کی قیادت اور ہندو ممبران اسمبلی کی اکثریت کے اجتماع سے اسمبلی میں اکثریت حاصل کر کے یونٹس وزارت کو فتح کر کے کانگریس کو لیشن وزارت بنائی جائے اور اس جدوجہد میں بھی لیڈر بہت زیادہ سرگرم تھے اور دوسری جانب سٹرسو باش چندر بوس اپنی صدارت سے فائدہ اٹھا کر بنگال میں اس قسم کی وزارت بنا کر اپنے بھائی مرت چندر بوس کی وزارت کیلئے راہ ہموار کر رہے تھے اس وقت ان دونوں کی جدوجہد کے خلاف جس نے جرات کیساتھ قدم اٹھایا وہ "مسلم لیگیوں کی نگاہ میں سب سے زیادہ گنہ گار رہتی" مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ العالی کی ذات گرامی تھی۔ جس نے سٹرسو باش اور راجندر بابو کو نیم راضی دیکھ کر صاف صاف متنبہ کر دیا تھا کہ اگر آپ حضرات نے ان مسلم صوبوں میں جہاں کے مجلس میں مسلم ممبران کی اکثریت کانگریس کے ساتھ نہیں ہے ہندو اکثریت اور مسلم اقلیت سے تیار شدہ اکثریت سے کوئی وزارت ترتیب دی تو میں اُسی وقت کانگریس سے مستفی ہو جاؤں گا۔ جب تک مسلم اکثریت کے کسی صوبہ میں مجلس کے اندر مسلم ممبران کی اکثریت کانگریس کی حامی ہو جائے اُس وقت تک ناممکن ہے کہ کانگریس کو لیشن وندھوؤں کے۔ چنانچہ مولانا آزاد کا یہ رنگ دیکھ کر گاندھی جی اور جواہر لال اور پورے ہائی کمانڈ کو ان کی حمایت کرنی پڑی اور تب یہ مسئلہ ختم ہوا۔

اللہ شاید یہ آپ کو خبر نہیں کہ قوم پرست مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ کانگریس میں بھی ہمیشہ بایاں باز دکھلاتا ہے اور کانگریس ہائی کمانڈ کے خلاف ہی کانفرنس ہوتا ہے۔ ہاں ان کا یہ تصور ضرور ہے کہ وہ ہندوؤں کے خلاف اس قسم کی آگ بھڑکانا مسلمانوں اور ملک دونوں کے لئے مضر سمجھتے ہیں جس سے اپنی اقتدار کے استحکام کو قوت پہنچے اور وہ اسکو اپنا آلہ کار بنائے۔ قوم پرست مسلمانوں کے مسلم کاد کے تحفظ کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ جبکہ نا بھی یا ذاتی اقتدار کی خاطر رانستگی سے پاکستان کا نام نیکر مسلمانوں کی سیاست کو اپنی اقتدار کے ہاتھ میں کھلونا اور اسکا آلہ کار بنایا جا رہا ہے اس وقت بھی محض اسلئے کہ غلط یا صحیح جب مسلمانوں کی سب سے بڑی کیونل جماعت 'مسلم لیگ' حق خود اختیاری کا مطالبہ کر کے تقسیم ہند کیلئے راہ ہموار کر رہی ہے تو ہم خواہ مسلمانوں میں جا کر اور جان کی بازی لگا کر پاکستان کی حضرات کو ظاہر کر کے اس اسکیم کو فیل کر دیں لیکن کانگریس کو اس حق کے لئے جمہوری اصول پر اعلان کر دینا چاہئے۔ ہر قسم کی جدوجہد کے کانگریس سے اسکا اعلان کر دیا اور اسکی موافقت میں فائز عبد الغفار خان 'سر آصف علی' 'فائز سید محمود' 'ڈاکٹر تنویر' 'امداد انصاری' جیسے قوم پرست حضرات نے بیانات شائع کئے اور کاتب حروف نے اجلاس آل انڈیا کانگریس کمیٹی منعقد ہوئی ۲۳ مئی اس مضمون کا ریزولوشن بھیجا جسکے تعلق صدر کانگریس نے آل انڈیا کانگریس کے اجلاس میں بحیثیت صدر یہ رد رنگ دیا کہ کانگریس اس حق کا اعلان کر چکی ہے اور پھر کرتی ہے اور الٹا ہندو ریزولوشن سے ہرگز اس قبول شدہ حق پر کوئی اثر نہیں پڑتا!

یہ کام کارروائی سلسلہ کے اُس اہل بس بی بی میں ہو چکی تھی جس کے بعد اُن کی گرفتاری سلسلہ کی فہم اِشان تحریک کا باعث بنی۔ اور کیا کسی معقول آدمی کے نزدیک کاغذیں کا یہ اعلان ایسی جماعت کے لئے جو ملک کی آزادی کا واقعی درد رکھتی ہو سمجھوتہ اور مصالحت کے قدم کیلئے کافی نہیں تھا؟ اس پر بھی سترہ بیٹائے رعایہ کی ہاں میں ہاں ملانا اور اُنٹا مسٹر گاندھی اور کانگریس سلسلہ فوں کو ڈانٹنا ٹرینٹ کر دیا اور تین سال کی گرفتاریوں اور نظر بندیاں کے بعد جب رہائی ہوئی تو بھی مولانا آزاد اور قوم پرست مسلمان ہی تھے جنہوں نے سلسلہ فوں کے لئے حق خود ارادیت کا اعلان دوبارہ کر دیا حتیٰ کہ صوبائی کونسل کے مرنے سے مسٹر گاندھی کا حق بھی تسلیم کر دیا گیا۔ لیکن اس تمام جدوجہد کے باوجود نیکی حضرات کے نزدیک کانگریس اور قوم پرستوں کی گردن زدن ہیں۔

یہی وہ سورجیں جگمگاتی ہیں کہ تسلیم کر دیتے ہیں کہ مسلم لیگ اور قائد اعظم مسلمانوں کو کچھ دینے میں تو "مجبور اور تہیج" ہیں مگر کانگریس یا آئین غلام ہند کی جدوجہد کو شکست دیکر جنہی شیشا بانہ اقتدار کے تھک مہ کیلئے ان کی کواڑ اور اُن کی خفگی بڑی حد تک موثر ثابت ہوتی ہے اور جوتی رہی ہے۔

مولانا پاکستان کے مایوں کی جانب سے یہ سوال کیا جایا کرتا ہے کہ ہندوستان کی خارجی پالیسی میں انکی کیا گارنٹی ہوگی کہ جنگ و صلح اور دیگر معاملات میں مسلمان حکومتوں کے ساتھ مسلمان ہند کے اتحاد اسلامی کا لحاظ رکھا جائیگا؟ سوائے متعلق بھی کانسٹی ٹیوشن بناتے وقت طے کیا جاسکتا ہے اور اس سے متعلق تفصیلات کو تسلیم کر لیا جاسکتا ہے اور میرے خیال میں یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ بھی نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ ہندوستان کی حکومت اس اصول پر قائم کیجا رہی کہ وہ استعمارانہ ہو اس میں خود کسی پر بھی جو رحانہ محمد نہیں کرے گی۔ ہاں اس سلسلہ میں اگر کوئی پیچیدگی پیش آسکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ دنیا کی مختلف حکومتوں کی باہمی جنگ میں اگر جمہوریت کی حمایت میں ہندوستان کو ایسی حکومت کا ساتھ دینا پڑے جس کے برعکس کوئی مسلمان حکومت کسی سرمایہ پرست جمہوریت کے مخالف اور دہین یا کسی ایشیائی حکومت کے ساتھ ہو تو اس سمیت میں مسلمان ہند کیا رویہ اختیار کریں گے؟ تو ظاہر ہے کہ جب ہم ہندوستان میں صاحب حکومت ہو گئے تو جس طرح ہمارا فرض ہے کہ مسلمان حکومتوں کے ساتھ اتحاد کرنا ضروری سمجھیں اسی طرح ان مسلمان حکومت کا بھی یہی فرض ہوگا اور اگر وہ خدا نخواستہ اس فرض کو نقصاً نظر انداز کر دے تو مسلمان ہند بھی مجبور ہو گئے کہ اپنے ملک اور خود اپنی حفاظت کے لئے جو صورت مناسب سمجھیں اختیار کریں۔ جس طرح آج ترکی، ایران، افغانستان، عراق، شام اور مصر میں ہو رہا ہے اور اگر یہ بات بھی دل میں کھنکھاتی ہو تو ترکی اور دوسری مسلمان حکومتوں کے حالات کو پیش نظر رکھ کر اور جذبات سے الگ ہو کر بعینہ اس پوزیشن کو اس حالت میں بھی سوچئے اور مل کیجئے کہ جب پاکستان کو اپنی حفاظت کے لئے کسی دوسری مسلمان حکومت کے خلاف جنگ آزما ہونا پڑ جائے اور جو مل آپ اس کے لئے تجویز فرمائیں وہی مل مدت ہند کی صورت میں بھی اختیار کرنے کے لئے تجویز فرمائیں تو قوم پرست مسلمان انتشار الہد ہونا اور ساتھ رہیں گے۔

پاکستان کے مایوں کی ایک عجیب و غریب دلیل یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ اگر واقعی پاکستان مسلمانوں کے حق میں ایسی ہی غلط چیز ہے تو ہند اسکے اتنے مخالف کیوں ہیں۔ لیکن ایسا کتنا سب سے بڑی سیاسی نادانی ہے یہ بات وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو قوموں کے سیاسی رجحانات سے ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جو ہندو نیشنل ازم یعنی قومیت کے صحیح معنوں میں قائل ہیں وہ تو خواص قومی کمیٹی کے اصول پر دانتاری سے پاکستان کو ملک کیلئے مضرت سمجھتے ہیں۔ ہندو کے علاوہ جن تمام کے ہندوؤں کی جماعت پاکستان کے مقصود پان اسلام دم (عالمگیر اسلامی برادری) کا ہوا دیکھتی ہے اس سمیت کے متعلق مسلمان خود خود کریں کہ بحالات قائم جبکہ ہر ایک اسلامی ملک پر کچھ غلبہ استقامت میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ ہوا کہاں تک درست ہے۔ ان دو جماعتوں کے علاوہ ہندوؤں کی تیسری جماعت وہ ہے جو راجگوپال آجیا۔ یہی جم آواز ہو کر رہ جا رہی ہے کہ کسی ملک کا گریں ہم ہندوستان مسلمانوں کو دیکھتے تاکہ بقیہ ہم میں وہ من امانان کر لیں۔ پھر

در حالت میں ہی دوسرے ہیں۔ ایک وہ جو کہتا ہے کہ پاکستان کی حقیت میں غور کیا تو اس نے ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔ اور دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔

آخر میں ہندوستان کی آزادی کی حقیت میں غور کیا تو اس نے ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔ اور دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔

سب سے پہلے ایک نکتہ پر غور کریں۔ ہندوستان کی آزادی کی حقیت میں غور کیا تو اس نے ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔ اور دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔

غرض یہ کہ اس وقت کے ہندوستان کی آزادی کی حقیت میں غور کیا تو اس نے ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔ اور دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔

اور یہی اس وقت کے ہندوستان کی آزادی کی حقیت میں غور کیا تو اس نے ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔ اور دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔

اور یہی اس وقت کے ہندوستان کی آزادی کی حقیت میں غور کیا تو اس نے ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔ اور دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔

اور یہی اس وقت کے ہندوستان کی آزادی کی حقیت میں غور کیا تو اس نے ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔ اور دوسرا وہ جو کہتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو کچھ ہوا وہ غنیمت ہے اس کا علم ہوا۔

ہندوستان

آپ کو کاروبار میں مدد دے گی!

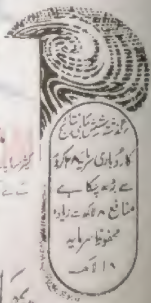
بھارت میں کے دفاتر کا کاروبار ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے اور یہی بڑا بڑا کاروبار ہے۔

آپ کو کاروبار میں مدد دے گی! آپ کو کاروبار میں مدد دے گی! آپ کو کاروبار میں مدد دے گی!



بھارت بینک لمیٹڈ۔ ہیڈ آفس ادبلی

ہندوستان کا ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہے



پاکستان

از مولانا سید عیسیٰ علی احمد صاحب (مکتوری)

تاریخی پس منظر

ناظرین کرام واقف ہیں کہ شفق کے شیشی کی رو سے جو کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان سرحد کی حد بندی میں مرتب ہوا مسودہ بنیاد بنجہ لب اور بنگال کی کونسلوں میں مسلمان سربراہوں کی تعداد کی بڑی کی نسبت سے بہت کم کر دی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت 'اقلیت' میں تبدیل ہو گئی۔ اس نقصان کا افواہ بل پنجاب کے غلوب پر بہت تھا۔ اس کی تلافی کے لئے ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ایک نمبر بنگالی اور اس کا تذکرہ آج کے جلاس سلم لیگ منعقدہ دسمبر ۱۹۴۷ء میں اپنے خطبہ میں کیا۔ اس میں ملتان صوبوں نے فرمایا تھا

"میری توجہ ہے کہ پنجاب شمالی مغربی سرحدی صوبہ سندھ۔ بلوچستان کو ملکر ایک سلطنت کے قیام کی کوشش کی جائے۔ حکومت خود اختیاری خواہ سلطنت، ریاستہائے متحدہ کے اندر رہ کر لے یا اس سے باہر ہندوستانیوں سے مذکورہ بالا متحدہ سلطنت کی تعمیر مسلمانوں کا مفصلہ علی بنو ناچا ہے۔ اس تجویز کو بنگالیوں کے سامنے بھی پیش کیا گیا۔ انھوں نے اسے اس بنا پر رد کر دیا کہ اس پر عمل کرنے سے ایک ناقابل انتظام سلطنت نمودار ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ ہر ملک کا تعلق ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کی بعض موجودہ صوبوں سے کتر ہوگی۔ لیکن اگر ناکندہ تو ہیں اور بعض دیگر غیر اسلامی اضلاع کو ایک کر دیا جائے تو اس کی وصف بھی کم ہو جائے گی اور مسلم آبادی کا عنصر اور بھی بڑھ جائے گا اور اس طرح غیر مسلم اقلیتوں کو مزید مؤثر سیاسی مراعات دینے کا موقع بھی میسر ہوگا۔"

اس انگریزی رو سے مسلمانوں کے نفع کے ساتھ ہندوؤں کا بھی ایک نفع یہ تھا کہ پنجاب میں سے انبارہ ڈویژن محل کو صوبہ متحدہ میں لے جائے۔ اس کی تعداد مغربی سرحدی سے بڑھ کر آٹھ فی صدی تک پہنچ جائی۔ اور جب شمس کو اس تقسیم پر راضی ہو جائے۔ مگر اس وقت جو حکومت کے پیش نظر

پایہ راز تھا اس نے سرکشیوں سے عافیت اقبال کی اس غریب کو رد کر دیا۔ اگر اتفاق سے رومال کے اندر نہیں اصحاب کو اس افریز عزت محسوس ہونے لگے۔ مذہبی اختلافات پیدا کرنے کے لئے کوئی نیا ٹھونڈا جھوٹا اعلانے اس کی مودت پر ہونے لگا۔ گولڑی کا فرض میں بندوستان کی مرکزی حکومت کے آل انڈیا ڈسٹریکشن سے اٹھا کر جانا تھا کہ اس وقت دہلی کے وزیر کے دفتر کی سرپرستی میں پاکستان کی ایٹم کیمبرج چوری ہوئی تھی ایک عالمی چوری رحمت علی کے نام سے بینک کے سامنے آئی۔ اور ہزاروں روپے کے خراج سے اس کی اشاعت انگلستان اور ہندوستان میں کی گئی۔ چوری ہوئی موصوفت نے اس بات پر زور دیا کہ متحدہ ہندوستان مسلمانوں کے مذہب و تمدن کی بربادی کا موجب ہوگا۔ اس کے مذہب کے عقبار سے ہندوستان کے دیگر گروہ کو دے جائیں۔ کاش مسلمانوں کی اس غریب ملک کا نام پاکستان ہو جائے وہ خیر تو کوس کو زیادہ۔ ہم کہتے والے ہوتا۔ مگر پاکستان کے غلط سے تو یہاں ہندوستان کو پاکستان بنا کر دوں تو یوں کے درمیان ایک مزید سیاحت کا رخ ہو گیا۔

مظہرین کرام کو یاد ہو گا کہ مشہور میں بنگالوں کے مفاد میں مسلمانوں کو ملنے کی ضرورت ہوتی تو خود لاہور گورنر وائسرائے ہند نے اسلامی موبہ بنانے کا احسان اپنا کر رکھا کہ بنگال کو تقسیم کیا۔ اور سربراہ جرنل پرینسل علی گڑھ کا کالج نے وائسرائے کے سامنے پیش ہونے والے وفد کے لئے قول خود پروردہ کے پیچھے رکھ کر "عرضداشت کا مسنون بنایا تھا اور روپ کے طریق انتخاب کو مانگنے سے منع کیا تھا۔ اب مشہور میں میں پروردہ کوئی صاحب بیت ہوں۔ مگر ہندوستان کو مذہب کے اعتبار سے تقسیم کرنے کی ایٹم ایک مسلمان عالمی کیمبرج کے ذریعہ سے آئی۔ مگر قیمت ہے کہ اس وقت اس منصوبہ کی تبلیغ و اشاعت صرف چوری رحمت علی تک محدود رہی اور مسلمانوں کی کسی سیاسی جماعت نے اسے بیک نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے چوری صاحب نے مسلمانوں کے کسی لیڈر کو طاقت سے نہیں چھوڑا۔ اس زمانہ میں انھیں مسلم لیگ اور ان کے پریسیڈنٹ سرسبز خان سے بڑی شکایت تھی کہ وہ ہندوؤں سے مل کر اتحاد مل کر رہے ہیں۔ مسلم لیگ جس قسم کا اتحاد ملے گا انگریز کے ساتھ کرتی رہی وہ تو یہاں ہے اس نے کوئی موقع ایسا نہ ہوا تھا کہ انگریز کے ساتھ بھڑک کر اسے شک کرنا اور کہا جا رہا تھا۔ کوئی ایسی صورت نہ تھی جاتی جس سے مسلم قوم کا نفع ہوتا اس سے تو ہمیشہ گریزا گیا البتہ اور کے طبقہ کے لوگوں کے نفع کا کام ہوتا تو فوراً انگریز سے کیا بلکہ ہندوؤں تک سے جو اتحاد مل کر رہا جاتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء میں صوبائی کونسلوں کے الیکشن میں مسلم لیگ کے امیدوار نے انگریز کے ہندوؤں سے خوب خوب امدادیں میں البتہ وزارتوں کی تقسیم پر اختلاف برپا ہوا ان ہی اصحاب نے زمین آسمان کو ایک کر دیا۔ اور ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے اجلاسوں میں انگریز کے خلاف اپنے فتنہ کا اظہار کیا۔

پاکستان بطور کوہ گران کے

یہ یہی امر ہے کہ مشہور سے بیکر اب تک جب انگریزوں کے ہاتھوں سے ہندوستان میں سے ہاتھوں میں اختیارات منتقل ہونے کا مطالبہ کیا جاتا تو ہر موقع پر رحمت ہندوستان آگے آئے اور نہ سے مطالبات پیش کر کے حکام وقت کی امداد کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان مطالبات کی تداوم سترہ تک ہو چکی تھی۔ جن میں سے اتنے زیادہ مطالبات منظور ہو چکے تھے کہ ان پر زور دینے کا موقع باقی نہ رہا تھا۔ انگریز کے ساتھ مشہور کی ہمدردی کے وقت کچھ مطالبات کے گروہ میں کوئی بہتر خبر باقی نہ رہا تو بالآخر سرسبز خان نے بھی چوری رحمت علی کے تجویز پاکستان کا مطالبہ اختیار کر کے اور تاریخ ۱۹۴۷ء کے اجلاس مسلم لیگ منعقدہ لاہور میں پاس کروایا اور اس طرح آزادی ہند کی راہ میں سنگ گراں نہیں بلکہ شمش کوہ گراں کے ڈھالہ اس ریز ڈیویشن کا سلام یہ ہے۔

بھوس نہیں آتا کہ یہ اصول و فتاویٰ کس ناپرہیز واریہ کی جانب سے وضع کیے گئے۔ ظاہر ہے کہ گذشتہ ۳۵ سال میں جداگانہ انتخاب کی وجہ سے مسلم اقلیت کو بے بسی مائل رہی۔ برطانوی سرکار کے درمیان مملکت کو انتخاب کی وجہ سے مسلمانوں کا اعلیٰ طبقہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف صوبوں میں حکومت کرتا رہا اور اعلیٰ طبقہ سے زندگی بسر کرتا رہا۔ اب ہندوؤں سے بھاڑ ہو جانے پر جب یہ ذہن میں آیا کہ اپنی خاص حکومت قائم کی جاوے تو اس کے حصول کے لئے اسی غلطی سے تکرار کرنا غور کیا گیا۔ جو پہلے سے سبک رہا تھا۔ بقول شخصے۔ مرے کو ماریں شاہ دار تا ہم باری عزت سے عرض ہے۔

”تسلیم خم ہے جو زمان پار میں آئے“

لاہور مسلم لیگ قائد کے ریڈیویشن کا دوسرا حصہ یہ ہے پاکستان کے خفیہ مسکرانی کرنے میں آزاد ہوں گے۔

پاکستان کی نوعیت

اور قرار پایا خاکہ :-

”مجلس عاملہ ایک ایسی ایکسٹیم بنائے گی جس میں ملکی حفاظت، امور خارجہ، رسل و رسائل، معصولات، اور دیگر ضروری امور کی تفصیلات ہوں گی۔ سالہا سال گزر جانے پر بھی کوئی ایکسٹیم مسلم لیگ کی طرف سے شائع نہیں ہوئی البتہ ریڈیویشن مذکورہ کی روشنی میں متعدد اصحاب نے مختلف ایکسٹیم مرتب کی ہیں ان میں سے ڈاکٹر سید نفیس الرحمن صاحب پروفیسر اور ڈاکٹر افضل حسین صاحب قادری گجراتیوں پر مشتمل علی گڑھ کی ایکسٹیم زیادہ واضح ہے جو مندرجہ ذیل نقشہ کے اعداد سے آسانی سے ذہن میں آسکتی ہے :-

خطے	مسلم آبادی فیصدی	ہندو آبادی فیصدی
(۱) پاکستان (جس میں صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان، پنجاب اور ریاستیں شامل ہیں) (۲) بنگال	۶۰ ۵۶	۳۰ ۳۳
(۱) ہندوستان (جس میں صوبہ متحدہ، بہار، اڑیسہ، بمبئی، مدراس، سی پٹی، وسط ہند، راجستھان وغیرہ شامل ہیں) (۲) دھلی (۳) لاہور	۱۰ ۲۸ ۲۶	۹۰ ۷۲ ۷۳
حیدرآباد (جس کو جداگانہ خطہ قرار دیا ہے)	۷	۹۳

اس نقشہ میں مسلم فلوں میں ہندو اقلیت کی آبادی ۳۰ اور ۳۳ فیصدی دکھائی گئی ہے جبکہ ہندو مسلم طور پر زیادہ تعلیم یافتہ اور دانشمند ہیں تو کم ہیں نہیں آتا کہ ان پر ساتھ اور شادابی فی صدی مسلم آبادی کا پورا نصف کس طرح ہو سکے گا اور وہاں خاص اسلامی حکومت کس طرح قائم ہو سکے گی۔ برطانیہ اس کے کہ ہندو فلوں میں نوٹس۔ تیسرے۔ بہترین فی صدی ہندوؤں کے مخالف میں دل۔ شائستگی۔ اقصائے فی صدی مسلمان ہیں جو ملحدوں

اس اعتبار سے خیانت کر رہی ہیں۔ مسلموں کی آبادی پانچ کروڑ تیس لاکھ ہے۔ جن کے لئے اسلامی حکومت کے لئے کاغذ ہے۔ جہاں فوجات کا ماحول ہے
خیر منہم کہتے ہیں۔ باقی رہے مسلم اقلیت کے صوبوں کے دو کروڑ اسی لاکھ مسلمان جو مسلم اکثریت کے صوبوں کے مسلمانوں سے نصف سے کم ہیں۔ زیادہ ہیں
ان کی حفاظت کے لئے مذکورہ بالا اسکیم میں نو کرنا لگیا ہے کہ اگر ہندو مسلمانوں کو تباہیں دے تو انھیں ترک وطن کر کے پاکستان اور بنگال میں جاکر آباد
ہونے کا اختیار ہوگا۔ اور وہ اقلیت کے صوبوں میں کوشش کی جائے گی کہ وہاں کی جموں آبادیوں میں سے انھیں اٹھا کر ان کی گنجائش بڑی آبادیوں
میں جلا دیں۔ ان کے مذہب کے پھر اور تدارق کو تدارق کے ذریعہ سے محفوظ کیا جاوے اور اگر انھیں ہندو اکثریت تنگ کرے گی تو اس کے بدلے میں پاکستان
میں ہندوؤں کو آباد کیا جاوے گا۔ مگر کچھ میں نہیں آتا کہ آیا بنگال اور بنگال میں ۲۰۰۰۰۰ فیصدی دولت مند اور تعلیم یافتہ ہندو جواب میں وہاں کی
پوری زمینوں اور بڑے عہدوں کا رقاؤں اور زمینوں پر قابض ہیں اس لئے یہاں سے جاسکیں گے جتنے کہ ہندو ہندوستان میں۔ تو سنی صدی غیر مسلموں
فی صدی مسلمانوں کو اور صوبہ دہلی و دہلی میں ۲۰ فی صدی ہندو ۲۰۰۰ فی صدی مسلمانوں کو آباد کیں گے۔

خاموشی کو ٹک سے نیکر افغانستان تنگ اور ایران سے نیکر عراق کے اسلامی ممالک ہیں ان میں مسلم آبادی اگر ۹۰ فی صدی نہیں تو کم از کم ۵۰ فی صدی
موجود ہے اور مذہب میں جو مسلمانوں کا مقدس مذہب ہے وہاں تو فیضی طور پر مسلمانوں کی آبادی تونی صدی سے کم ہے کیونکہ وہاں غیر مسلم جا بھی نہیں سکتا۔
جب ہے کہ ان ممالک کو یا مجاز کو تو "پاکستان" کا عقب تیرہ سو برس کے زمانے میں عیب نہ ہوا۔ یہ صرف ہندی مسلمانوں کو ہی غیر حاصل ہوا ہے کہ
ان کے ۵۰۰۰۰ فی صدی واسے صوبے عیسائی انگریزوں کی مہربانی سے "پاکستان" بنائے جانے والے ہیں۔ اچھ ٹم اچھ۔

مجوزہ پاکستان کا اقتصادی پہلو

تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کے معتمد میں جو قربات آئیں گے ان کی اقتصادی حالت
پر نظر ڈالنا سب سے زیادہ ضروری ہے اس بارہ میں نہایت بڑا ضرورت منافع
فائدہ ہوئے ہیں جن میں دیکھا گیا ہے کہ مجوزہ پاکستان کے صوبوں کی آمدنی اس قدر کم ہے کہ بلا اعداد مرکزی حکومت کے اس کے اختیاری اخراجات پر
نہیں ہوتے۔ مثلاً یہ صوبہ سندھ کو حکومت ہند سے ایک کروڑ پانچ لاکھ اور صوبہ سرحد کو ایک کروڑ پانچ لاکھ سالانہ ملتا ہے تب کہیں ان کا کام چلتا ہے۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ صوبہ جلت زیادہ تر زراعتی ہیں اور چونکہ وہاں کوئلہ اور لہے کی کانیں نہیں ہیں اس لئے وہاں صنعتی ترقی نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی کہا
جاتا ہے کہ ملک کو برقی طاقتوں سے چلانے کے لئے اس وقت فوج پر حکومت کو ۲۰۰۰۰ کروڑ روپیہ سالانہ صرف کرنا پڑتا ہے اور پاکستانی طاقت کی شرقی سر
جہ ہندوں کی طرف ہوگی۔ اس کا کل بودہ سولہ سے قریب لبا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے غریب پاکستان کے پاس روپیہ کہاں سے آئے گا۔
مگر ہمارے نزدیک یہ اعتراضات زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ جب پاکستان کی یاگ ہمارے ہاتھ میں ہوگی تو ہم اس کے انتظامات پر کم از کم غور کریں گے اور
اپنی حیثیت سے زیادہ ایرانہ ٹھانڈ نہ کریں گے اور اپنی جگہ کے سوانحی زمینیں گے خواہ جگہ کے وقت اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ دراصل ہمارے نزدیک جو چیز اہم
ہے وہ یہ ہے کہ ملک کی دولت پیدا کرنے اور اسے صرف کرنے میں مسلمانوں کا کیا وعدہ ہوگا۔ شخصی حکومت کے زمانہ میں تو حکمران خواہ کیا کسی بھی مسلمان
نادر کیوں نہ ہو اگر اپنی فوج کے بل بوتے پر رعایا سے ٹیکس وصول کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق صرف کر سکتا ہے بغلاف اس کے عبوریت کا
احمول ہے کہ ٹیکس دینے والے لوگ ہی یہ تجویز کرتے ہیں کہ روپیہ کس طرح صرف کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان علاقہ میں مسلمانوں کی تعداد ۶۰ فی صدی ہوگی مگر سوال یہ ہے کہ ان ۶۰ فی صدی کی مالی حالت کیس ہوگی اگر مالی
اعتبار سے سبھی مسلمانوں کا غلبہ ہو سکتا ہے تو وہ صحیح معنوں میں ملک پر حکمران ہو سکیں گے۔ بغلاف اس کے اگر ملک کے سرمایہ میں اور دولت و صرف

و تجارت میں وہ ہمسایہ ہوں گے اور انہیں مزد پر مصلوبوں کے سرمایہ داروں کا قبضہ ہو گا تو کیا اس حالت میں وہ صحیح سنوں میں پاکستان پر مسکرائیں گے۔ اس بارہ میں مسلمانوں کی آئندہ حالت کا اندازہ ان کی موجودہ بد حالی سے کچھ نہ کچھ کیا جاسکتا ہے انھوں نے یہ کہہ کر گزشتہ مردم خلی کی رپورٹیں پوری کاٹ دی۔ کثرت کے گورنمنٹ نے سہولت نقد عطا کی ہے اور ان میں مختلف پیشوں کے مشق اعداد و شمار نہیں دے گئے ہیں۔ البتہ سیکڑہ کی مردم شماری کے اعداد ہمارے سامنے ہیں ان پر نظر ڈالتے تو سوچیں گے کہ یہ مسلمانوں کی نسبتی حالت معلوم ہو سکتی ہے۔ واضح ہے کہ پنجاب کے مسلمان بہ صریح سہ سہ سہ سہ اور بلوچستان کے مسلمانوں سے بیکہ تمام دیگر مصلوبوں کے مسلمانوں سے کہیں زیادہ خوشحال ہیں۔ یاد ہو اس کے ان کی مالی حالت دیگر اقوام پنجاب کے مقابلہ میں قابل ملاحظہ ہے۔ ذیل کے اعداد سے معلوم ہو گا کہ مختلف پیشوں میں محنت کرنے اور تحفہ اٹھانے کے کام تو مسلمانوں کے ہاتھوں میں اور ان کی محنت سے نفع اٹھانے کے کام غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہیں۔ مثلاً یہ کہ :-

(۱) مسلمان تیلوں میں تیل نکالتے رعوں کی تعداد دیگر اقوام سے اٹھاون گونہ ہے مگر تیل کی کڑاؤں سے زیادہ نفع اٹھانے والوں کی تعداد دیگر اقوام سے تباہی سے بھی کم ہے۔

(۲) کپڑا بننے کے پیشہ میں مسلمان دو گئے ہیں مگر کڑاؤں کی تجارت میں نفع میں۔

(۳) لوہا یعنی تھوڑا بجائے دالے مسلمان دیگر اقوام سے دو گئے زیادہ ہیں مگر لوہے کی تجارت سے نفع اٹھانے میں انھیں جتنے سے بھی کم ہیں۔

(۴) نشہ آور چیزیں تیار کرنا اور پھانڈوں خرماسنوں میں لکین انھیں تیار کرنے والے مسلمان دوسروں سے چار گونہ ہیں مگر ان کی تجارت میں مسلمان ایک ٹلٹ ہیں۔ ان اعداد میں سوڈا البتہ کی تیاری اور تجارت میں شامل ہے۔

(۵) اس طرح عام صنعت و حرفت میں مسلمانوں کی تعداد دیگر اقوام سے بقدر چار لاکھ سے زیادہ ہے مگر تجارت میں ایک ٹلٹ سے بھی کم ہیں۔

(۶) مسلمانوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ بالعموم اعلیٰ تجارت میں کم اور ادنیٰ میں زیادہ ہیں۔ مثلاً جواہرات اور زیورات کی تجارت میں مسلمان دیگر اقوام کے مقابلہ میں نصف سے کم ہیں اور انگریزی دوا فروشی میں 'رنگ' 'مضن' 'پرنٹل' وغیرہ کی تجارت میں ایک ٹلٹ سے کم ہیں۔ مگر غیر مزدوروں کی تجارت میں جو ایک ادنیٰ کام ہے دیگر اقوام سے باخ گونہ ہیں۔

(نوٹ) مندرجہ بالا اعداد ظاہر ہے کہ مال تیار کرنے میں مسلمان زیادہ ہیں جس سے یہ غلط نہیں ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے مال کو فرب نفع سے بیچتے ہوں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ بالعموم اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ غیر مسلم سرمایہ داروں سے سامان اور روپیہ ادھار لاکر اپنا کام کر لیں جو گراں ملتا ہے اور اس پر سود دیتے ہیں اور انھیں کے ہاتھ اپنا تیار کیا ہوا مال فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اُس وقت یہ یہاں ان کے پونے دام لاکر مال رکھ لیتا ہے اور آئندہ کام چلانے اور کھانے پینے کے لئے غریب کار گیر پھر اُس سے قرض لیتے ہیں اور مدت آخر قرض داری کے دائرہ میں شل کو بسو کے بل کے پکڑ لگاتے رہتے ہیں۔

(۷) انھیں مسلمان کاریگروں اور سود کاروں کے خون سے دیگر اقوام میں مہاجرین سا ہو کاروں اور کوشمی وائوں کی حاجت مرثب ہو گئی ہے جن کے ہاتھوں میں تمام صوبہ کی تجارت ہے۔ پنجاب میں یہ لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں بارہ گنا ہیں اس طرح اس شہر میں مسلمان صرف باہواں حصہ ہیں اور یہ نسبت اس وقت ہے جبکہ اس تعداد میں وفاق بھی مثال میں جو رو کا نمونہ کو سا ہو کاروں سے فرض دلاتے ہیں۔ اگر مسلمان دلاؤں کی تعداد خارج کر دی جائے تو مسلمان اس میں بہ منزلہ نفعی کے ہوں گے۔

(۸) مردم غلامی کی روپوش میں کاریگروں اور کارخانہ داروں کی تعداد ذاتوں کے اعتبار سے بھی دی گئی ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں میں شیخوں کی اور ہندوؤں میں کھتریوں کی تعداد زیادہ ہے اس لئے ان پیشوں میں دونوں کی نسبت تعداد کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

یہ ہے۔

ذات	مردم شماری	کاریگر	مالکان کارخانہ	مہتممان کارخانہ
کھتری	۲۴۲۰۰۰	۳۰۹۷	۳۰۱	۳۲۹
شیخ	۲۵۰۰۰۰	۶۲۲۴	۵۵	۶۰

ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجودیکہ شیخ تعداد میں کھتریوں سے کم ہیں تاہم کاریگری میں ان سے دو گنے ہیں۔ مگر کارخانوں کے مالک اور حتم ہونے میں پانچویں حصہ سے بھی کم ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سرمایہ ان کے پاس نہیں اور جب تک کہ سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ ہو وہ ہزار کو کشش کریں محنت کرنے کو تیار ہو جائیں تجارت و صنعت کا مرکز بھلا ان کے بچے بڑے گا اور گند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا رہے گا۔

یہ حالات تو پنجاب کے ہیں جہاں مسلمان خوش حال سمجھے جاتے ہیں۔ باقی رہے صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان وہاں تو نوٹس فیصدی مہاجرین اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ نام نہاد پاکستان میں حقیقی غلبہ اور قبضہ کن لوگوں کا ہو گا۔ وہ اصل کار کے کفرانہادی طور پر غیر مسلم سرمایہ داروں کا برقعہ زندگی میں قبضہ رہے گا۔ جب ملک کی ترقی کے لئے کالیں کھودنے نہیں نکالنے اور نفع مائے کام جاری کرنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوگی تو انھیں غیر مسلم سرمایہ داروں سے رجوع کیا جائے گا اگر رجوع نہ ہو گیا تو اسلیوں اور کونسلوں میں کون سی قوت ایسی ہوگی جو ان سرمایہ داروں کو اپنے کارخانے، ملیں، فیکٹریاں قائم کرنے اور غیر مسلم کاریگروں کو اپنی غلامی میں رکھنے سے روک سکیں گی۔

سٹر جناح نے حال میں جو بیان دیا ہے اس میں تحریر ہے کہ :-

”پاکستان کی بڑی معنیوں اور کارخانے موثر کم کے اصول پر قوم کے قبضہ میں دیدے جائیں گے۔ پاکستان کی آمدنی سادی ٹیکس مانڈ کر کے وصول کی جائے گی۔“

مگر سوال یہ ہے کہ جبکہ غیر مسلم سرمایہ داروں کا غلبہ ہے تو سوشلزم کا نفاذ کر دینا کیا کوئی آسان کام ہو گا۔ مثلاً صوبہ پنجاب میں غیر مسلم

جو انیس فیصدی کے قریب ہیں جن میں زیادہ تر سرسایہ دار ہیں۔ اُنہی کے ساتھ مسلمانوں میں بھی اسی سوشلزم کی طرف میلان نہیں بلکہ ماحول پر مخالفت ہے۔ تو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پاکستان کی اسیلیوں میں سوشلزم کا قانون آسانی سے پاس ہو جائے گا۔

اب رہا بنگال کا پاکستان وہاں اول تو مسلمانوں کی تعداد اگر اقوام سے صرف بقدر چار فیصدی کے برعکس ہوئی ہے اس کے علاوہ وہاں اول تو مسلمان! عموم مدورہ مغرب ہیں۔ اس کے علاوہ بنگال میں نہ صرف ہندو سرسایہ داروں کا غلبہ ہے بلکہ ان سے زیادہ اگر برسرِ پایہ دار اپنے عظیم الشان کارخانوں کی وجہ سے وہاں کی صنعت و تجارت بر غلاب ہیں۔ اور یہ کسی طرح ترین خیال نہیں کہ پاکستان مسلمان سرسایہ داری کو توڑ کر اس سوشلزم جاری کر دیں گے۔

اس خیال است و محال است و جنوں

باقی رہے اقلیت کے صوبوں کے مسلمان اُن کی نسبت تو سرسُخا ج نے پہلے ہی اعلان کر دیا ہے کہ ان کی قربانی کی رقم وہ خود اپنے دست بایک سے ادا کریں۔ اس لئے اُن کا تو ذکر کرنا بھی بیکار ہے۔

پاکستان اور جمہوریت | سرسُخا ج نے حال ہی میں ایک بیان دیا ہے اس سے پاکستان کی حمایت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے جو سب ذیل ہے :-

”پاکستان آئین زبردستی نافذ نہیں کیا جائے گا بلکہ اُسے جمہور کی مرضی کے مطابق قائم کیا جائے گا پاکستان کی ہندو اقلیتوں کو مسلمان رہنا چاہیے کہ اُن کے حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔ میں اس ایک جماعت مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کروں گا۔ جو تنہا طاقت اور اقتدار حاصل کرنا چاہے گی۔ میں اس عقیدہ کا قائل نہیں ہوں کہ پاکستان میں ایک جماعت (مسلم پارلیمنٹری جماعت) یا پارٹی کی حکومت ہو۔“

(۱) پاکستان میں شمال مغربی سرحدی صوبہ بلوچستان، صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب، شمال مغربی ہندوستان میں اور شرقی ست میں پاکستان دوسرا حصہ بنگال اور آسام پر مشتمل ہوگا۔

(ب) پاکستان ایک جمہوریت ہوگا اور وہ جداگانہ علاقوں پر مشتمل ہوگا۔ اس کی آبادی دس کروڑ مسلمانوں اور غیر مسلموں پر مشتمل ہوگی۔ یہ دو علاقوں پر مشتمل ایک جگہ ہوگا جس پر پورے ہندوستان کے فیصلہ دستور کے مطابق خود مختار ہوں گے۔ پاکستان کی تمام ہندو مسلم سکھ، عیسائی، بولی ایک قوم کے اصول پر ترقی حاصل کریں گے۔ ان امور پر غور کرنے کے لئے مسلم لیگ کی ایک کمیٹی کام کر رہی ہے۔

(ج) پاکستان میں آمدن کے ذرائع اتنے ہوں گے کہ وہ آسانی سے ایک بڑی طاقت بن سکے گا۔ پاکستان کی بڑی صنعتیں اور کارخانے سوشلزم کے اصول پر نئی حکومت کے قبضہ میں دیدئے جائیں گے۔ پاکستان کی آمدنی سادی ٹیکس ماخذ کے وصول کی جائے گی۔

(د) ہندوؤں کے خلاف کسی قسم کی معاشرتی پابندی یا رکاوٹ نہ ہوگی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ انسانی مساوات اور اخوت کے اصول پر کام کیا جائے گا۔ اُنھیں مسلمانوں کے برابر درجہ دیا جائے گا اور مسلمانوں کا بھال سمجھا جائے گا۔ پاکستان میں ایک پارٹی (مسلمانوں) کا متاقتدار اور حکومت نہیں ہوگی بلکہ پوزیشن (ہندوؤں) کی جماعت ان کی اصلاح کے لئے موجود رہے گی اور غلبہ ہوگی۔ اُنھیں مجھوں کر دیا جائے گا کہ حکومت میں ان کا ساتھ کام کر رہا ہے اور ان کی نمائندگی موجود ہے اور ان کے حقوق محفوظ ہیں۔

پاکستان بطور اسلامی صوبہ کے

پاکستان کے نام میں مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ شش اس بنا پر چھی گیا کہ اسلامی اور مذہبی قانون کا نفاذ ہوگا۔ اسلامی حکومت کا بڑا مقصد یہ ہے کہ وہاں غیر

مسلموں کی حیثیت دیوں کی جو وہاں شریعت کے مطابق قوانین ہیں اور توہمیت کے قوانین بنائے ہیں خود مسلمانوں کے مختلف مذہبی فرقوں میں چہرے اختلافات ہوں گے اور ان اختلافات سے فائدہ اٹھائے واسلے لازمی طور پر دیگر اقوام کے ممبران اہل ہو سکیں گے جنہیں دھوکہ دینے کا پورا حق

ہوگا۔ اس لئے اگرچہ بن قانون کا نفاذ ہوگا، اسکی حکومت کا بڑا مقصد یہ ہے کہ وہاں غیر

مسلموں کی حیثیت دیوں کی جو وہاں شریعت کے مطابق قوانین ہیں اور توہمیت کے قوانین بنائے ہیں خود مسلمانوں کے مختلف مذہبی فرقوں میں چہرے اختلافات ہوں گے اور ان اختلافات سے فائدہ اٹھائے واسلے لازمی طور پر دیگر اقوام کے ممبران اہل ہو سکیں گے جنہیں دھوکہ دینے کا پورا حق ہوگا۔ ان اختلافات کی صورت میں ظاہر ہے کہ بعض صورتوں میں دیگر اقوام کے دھوکے سے بچنے کے لئے خود مسلمانوں کے مختلف مذہبی فرقوں میں دھوکہ دینے کا حق سلب نہ کر لیا جائے گا تب تک تکھوس میں آتا کہ یہاں اسلامی عدلیہ مسلم شریعتی اصول میں ختمی قانون کی طرح بائیس

آبادیوں کا تبادلہ

کہا جاتا ہے کہ اس بات کا موقع دیا جائے گا کہ ہندو ہندوستان اور مسلم پاکستان کے درمیان آبادیوں کا تبادلہ ہو جائے یعنی یہ کہ ہندو ہندوستان سے جو مسلمان چاہیں گے انہیں پاکستان میں جا کر آباد ہونے کا موقع دیو اور ان کی جائیدادوں کا معاوضہ حکومت کی طرف سے دیا جائے گا۔ اسی طرح پاکستان سے ہندوؤں کو منتقل ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ اس طریقہ بھی قانون مسلمان ہی گھائے میں رہے گی کیونکہ اس وقت پاکستان میں حتی کہ سرحدی اضلاع میں جہاں مسلمان فوٹے سے لیکر ناناؤس تک ہندوؤں کی آبادیوں میں تنہا ایک ہندو اسکے تاج میں کریمیان کے ساتھ کر و پیر کالین دین کرتا ہے اور خود خوار و غریب مسلمانوں کے فوٹے تک بیکہ ناناؤس ہے اسے کیا مرد متاخر ہوگی کہ وہ بلاوجہ اپنی آسایوں کو اور اپنی چہرہ لگا ہوں کو چھوڑ کر اور اپنی جائیدادیں بچ کر دوسرے صوبے جاتے۔ بر خلاف اس کے اگر خدا خواستہ غریب مسلمانوں کو اپنا صوبہ چھوڑنا پڑا تو ان کا وہی انجام ہوگا جو مسلمانوں کی ہجرت میں ہوا تھا مانت کہ اگر اب بھی جتنی سے ایک صوبہ کا مسلمان دوسرے صوبہ میں نوکری سے یا کسی اور مسئلہ میں جا رہا ہے تو شہر میں ہے کہ غیر زبان پر وہ جسے وہاں کے لوگ اپنے صوبہ کے ہندو باشندوں کو جو ان کی زبان میں گفتگو کرتا ہے اس مسلمان پر ترجیح دیتے ہیں اور اسے فیر لگی کہتے ہیں یہ کہ تبدیل آبادی کے طریقہ میں بھی غریب مسلمان ہی فوٹے میں رہیں گے۔

پاکستان مرکزی حکومت کے نقطہ نظر سے

مسرح جناح کے مندرجہ بالا بیان سے قبل پاکستان کے متعلق وہ طے کیے جاتے تھے کہ وہاں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے اس وقت شمال میں جہاں اسی طرح میں بھی شریک کار رہیں گے اور جبکہ کابل جمہوری حکومت ہوگی تو کیپٹن یا اگر کیپٹن کو نسل میں بھی ان کی شرکت آبادی کی نسبت سے ہوگی۔ اب مرکزی حکومت کا مسئلہ اب آ رہا جاتا ہے جس پر نظر دلانے کی ضرورت ہے۔

مسلم لیگ کا اصرار یہ ہے کہ پاکستان کا تعلق ہندوستان کی مرکزی حکومت سے قطعاً نہ ہو اور صرف پاکستانی علاقوں کا ایک مرکز ہو۔ ایسا پاکستان انگریز اور ہندو دونوں ان میں گئے۔ اور دونوں پاکستانوں کی مرکزی حکومت کی جانب ہوگی۔ یہ امر کہ وہ کس قسم کی حکومت ہوگی اسے اپنے خود مسرح جناح نے اپنے ایک بیان میں تسلیم کیا ہے کہ سر دست پاکستان کی حیثیت عسکرانہ ہوگی جہاں انگریزوں کا فوجی تسلط ہے۔

ہے کہندھوں سے انکار پر چیلنگ دیں گے مگر ہندوستان کی موجودہ دہی دیا ستوں کے میوں کو دیکھا جاسا تو وہ ایک حد تک خود مختار ہیں۔ اپنا جوت بٹاتے ہیں اپنی فوجیں رکھتے ہیں اور ہندوستان کے موجودہ صوبوں کے ہندوستان وادیوں سے جو انگریزوں کے تحت میں کام کرتے ہیں کہیں زیادہ طاقت رکھتے ہیں یا جو اس سے آگاہان سنا ستوں نے اپنی سادہ کے ساتھ اور فوج کش کر کے انگریزوں کی حکومت سے اپنی مقررہ علاقہ میں نہیں کی ہے تو یہ کس قدر فوجی فحاش ہو سکتا ہے کہ مسلم پاکستان اور ہندو ہندوستان کے لوگ مل کر انگریزوں کا جو اپنے کندھوں سے انکار کیسے ہے۔ اور خاص کر ایسی صورت میں جبکہ وہاں کے ایک پلیٹ ندم پیچ ہو کر کوئی تہہ نہ رہا ہے کہ اسے اکانا نہیں کم ہو جائیں گے۔ اب تو تمام ہندوستان کے صوبوں کے جوتوں کے فائدے سے فوج سے انکر مرکزی اسمبل میں متحدہ مطالبہ کرتے ہیں کہ بد روئی تمام دنیا کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ اس پاکستانی اسکیم کو جس نظر سے بھی دیکھا جائے وہ اسی قسم کی اسکیم معلوم ہوتی ہے جس کی کج نیاہیوں کی شورش کے وقت لارڈ کرزن نے کھڑی کی تھی اور "اسلامی صوبہ" بنانے کے نام سے مسلمانوں کو اپنے ساتھ کر کے ہندوؤں کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا تھا۔ چہر جب اس کی ضرورت نہ رہا اور ہندوؤں کی طرف سے زیادہ دباؤ پڑ گیا تو تقسیم ہنگامہ کو شروع کر کے اسلامی صوبہ کا عائد کر دیا اور مسلم لیڈان اس کے صدر سے بہت ہونے لگی تھی کہ قیام مسلم احمد صاحب نواب دھاکہ کس سیاسی زندگی سے دست بردار ہو کر چند ماہ بعد انتقال کر گئے اور یہ صدر اپنے ساتھ لے گئے کہ مغرب مسلمانوں کی ہندوؤں سے عدالت بھی ہو گئی اور اسلامی صوبہ بنانا یا تو رد یا گیا اور نواب دھاکہ لک بھادو چند سال قبل طلبا کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ اپنے گوش ایک انگریزی فوج کے حکمران سلطنت برطانیہ کے استحکام کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیا کر دے۔ وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:-

"گورنمنٹ کی یہ پالیسی بمنزلہ ایک توپ خانہ کے تھی جو مسلمانوں کی مردہ لاشوں پر سے گزرتی جا رہی تھی اور ان کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون"

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان کے اندر مسلمانوں کی طلبہ کی سے ملک کی تحریک آزادی میں کمزوری آئے گی اور اسے نسبت سے ہندو ہندوستان کو بھی انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے میں دیر لگے گی۔ مگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اب بھی ان کی تحریک سے کافی قوت بکڑی ہے۔ بومرہ تبلیغی آزاد دولت مند ہونے کے اس وقت ان کا پروگنڈہ امریکہ "یو۔ایس۔اے" اور تمام دنیا میں بڑھ رہا ہے۔ ملک کی اقتصادی حالت بہتر کرنے کے لئے ان کے پاس ایسا روپیہ موجود ہے اور وہ سلطنت برطانیہ کو بھروسہ کر کے ملکی مالک سے بیزار روپیہ لاکھ ہندوستان کو ترقی دے سکتے ہیں اسی کے ساتھ ان کا بیچا مسلمانوں کی رحمت پسند طاقت سے جھوٹے باغی ہو کر پورے ساتھ سال سے آزادی کی گاڑی میں بریک کا کام دے رہے ہیں۔ یہی وہ ہے کہ ان میں سے کچھ اور دور میں وہ فوجی راجہ گوالا چارہ کے مسلمانوں کے پاکستان کے حامی بن گئے اور دوسرے ہندو لیڈروں میں ان کے پیچھے چلے ہیں غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی طلبہ کی سے یہ وہ ماحول فحش آزادی کی صورت سرعت کے ساتھ قدم بڑھا سکیں گے ان حالات میں اگر حکومت وقت نے مصلحت سمجھی اور مسلمانوں کو ساتھ لے لیا پاکستان مل گیا تو فوج پر ہے کہ اس کی یہ طاقت ہوگی کہ سب سے اول تو غیر مسلم سرپاے واران پر تسلط ہوں گے۔ اندرون ترقی کے لئے وہ دھڑے کے دست مگر ہوں گے۔ پاکستان سے باہر ان کی آواز کمزور ہوگی اور انگریزی حکومت کا بیچ اور زیادہ کاسا جاکر پاکستان کی حیثیت دہی دیا ستوں زیادہ بہتر نہ ہوگی۔ جن سے مکران انگریزی فوجوں کی گمراہی اور سرپرستی میں بظاہر پیش کر رہے ہیں مگر حقیقت میں ایسی زندگی بسر کرتے ہیں جس کو آزادی کی زندگی نہیں کہا جاسکتا۔

پاکستان کے بارے میں ہزبائینس سرآغا خاں اور سرخاں کی ہنجیالی۔ جو بیان ہزبائینس سرآغا خاں نے

ہیں میں دیا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ وہ پاکستان کے بارے میں سرخاج کے نظریے سے متفق ہیں۔ سرخاج نے بحوالہ پاکستان حکومت کو زہری عکس سے شہر دی تھی اور بڑا بیس نے اسے غلطیوں اور بڑے شہید دی ہے۔ ان شاؤں سے واضح ہو گیا کہ ہندوستان کی کمیٹی سے پریشان ہو کر برطانیہ کے بعض ہی خواہوں نے سرخاج سے پاکستان کا جو خواب دیکھا تھا اس کی تیسرا تہی ہے۔ مولانا حسین احمد صاحب نے اسے سرخاج کو کھڑے رکھ کر یہ کہہ کر ایک خط لکھا کہ اپنی تقریروں میں دیا ہے میں یہ جی صاحب موصوف کے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ آئندہ ہندوستان میں انگریزوں کو کھڑے نہیں رہیں گی۔ اس سے نمایاں ہند اور بھارت کے دو حصے مسلمانوں کے لیے علیحدہ کر دیں اور ملک کی ہندو کاہوں کو صوبہ کیا جائے اور اپنی قیادت کو مسلم بنایا جائے۔ اسی اندیشہ کو اگلے سال کیمبرج کے ایک طالب علم جی ریت مل۔ اس کی شامت و تبلیغ کی۔ بالآخر سرخاج نے اسے علیحدہ سے اختیار کیا بعد اس وقت کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں کیا کہ اس سے جو مسلمان آج اور آگے ہو گا وہ حکومت بھارت کی بین فرس میں کام آئے گی اور مسلم بھارتوں اور مسلم قوم کی خوشنودی اگر کوئی ملکیت پر ہندوستان کا ایک ٹکٹ صدر براہ راست حکومت کے سے اس طرح بنے دلا ہے میں جی صاحب کو کہہ رہا ہوں۔

بعض لوگ گورہ پاکستان کے قومی اخراجات کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ موجودہ سات کوڑا سال سے ہندی اخراجات کے آچند ہندوستان کی مبالغہ بودہ ہو سکیں گے یہ ریاضی میں یہ غلط فہم ہے۔ ہونے کے۔ مگر یہ خبر دے رہا ہوں کہ اخراجات حکومت برطانیہ بنے خراج اخراجات کے سے بددشت کر رہی ہے تو اسے پاکستان کی معافیت۔ مقررہ کہہ میں کیا نام ہو گا۔

شہر میں مسلمانوں کا وہ دوسرا ایک حصہ کے ساتھ ہیں کہ ان کے سے وہ دوسرا فرقہ انتخاب سے کی اسٹنڈ مارکے میں سندھ و گجراتوں کا حصہ تھا ان میں سب سے آواز کرمل دھوپ کشیا پراویٹ سکریٹری و سرخاج سے بھوں سے مسلمانوں کی و بددشت کا مضمون بنایا تھا اس کے بعد سرخاج پریس میں گڑھ کا جتنے بھوں سے کریمل انصاف کا مقررہ مضمون کو بکسن انگل کو ذریعہ ایک مجلس کے بنایا تھا۔ اس کے بعد بڑا بیس سرخاج کا نمبر کے بھوں سے دوسرا حصہ کے ساتھ و قند شہر پیش کی۔ در سب سے آواز کرمل دھوپ کے بھوں سے مسلمانوں کے سرخاج بھوں کے ساتھ کو تسلیم کے اسے بددشت سے صبر کر کے یہ آواز کرمل دھوپ کا کہہ انکھستان سے سات ہزار اسکریٹری و گجراتوں کی مخالفت۔ بجز فرد داران انتخاب کے وہ کسی طرح ہو سکتی ہے۔ جب یہ معاملہ منظر ہو گیا تو انکھستان میں خوشحال منائی گئیں کہ اب ہندوستان میں ایک قوم نہ رہے گی بلکہ دو قومیں ہوگی جو آپس میں جڑی رہیں گی۔ آج پچیس سال بعد یہ صورت بڑا بیس سرخاج کا کو عزت حاصل ہے کہ سندھ و بالا اصحاب میں سے موت وہی اس سیاسی میدان میں موجود ہو کر اپنی سعی و مل کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں اور فرس کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جب کہ انگریزوں سے ہندوستانوں کی طرف سے "ہندوستان چھوڑے" کا مطالبہ کیا جا رہا ہے بڑا بیس کی بدولت کچھ مسلمانوں کی موت سے یہ امر ادا کیا جا رہا ہے کہ حضور والا میاں سے شریف نے جہاں بلکہ میں ہندوؤں کی دست برد سے بچنے کے سے مستقل طور پر ایک ٹکٹ ہندوستان پر قابض رہیں۔

پاکستان بننے کے بعد کی حالت

ناظرین کرام واقف ہیں کہ ۱۹۷۲ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے بھوتہ کی رو سے مختلف صوبوں کی کوسلوں اور اسمبلیوں میں مسلمانوں کی نمائندگی میں جو کمیٹی کی گئی تھی وہ حسب ذیل تھی۔

نام صوبہ	مسلمانوں کی فی صدی آبادی	کونسل میں مسلمان ممبروں کی فی صدی تعداد	آبادی کی نسبت سے مسلمانوں کی فی صدی آبادی
پنجاب	۵۵	۵۰	۵۰
بنگال	۵۳	۴۰	۱۲
بیس	۲۰	۳۳	۱۳+
سویٹھدہ	۱۳	۳	۱۶۰
بیار	۱۰	۳۹	۱۹+
مدراں	۶	۱۵	۸+
صوبہ ترمذ	۳	۱۵	۱۰

اس نقشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مجموعہ کی رو سے اکثریت کے دو صوبوں پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی فی صدی تعداد ۵۵ اور ۵۳ کے گھاٹی تھی اور پاکستان ہونے پر وہ بڑھ کر مسلم آبادی کے مطابق ۵۵ اور ۵۳ فی صدی کر دی جائے گی۔ اسی کے ساتھ مسلم اقلیت کے پانچ صوبوں میں مسلم ممبروں کی نمائندگی گھٹا کر آبادی کی رو سے خانہ نمبر ۳ کے مطابق کر دی جائے گی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس تبدیلی سے پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی برائے نام اکثریت ہوگی۔ مگر مسلم اقلیت کے صوبوں میں بعض جگہ صرف نصف سے قریب مسلم نمائندگی باقی رہ جائے گی اور جب اسی نسبت سے مسلم نمائندہ ہوں گے تو ان کی تباہی و بربادی کس درجہ پر پہنچے گی۔ کاش مسلم اقلیت کے صوبوں میں مسلمانوں کی قربانی سے مسلم اکثریت کے صوبوں کو مستند قائمہ پہنچو یا مانتو انھیں کچھ تو سہرا آتا۔

شمسی آئین

درد سزا جگر کر دے جس کا شمع صنعت بھارت کو منع کر کے دماغ کو خالق بناتا ہے۔ گرتے جھٹکتے ہوں رو کر کتا ہے۔ بڑوں کو مضبوط کرنا اور بالوں کو بڑھا کر انہیں کی طرح لاکھ وچکڑا بنانا ہے۔ ہٹا استعمال کرنے والے سلا بال بھی سفید نہیں ہونے دیتا بلکہ بھوسے بالوں کو سیاہ کرتا ہے۔ اسوجہ سے ستودات اسکو بہت پسند کرتی ہیں۔

آپ بھی تجربہ کیجئے

علاوہ محصول ذاک وغیرہ قیمت

لڈیوالہ لڈیوالہ

بھارتی صنعتی کمپنی کا نذرہ علامہ

ہر قسم کے دروں کے لئے جادو کا نذرہ ہے جسے کپڑوں کے اٹھال دے دھوا آونیا پوٹ، سرخ و دھوا لکے شل دواسے سوکے ہونے عضو و کردہ پڑوں کو جیت آگیزت پہنچاتا ہے اور بچوں کا مرض سین و ذف بال کی سے نکال دیتا ہے اسے اب حیات کا کام دیتا ہے اگر اس کی جگہ استعمال کیا جائے تو نہایت قوت بخشنا ہے

قیمت فی شیش جہ محصول

المشہر قمر الدین بہ الدین پروفیسر محک الد آباد

چلتا پھرتا میٹھری پوائنٹ مینی ۷۷ کھانہ پڑھانے والے

آزادی کی تحریک کبھی ایک خط تک محدود رہی ہے۔

بہارستان اور سرحد میں یہ جس نے عام دوسرے ایجنٹ ملک سے زیادہ آزادی کے لئے قربانیاں گوارا کی ہیں۔ اس کی آزادی کے نتیجے میں

مسلمان : ۳۰ کروڑ

عیسائی : ۲۸۱ کروڑ

دیگر عیسائی مذاہب : ۳۰ کروڑ

عام ملک کی قومی عزت میں نہ صرف آزادی کے تقاضات کا سوا آزادی کے اجتماعی معاشرہ کا غائب رہا ہے۔ کہیں جس۔ نہ تو مسلمان میں نہ نہیں۔ شام میں۔ چین میں۔ انڈونیشیا میں۔ آزادی کی قومی تحریک میں ہم کسی اقلیت کی جگہ نہ رکھتے۔ وحدت کے سوال کو غائب درمیان میں پالتے۔ یہ نہیں کہ اقلیت کا سوال اس میں سے اصل ملک میں موجود نہ ہو۔ لیکن وہ آزادی کی عام تحریک پر کہیں ہی غائب نہیں ہے۔ بلکہ آزادی میں ہم باہمی برابری میں سب سے پہلے آزادی کے سوال پر متفق و متحد ہیں اور اس کے بعد اپنے داخلی مسائل کو حل کرنے کے وسائل پر غور کر رہی ہیں۔

لیکن ہندوستان کی حالت اس کے برعکس ہے۔ یہاں اقلیت کا سوال آزادی کے مسئلہ پر غائب ہے جس کے وقت ایک ہی سنی ہو سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ وہ اس آزادی کی کوئی عمدہ اور منفرد تحریک موجود نہیں ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے اور اس کے کیا اسباب ہیں کہ فرقہ واریت کا سوال آزادی کے سوال سے بہت آگے بڑھ گیا ہے؟ فرقہ واریت اور جماعتی تعصبات سے قطع نظر کہ اس سوال پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ فرقہ واریت اور جماعتی تعصبات بگایوں کی شورش میں کسی ایسے سوال کا صحیح جواب نہیں مل سکتا

اگر ہندوستان کی گزشتہ ۱۱ سو برس کی تاریخ اور اس زمانہ میں ہندوستان کی زیر دست کے اسباب و نتائج کی گہرائی پر نظر کیا جائے تو ہم ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کے دو ادوار میں ان کی نفسیات کے انقطاع کا جتنا پاتے ہیں۔

پہلا دور مشہور ایک قلم ہوا۔ جب سلطان بہت بزدلی سے گرے تھے۔ اس نے زیادہ بکروں پر حملے تھے اور ایک ذہنی اشتراکیت بننا تھی۔ ان کے خیر اور خیر کے ایک اصطلاحی بنگا مشہور بن گیا تھا۔ جس نے ایک غیر مسلم نژاد کی وحدت و اقلیت کی اور بالآخر کام رہا۔ دوسرا دور مشہور کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں نے اچھی کی حالت میں غیر مسلم قوموں کو سیاسی حالت میں بیدار ہوئے دیکھا۔ اس سیاسی بیداری سے وہ کیوں بہرہ من ہوئے؟ یہ ایک بڑا سوال ہے۔ لیکن اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جب مسلمان انسانی انقطاع کی حالت میں بیدار ہو چکے تھے تو برطانوی حکومت ملی سے مشہور سابق حاصل کرنے کے بعد ایسے حالات پیدا کرنے شروع کی کہ جو کسی قومی وحدت کا احساس اس ملک کی مختلف اقوام میں پیدا کرنے نہ پائے۔ فائنٹ یا دانستہ سرسید سب سے پہلے اس حکمت عملی کا کارکن بنے اور مسلمانوں میں جو احساس کثرت پیدا ہو چکا تھا اس کی طرف سے غائب ہو گئی۔ اس کے بعد عدم قدم بڑھتے آئے مسلمانوں میں غلاف فریٹ احساسات کی تاریخ کا ہر باب یہ حقیقت منکشف کرے گا کہ برطانوی حکومت کی حکمت عملی ایک نوعی اس فرقہ واریت کی نوعیت کے احساس کو فروغ دینے سے غافل نہیں رہی۔ ملی گنڈہ کی تحریک میں جو اس زمانہ کی سب سے بڑی "اسلامی" تحریک تھی۔ پھر غائب رہا اور اس زمانہ کو فروغ دینے کے لئے مختلف سمتوں میں حکومت کی حکمت عملی ہر وقت بدلتی رہی۔ جمہوریت متحدہ میں اور ہندو کا تفسیر جو مشرقیوں کیلئے ایک کام تھا۔ سماجی و تجارتی ایک کڑی تھی۔ اس کے بعد مسلم لیگ کی بنیاد میں جس میں غائب ٹھہر گیا تھے۔ لاہور میں مسلمانوں کو ایک وحدت کی غائی اور جمہوریت فرقہ واریت کا ہر ایک احساس کی حکمت عملی کا ایک نشان راہ ہے۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ دراصل پاکستان کے تصور نے اس ملک کی گود میں دو ایسی

مکمل سلسلہ شہنائی اور اس نے اپنا "پاکستان" جو ایک چاروں طرف آزاد کی راہ میں حاصل ہے۔ دو تین سال پہلے میں ہے کہ وہ سالہا سالہ جو رہا ہے۔ جو برطانوی حکمت عملی کا حصہ اور وہی کی گزری ہیں اس حکمت عملی کا خون گردش کر رہا ہے۔ جذبات کی شدت میں طاقت سے ظفر زنجیرا کی کشیدگی۔ اور اس سے بہت ممکن ہے کہ پاکستان کی تحریک کے بہت سے سادہ دل حامی اس تحریک کی حقیقت کو تسلیم ہی نہ کرتے ہیں۔ لیکن بعض احماد کر دینے سے تجویز سب بدل تو نہیں جاتا!

سرمہ یک کی طرح کا گھر میں اس حکمت عملی کا شکار ہوئی۔ پہلی دفعہ نہیں تھے، حکومت دھڑک کھڑی۔ جب اردو زندگی کے سوال پر ایک حیرت انگیز تبدیلی نے اپنی تائید کرتے ہوئے دیکھ کر وہ خوش ہوئے۔ اور سب سے بڑا دھوکہ انھوں نے اس وقت کھایا جب کانگریس نے تائنن حکومت سندھ ۱۹۴۷ء کے قیام میں صوبوں میں کانگریسی حکومت قائم کرنے کی تجویز کو قبول کیا۔ پیشگی یا خوش فہمی سے یہ ان لوگوں میں اصل جھوٹ سے اس قسم "اصطلاحات" کے تصور نے کو ایک خطرناک کھونا سمجھا۔ برطانوی حکمت عملی نے صوبوں کی حکومت کے گھوڑوں پر کانگریس کو سوار کر کے اس سارے پر ایک بہت بڑی چال چلی۔ جب تک یہ کانگریسی حکمران اپنی گزریں چڑھتی رہیں جسے بڑے بڑے برطانوی "والی پارٹ" بھی ان کی تعریف و توصیف میں رہے۔ یہ طاقت تھی اس بات کی کہ ان کی حکمت عملی نے ایک بہت بڑی منزل ملے کر لی! چنانچہ اپنی اس کوشش کا چل بھی انھوں نے حاصل کیا۔ جی جب بعض صوبوں کے کانگریسی حکمرانوں میں صاحبعلی ڈبیرت رکھنے والوں کو اقتدار حاصل ہوئے اور انھوں نے حکومت کے نشیب میں سرشار رہ کر ان اقتدارات کو خطہ استعمال کی توسیلات فریڈ پرستوں کو فریڈ پرستی کے جذبات کو مستعمل کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ اور بالآخر برطانوی حکمت عملی کا وہ چرچہ عرصہ تک اپنے پائے میں پڑا ہوا باتوں اور ہاتھ اور کبھی کبھی دودھ کی بوتل کے لئے رہا اور شراب چا کر تاربا۔ ۱۹۴۷ء میں ایک پلوان جگر اپنے گوارہ سے باہر نکل آیا۔ مشرقی پنجاب کی جو ترقی کو ایک کے ایسے شہنائی کے زانیز جیسے کھیلے، انھاریں "اور وہیں غاں تھے۔ قوی زندگی میں اپنے لئے کوئی نایاب ٹکڑہ پیدا کر سکتے تھے اور خطرے کے کسی دفعہ جب "خو" کے ساتھ آگے نہیں۔ پاکستان کا جدنا بند کر دیا اور برطانوی حکومت کی فحش حکمت عملی سے پورا پورا فائدہ اٹھا چکا اس کے وہ کانگریس کے ہیٹ نام پر بہت عرصہ تک خلاف ورچے تھے۔ مشرقی پنجاب کی ذہانت اور سیاسی تدبیر کی کابالی کا بڑا اثبات ہے کہ مین وقت پر انھوں نے حسن کانگریسی مذاہن کی فحش سے فائدہ اٹھا لیا اور پاکستان کے نام سے ایک ایسا مفہوم عطا فرمایا جس پر انکی قوت اب کانگریس اور حکومت کی جنگ میں ایک فیصلہ کن عنصر بن گئی ہے۔

کانگریس نے پاکستانی تحریک کی قوت کے مقابلہ میں عاجز اگر اب ایک حد تک اٹلیٹس کا حق خود اختیاری قبول کر لیا ہے لیکن مشرقی پنجاب کی قوت کے حصہ پر ایسے مطالبات کو سونپ دینے قبول کر کے بغیر کانگریس کی قوی تحریک اور ملک کی تحریک آزادی کے تیرپ "انہیں چاہتے۔ ایک ہوش مند لیڈر کی حیثیت کو وہ کانگریس کی کمزوریوں کو اپنا سراہہ بنا کر سخت سخت سودا کر رہے ہیں۔ اپنی قوت کا احساس انھیں یہ بتا رہا ہے کہ وہی ہی موقع ہے کہ ہندو اکثریت سے زیادہ سے زیادہ مطالبات قبول کر لے جائیں۔ لیکن قوت کے اس احساس میں جو کمزوری بھی نظر آتی ہے وہی ہے جس کی وجہ سے کانگریس نے بھی اپنی مذاہنوں کے زانیز اپنے اقتدارات کو صحیح طریقہ پر استعمال نہ کیا تھا اور پاکستان تصورات کے لئے ایک سازش کا رنفا پیدا کر دی تھی۔ قوت کا یہ عناصر صرف ایک دفعہ کانگریس کو غلطیوں وال چکا ہے اسی طرح وہ اب ایک کبھی غلط فہمی میں مبتلا کر رہا ہے۔ وہ غلط فہمی یہ ہے کہ مشرقی پنجاب نے کانگریس اور ایک فیڈرل حکومت کے دو میان کو تو ایک کو فیصلہ کن عنصر بنا دیا۔ لیکن ہندوستان کی آزادی کے حال کا فیصلہ کلیدی فیڈرل انداز کے حوالہ کر دیا۔ جو عام ہے کہ بالکل ہی صورت پسند کرتا ہے! اس فریڈ واری داد دیکر میں لیگ اگر کانگریس کو عاجز بنی کر دے تو برطانوی اقتدار کو عاجز نہیں کر سکتی۔ اس لئے کوئی ایک کے قدیم روایات اور جو وہ ہیئت ترکیبی میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس بات کا یقین دلا دے کہ کانگریس سے کھڑے نہ ہونے کی صورت میں

جمنایروڈکشنز

دوسری پیشکش

Tentative
Title.

۲
دو درن

ناردن انڈیا سٹوڈیو کی ایک تخلیق

سکرین پلے مکالمے اور گانے

ڈی۔ این۔ مدھوک

شمالی ہند کے لئے

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز - دہلی - لاہور

دفتریات کے لئے ہندو دہلی پر لکھے

جمنایروڈکشنز نمبر (۱) مٹکان روڈ دہلی

پاکستان کا نعم البدل

از سرآرڈر ڈیڑھ۔ کن مجلس منتظر حکومت ہند۔

ہندوستان عہد قدیم سے جغرافیائی، تہذیبی اور مذہبی وحدت کا حامل رہا ہے لیکن پاکستان اس وحدت اور اتحاد کے تار و پود کو کھیر دینا چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اقلیت کو مطمئن کرنے کے لئے کیا پاکستان کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں؟ کیا ہم ہندوستان کے اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے بھی اقلیتوں کو مطمئن نہیں کر سکتے؟ آج کل مسلمانوں کے حق خود ارادیت کا جو اس قدر چرچا ہے تو اس سوال کا تعلق اس بات سے ہے کہ مسلمان بحیثیت مجموعی ایک قوم ہیں یا محض ایک مذہبی فرقہ اور اقلیت ایک قوم ہونے کے لئے جن خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) ماضی کی روایات دوسری قوموں سے علیحدہ ہوں اور مستقبل بھی علیحدہ ہی نظر آ رہا ہو۔ (۲) ایک قوم کے تمام افراد ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ (۳) زبان علیحدہ ہو (۴) اور مذہب بھی علیحدہ۔ ظاہر ہے کہ ہندی مسلمانوں کا ماضی پورے ہندوستان سے اور ہندوستان کے دوسرے فرقوں سے وابستہ رہا ہے اور ان کا مستقبل بھی علیحدہ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر مسلمان اور ہندو دونوں ایک ہی نسل کی اولاد ہیں تو ان میں دو فرقوں کی ایک ہی ہے۔ صرف مذہب کا اختلاف ضرور موجود ہے لیکن صرف مذہب کی بنا پر کوئی انسان جماعت قوم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ہر حال میں تمام بڑوں کے باوجود میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر واقعی ایسا ہے کہ مسلمان باعزت طور پر اور اپنی روایات کے مطابق صرف پاکستان ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں تو مجھے پاکستان کے ان سینے میں کوئی عذر نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ پاکستان کے علاوہ جو راستے ہمارے سامنے موجود ہیں ان پر کبھی غور ہی نہیں کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے بھی اس کے امکانات اور ناکامی و نقصان پر غور نہیں کیا ہے۔ جو پاکستان کے غم سے لگاتے ہیں در اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔

پاکستان کی غیر ممکنات کو اگر غور نہیں کیا جائے تو وہ متعدد پتہ دیں ہوں گی۔

(۱) ملک کو ایک سے زیادہ خود مختار اور آزاد ریاستوں میں تقسیم کرنا عہد جدید کے سیاسی اندکار اور ریاضات کے ماحول غلات ہے۔ تجربہ محمدی بتاتا ہے کہ ساہیہ درسا کے ذریعہ روپ کو بننا چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنا یا انھیں متحد کرنا تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ انہیں چھوٹی ریاستوں کی صورت سے دوسری جنگ فطیم کو ختم دیا۔ عہد جدید کا سیاسی رجحان یہ ہے کہ چھوٹی ریاستیں ایک دوسرے میں ضم ہو کر بڑی بڑی ریاستوں کی شکل اختیار کرتی

ہیں اس سے کہ اس میں اُن کا فائدہ ہے۔ آج ہرقوم کے سامنے فالگیر وفاق کا غلبہ العین ہے جس کے تحت بڑی بڑی ریاستوں کی نوکھٹائی جی جی ہو جائے گی۔

(۲) گریٹ ہندوستان کی قدرتی جغرافیائی سرحدوں کو توڑ دیا گیا اور اُن کی بجائے مصنوعی سرحدیں قائم کی گئیں جو پاکستان کا مقصد ہے تو پورا ہندوستان غیر ملکی ملکوں کے مقابلے میں غیر محفوظ ہو جائے گا۔ اس کی مثال زیکو سلاویکیا میں موجود ہے۔ یوگوسلاویہ کے بعد جب سوویت کا علاقہ خود مختار کر دیا گیا تو پورا زیکو سلاویکیا خطرے میں مبتلا ہو گیا اور مارچ ۱۹۴۸ء میں بیکر پورے زیکو سلاویکیا کو بھجھ کر گیا۔

(۳) اس وقت پورا ہندوستان برطانوی عہد میں ایک متحدہ ریاست کی حیثیت رکھتا ہے اور یہاں واحد نظام حکومت قائم ہے۔ چنانچہ پاکستان کے قیام کا یہ مطلب ہے کہ اس متحدہ نظام کو توڑنا اور کچھ ناجائز سے بشمار عوامی اور مالی انتہیں پیدا ہو جائیں گی۔ فوج، ریل، ڈاک، اتار، محصولات، اسکیم، بینک کاری، غرض پورے نظام کے دو ٹوٹے کرے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بہت مشکل اور وقت طلب ہے۔ اور اگر ان تمام دقتوں اور مرملوں کو سنبھال کر دیکھا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاکستان کے نام سے جو خود مختار ریاستیں قائم ہوں گی وہ سب محض غریبوں کے بارے میں دیکھ کر غم کی ریاستیں ہوں گی جن کے پاس ترقی کا کوئی بھی ذریعہ یا وسیلہ نہ ہوگا۔ ان تمام مصائب و آلام سے بچنے کے لئے جو زیادہ تر پاکستان ہی پر نازل ہوں گے ضرورت ہے کہ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں کچھ نہ کچھ قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

مسلمان یہ محسوس کرتے ہیں کہ آزادی ملنے کے بعد ہندوستان میں برطانوی طرز کی جو پارلیمانی حکومت قائم ہوگی اس کے اندر وہ مستقل طور پر محکوم ہو کر رہ جائیں گے۔ اب ہندو اکثریت کا یہ فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کے ان شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے اپنی طرف سے ہر قسم کی مناسب قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

اسی مقصد کے پیش نظر ذیل میں ہندوستان کے لئے آئندہ دستور حکومت کا ایک خاکہ درج کیا جاتا ہے جس میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اقلیتوں کے تمام حقوق قطعی محفوظ و مامون رہیں تاکہ ہمیں پاکستان کا نفع ابدی تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اور ہم یہ دیکھیں کہ پاکستان کے علاوہ بھی بہت سے راستے ہیں جن کو اختیار کر کے ہم اقلیتوں کو مطمئن کر سکتے ہیں۔

ہندوستان کا آئندہ دستور حکومت وفاق (FEDERATION) کے طرز کا ہوگا۔ اس کی مجلس منتظمہ کے سربراہ پارلیمنٹ کے نمائندوں سے چنے جائیں گے۔ ایک شعبہ انصاف ہوگا اسی طرز کا جس طرز کا اُن ملکوں میں رائج ہے جہاں انگلستان کا قانون عام (COMMON LAW) ہے۔ مثال کے طور پر ریاستہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ۔ اس حکومت میں شعبہ منتظمہ اور شعبہ انصاف بھی ملکی قانون کے ماتحت ہوں گے اُس سے بلند نہیں۔ ایک فیڈرل کورٹ ہوگا جسے ملک کی تمام دیگر عدالتوں پر اختیار و اقتدار حاصل ہوگا۔ مرکزی حکومت کے زیر اختیار جو معاملات رکھے جائیں گے اُن کی تعداد پہلے سے مقرر کر دی جائیگی اور بقیہ تمام معاملات وفاق میں شامل مختلف ریاستوں کے سپرد کر دیے جائیں گے تاکہ وہ جس طرح چاہیں اُن معاملات کو چلائیں مرکزی حکومت کو مندرجہ ذیل اختیارات دئے جائیں گے۔

(۱) ملکی تحفظ (۲) غیر ملکی معاملات (۳) سکہ (۴) بینک کاری (۵) محصولات (۶) آمدنیوں پر مرکزی و دفاتی حکومت سے ٹیکس

مل ہدی فرطیوں کو ہندوستان میں رہنا۔ وہ ان کی ایک اور تار ۱۱۱ آئی نہ بل عقل و ۱۳۶ مسوئی کی برلی
 لی ہندو قوم کے حق میں پوری کی سرحدیں۔ سرحدیں کی عا میں گی اگر وہ سرحدیں میں مسلمان اقلیت میں ہیں ماحول کریم
 ہر کسی میں ہندو قوم کی عقل متاثر کر سکیں۔

ہندو حکومت میں ایک ایسے شخص بھی شامل ہوگا جس میں ہرگز سے اس دن اور ہندو قوم کے حقوق کے متعلق کوئی ہوگی۔ اس اعلان حقوق
 میں ہندو قوم کے حقوق کے متعلق کوئی بھی ہوگی۔

دفاع ہندو قوم کے متعلق کوئی بھی ہوگی۔ اس اعلان حقوق کے متعلق کوئی بھی ہوگی۔
 غیر ہندو قوم کی اور قومیں جو ہمیں عالم کر کے کی عقل آزاد ہوگی۔
 سوائے حکومت کی عدالت کے اور کوئی شخص یا جماعت کسی فرد کو سزا نہیں دے سکتی۔
 ہر مکان میں میں لوگ آزاد ہیں دوسروں کی دستبرد سے محفوظ ہوگا۔
 ہر شخص عقیدہ تسلیمات باعقہ کی بنیاد پر کسی بھی فرد کی حیثیت کم نہ ہوگی۔
 ہر شخص عقیدہ عبادت پر دیکھتے اور عقیدہ کی پوری آزادی ہوگی۔
 قانون کے سامنے تمام مذاہب برابر ہوں گے۔

حکومت ہر اقلیت کے تعلیمی اداروں اور بان مذہب و غیرہ کی پوری پوری تحفظ کرے گی۔
 ہر اقلیت کو ایسے مخصوص رہنما اور اداروں اسکول اور کالجوں کے قائم کر کے کی آزادی حاصل ہوگی جہاں وہ اپنی مخصوص زبان کا استعمال کر سکیں۔
 اس گاؤں میں کسی اقلیت کے یہاں بچے تعلیم پاتے ہیں ان بچوں کو تعلیم دینے والوں کا اگر یہ مطالبہ ہے کہ وہاں حکومت اپنے حقوق سے قاصر ہیں
 کے لئے ایک یا فری اسکول کھول دے تو حکومت پر ایسا کرنا فرض ہوگا۔

دو دینے والوں کی تعداد کو ہر حال لازمی ہوگا لیکن اس وقت اس پر بحث کر کے کا شروع نہیں۔ جہاں تک مملوٹ طریقہ انتخاب کا سوال ہے اگر
 فی الحال اس کو قائم کیا جائے تو بہتر ہے۔ اقلیتوں کی صحیح تعداد کی نمائندگی کے لئے ضروری ہوگا کہ مناسب طریقہ انتخاب (PROPORTIONAL
 REPRESENTATION) اختیار کیا جائے۔

پروپرتیشن اور ڈسٹرکٹ بورڈوں وغیرہ کے انتخاب میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ ایک ہی ضلع دو سو سے زائد رکنوں کو منتخب کیا
 جائے اور اس میں اقلیتوں کے لئے دو ایک نشستیں مخصوص کر دی جائیں۔ صوبائی قانون ساز مجلسوں میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو چھٹے (WEIG-
 HTAGE) دیگا جس سے بقرار رکھا جائے صرف بنگال میں یونایتڈ میں کچھ ردوبدل کر دیا جائے۔

اگر صوبائی سرحدوں کا اس طریقہ پر مزید تعین ہوگا کہ وہ علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں محلی ہو جائیں تو صوبائی مجلس قانون ساز میں تعینات ہوں
 کر کے کی ضرورت ہوگی۔ جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان کو ووٹ دیا جائے گا اور جہاں ہندو اقلیت میں ہیں وہاں انھیں بھی ووٹ دیا جائے گا
 جائے گا۔ لیکن کسی بھی صوبے میں مجلس قانون ساز کی نشستوں کی اس طرح تقسیم نہ کی جائے کہ اکثریت اقلیت کو برقرار نہ رہے۔
 اور اقلیت میں کی تعداد آبادی کے ایک نمبر "ن" عدد سے تجاوز نہ کرے اس لئے مجلس قانون ساز میں اپنے نمائندوں کے سامنے یہ اختیار ہوگا

من مقررہ فی صد کا دستور سامی کے ذریعہ نہیں ہوگا۔

گر کسی موافق کا یہ کاروبار عظیم جائے ذرا بڑی وزارت میں سینہ ہمارے زیادہ اقلیت کے نامزدوں کو خفاں کر سکتا ہے۔

مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کو تین فیصد نمائندگی حاصل ہوگی اور انہیں نشستوں کی مجموعی تعداد کا یہ حصہ عطا کیا جائے گا۔

مرکزی حکومت کی مجلس منتظرہ (EXECUTIVE) مخلوط ہوگی جس میں مسلمان نمائندوں کی تعداد کم سے کم ایک تہائی ہوگی مجلس منتظرہ

کے دستور میں انتخاب مرکزی مجلس قانون ساز کے دستور میں انتخاب میں انتخاب کا طریقہ اختیار کیا جائے گا مجلس منتظرہ

کا ذریعہ عطا کیا جائے گا ذرا بڑی وزارت میں سینہ ہمارے زیادہ اقلیت کے نامزدوں کو خفاں کر سکتا ہے۔

از میں مسلمانوں کو تین فیصد نمائندگی حاصل ہوگی اور انہیں نشستوں کی مجموعی تعداد کا یہ حصہ عطا کیا جائے گا۔

من منتظرہ (EXECUTIVE) مخلوط ہوگی جس میں مسلمان نمائندوں کی تعداد کم سے کم ایک تہائی ہوگی مجلس منتظرہ

مرکزی مجلس قانون ساز کے دستور میں انتخاب میں انتخاب کا طریقہ اختیار کیا جائے گا مجلس منتظرہ

کا ذریعہ عطا کیا جائے گا ذرا بڑی وزارت میں سینہ ہمارے زیادہ اقلیت کے نامزدوں کو خفاں کر سکتا ہے۔

من مجلس منتظرہ میں شامل ہوں گے ان کی مجموعی تعداد اسی سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ مرکز میں بھی وزیراعظم کو اختیار ہوگا

دوسرے زیادہ کسی اقلیت کے نمائندوں کو وزارت میں شامل کر سکتا ہے۔

ت وہی ہوگی جو عام طور سے انگلینڈ یا دوسری پارلیمانی حکومتوں میں ہوتی ہے یہی مجلس منتظرہ کے ممبران مجلس قانون ساز

بائیں گے۔ امریکا میں یا سوئٹزرلینڈ میں مجلس منتظرہ کی تشکیل کا جو طریقہ رائج ہے وہ ہندوستان کے حالات کے موافق نہ ہوگا۔

ساز کے سامنے اپنے اہل عمل کے لئے ذمہ دار ہوگی۔ موزلنڈ اگر چاہے وہ حکومت کو عدم تعاون کا دھڑا پاس کر کے بغاوت

پر پرتوئی نمائندہ کسی قانونی تجویز یا قرارداد کی مخالفت کر رہے ہیں تو وہ تجویز یا قرارداد قانونی شکل نہیں اختیار کر سکتی گی۔

مل ہوگا جس کے نمائندوں کی تعداد مجلس قانون ساز کی مجموعی تعداد کا کم سے کم ۵ فی صد حصہ ہے۔

حکومت عالیہ ہوگی اس کے پانچ تہوں میں دو مسلمان ہوں گے۔ ہندوستان کی فوج میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہی ہوگی جو

پورے سے پہلے)

کی نمائندگی کا جہاں تک تعلق ہے انہیں قاعدوں کو دستور سامی میں شامل کر لیا جائے جو حکومت ہند کی تجویز نمائندہ

دور ہوں گے۔

وقت تک کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک مرکزی مجلس قانون ساز کی دو تہائی اکثریت اور ہر صوبے کی مجلس قانون ساز کی

دور ہوں گے۔

دو ایوان ریاست کے خالی ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہے ہر بیرونی ذائقے پر یہ کہ کاحال انہیں اس معاملے میں آزاد چھوڑ

سائل میں جیسے سے محفوظ رہیں جو اس وقت لایا نہیں ہے۔ آگے چل کر حالات خود انہیں مجبور کر دیں گے کہ وہ دفاع ہند میں

شامل ہونا منظور کر لیں۔

اور کے دستور میں

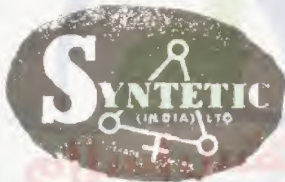
شامل ہونا منظور کر لیں۔

اور کے دستور میں

شامل ہونا منظور کر لیں۔

اُصول پر شب کے کوسے دست و حکومت کے تختہ پورے ہندوستان کے ماتھے پر کر۔ دیکھو میں ان کے حقوق کا پورا پورا اعتدال ہے یا نہیں۔ اگر وہ اس طرح کے بند یہ محسوس کریں گے کہ وہ مطمئن نہیں ہیں اور ان کے حقوق اب بھی مغرب میں ہیں تو ان میں اختیار ہے کہ سب چاہیں ملحد کی اختیار کریں اور اپنے مستقبل کی نیریلیدہ ہو کر کریں۔ دس سال کا عرصہ ایک قوم کی نہ گئی میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔

(سر آرڈینر دلال کا تصنیف کردہ پمفلٹ ALTERNATIVE TO PAKISTAN میں ان کی اجازت سے ترجمہ کرتے شائع کیا گیا) ایڈیٹر۔



سینٹیک (انڈیا) لمیٹڈ

تیار کنندگان 'فارماسیوٹیکل ڈرگز'

ایسٹ فائن کیمیکل

سینٹیک (انڈیا) لمیٹڈ سیلٹر روڈ بمبئی نمبر

جمناپروڈ کسٹر کانغماتی فلم

لاہور۔ دہلی۔ کانپور

کلکتہ۔ لکھنؤ

میں جوہلی مناچکا ہے
پرود ڈیوسر

جنیمی دیوان

سکرین پلے مکالمے اور گانے

ڈی۔ این۔ مدھوک

موسیقی:- نوشاد۔

مٹکا:- سورن لتا۔ کرن دیوان۔ واسطی۔ بدری پرشاد۔

راجکماری شکلا۔ منجولا

جھکی کرہی:- جمناپروڈ کسٹن مٹکاف روڈ۔ دہلی

پاکستان کے خلاف چودہ نکات

از: جناب پروفیسر عبدالجید خاں فرین کریمین کالج لاہور

تمام جذبات اور تعصبات کو بالائے طاق رکھ کر اور شدت و ہنس دھم کو نظر انداز کر کے محض ملی نقطہ نظر سے پاکستان کے خلاف مابذیل نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

- (۱) جدید حکومتوں کی بنیاد قومیت پر ہوتی ہے نہ کہ مذہب پر۔ ترکی، ایران اور مصر د فیروزہ مذہب اور حکومت کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور رضا شاہ پہلوی نے ہر شعبہ حیات اور ہر مملکت عمل میں جو دور رس تبدیلیاں کیں اور مصیبت پسند لاؤں اور تنگ نظر مذہبی دیوانوں کے خلاف جو شدید اقدامات کئے وہ اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ ترکی اور ایران سیاست و اقتصادیات میں مذہب کی مداخلت سے متسلک کیا دیتے رہے ہیں۔ پاکستان کے ملیر بار بڑی عنایت کیونکہ اگر وہ دور حاضر کے ترکی اور ایران کی تاریخ کا ایک درق ٹپھہ ڈالیں۔
- (۲) پاکستان کے پشاوروں کا ایک، بین الاقوامی دفاع کے قیام کا خیالی بلاؤ خلافت و پرہیز خانوں کے دل میں تنگ پکڑائے اور ان کی آتش بغض و عناد کو پھر پھر کاٹے بغیر نہ رہیں گے تمام آزاد و خود مختار اسلامی ریاستوں کی ایک منہبہ اور گٹھے جوئے دفاق میں شکر تین باغیوں میں توازن قوت کو ختم کر دی گئی یعنی یورپ ایشیا اور شمالی افریقہ میں اس وجہ سے یہ خیال پرہیز خانوں کی ملی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے کبھی مضبوط نہیں بن سکے گا۔
- (۳) بات افریقہ میں اٹھ رہی ہے کہ زائد ہندو جگہوں کی صاحب غرض مدہر میں ایسے گروہ کی پیدائش کو پسند نہ کر چکا ہو علانیہ یا پوشیدہ طور پر شعلاتی جہانات رکھتا ہو، اس کا مقصد مذہب اور نسل کی برتری پر جو ادھب سے دنیا کو امن و امان کو خطرہ لاحق ہو سکے۔ پاکستانی ذہنیت متکاوری سے بھر پور ہے تاکہ اس کی بنیاد مافی عدم رواداری پر ہے۔

- (۴) بیرونی دنیا کو جیسے دیکھو تو جی ہندوستان کے تمام غیر مسلموں اور قوم پرست مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی شدید مخالفت کو سہ پڑائی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس ملک کے پائین کور باشندے جن کے نسل، مذہبی اورسانی اختلافات چاہے کچھ بھی ہوں ہندوستانی ہیں اور ہندوستانی

۱۲۱۔ اے کیا جاہل بندہ! ان وقت جو ان کے بچاؤ کے لیے عظیم ہیں، میں اس آگے سے زیادہ سزاؤں ہیں۔ یہ گھمبیر انسان کے لیے سزا
 ہی سزاؤں میں سے ہے جو ان کے لیے ہدایت، کتاب کے انکشاف جو کچھ ہوئے ان کے لیے ان کی ہدایت نہیں۔ شخص کچھ کہتا ہے۔ پڑھنا پڑھنا
 کو غیر ممکن حالت میں رکھنا پڑھنا کو ممکن ہوگا۔

(۱۴) سندھ، جو پختون اور مردکوں کا پلوہا پلائے کے لئے کڑیوں در پیر کی رقم مرکزی حکومت سے ملتی ہے اور پنجاب خواہ وہ ہونے لگے رہے، اس کی بھی تقسیم ہوجاتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی ایکہ نہ دینا پسند کرے گا۔

اس صورت حال میں کسی بھی چاروں ملکوں کے تمام روزوں کی بات کا یہ نتیجہ ہے کہ پاکستان کے حاکم و خواہ کشتی ہی تحقیق و تہقیر کے ساتھ جانچنے والی افواہیں نہ پھیلے گا۔ یہ قابلِ توجہ بات ہوگی کہ پاکستان کا وہ ایک ترکہ اسٹریٹجی ہے۔ مگر جہاں کا ایک خطہ غوطہ جو اس کے بند کیا گیا ہے کہ ان غیر مسلموں سے جو تہذیب و مذہب کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کری جائیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہندو مت کے لئے اور عیسائیوں میں غریب و کمزور مسلمانوں کے لئے پاکستان کا قیام کرے یہ قطعاً ممکن ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی بچے کی جان کو حاص کرنے کی خواہش۔ ہر ماں اس کے لئے خواہ کتنے ہی میا نہ حربہ استعمال کئے جائیں اور کتنی ہی شہیدہ بازی سے کام لیا جائے۔ پاکستان تغافل نہیں ہے۔

سن لائٹ آف انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ

لاہور



دی مال

:(حیات انگیز ترقی):

4077

۳۰ لا انا
۳۱ لا انا
۳۲ لا انا

1947

1. 2. 3.

میاہ بنس ز اعداء
کل سرمایہ
للف فنڈ

جالبو بزنس زائد از دو کروڑ روپے

ایجنسی منجر سن لاسٹ آف انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ سن لاسٹ انشورنس لمیٹڈ کی مال لاہور

مضبوطی — اور — حفاظت

تفکرات سے بے نیاز کرتے ہیں

گزشتہ روز کا خواب

امروز کی زندگی

کل کی اُمید

پس اسی طرح زندگی گزرتی ہے

زندگی کے سفر میں ہمیں اپنا مہر بنائیے

کل سرمایہ تقریباً ۳ کروڑ روپیہ

چالو بزنس تقریباً ۱۱ کروڑ روپیہ

قیمت ادا شدہ کی رقم ایک کروڑ روپیہ

آپ بھی اس کمپنی میں بیک کر لے کر ایذا بخشی حاصل کر کے فائدہ اٹھائیں

دی لکشمی انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور

شاخیں تمام ہندوستان میں اور برٹش مشرقی افریقہ میں کھلی ہوئی ہیں

صوبہ ہند کی برانچ کا پتہ :- ۳۵ کینٹونمنٹ روڈ۔ لکھنؤ

پاکستان یا ہندوستان کی دائمی غلامی

آخر : سید علی حسین صاحب بارایت لا۔ صدر آل انڈیا شیعوں کے کونفرس

مال ہی میں اخبارات میں پاکستان کے شعلن آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر اور سرگزی کے کچھ بیانات شائع ہوئے ہیں۔ یہ نہیں سمجھیں آگاہ مسلمان اس کا گنہ گار اور غنی خیر پوچھنے کی نوبت کو کب بھیں گے جو مسلم لیگ ہائی کمان کا گریس ادغام ہندوؤں کے خلاف کر رہی ہے یہ دونوں حضرات نہایت آسانی سے ان کے کونفرس کر سکتے ہیں جن کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں۔ سریندر کہتے ہیں کہ ایک شہر، مرکزی حکومت کا مطلب تمام ہندوستان پر ہندو اکثریت کی مستقل حکومت ہی ہو سکتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اپنی اکثریت کے موہل میں مسلمان قتل کر دیا جائے۔ جہاں تک بے علم ہے کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا کہ ہندوؤں کے ہتھیاروں کی بدولت اس کی حکومت کی جائے۔ موہل کو زیادہ سے زیادہ خود اختیاری کی ضمانت دی جاسکتی ہے اور یہ بات کا گریس اور ملک کی تمام ذیل پسند دہریہ کی طرف سے ضمانت کی جا چکی ہے۔

کے صرف یہ چاہئے کہ دفاع اور خارجی تعلقات جیسے امور میں کا تعلق تمام ہندوستان سے ہو کر کوئی ملے سکے جائیں۔ اس صورت حال کے ہوتے ہوئے میں یہ کہنا کیا سنی کھتا ہے کہ آزادی سے مراد صرف، ملکوں کی تبدیلی ہوگی؟ ہندو نہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنی اکثریت کے بل بوتے پر تمام ہندوستان پر حکومت کرے نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔

تمام قوم پرست مسلمان اور مغلقاتم کا گروہی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب، تمدن، حقوق اور اپنی اکثریت کے ملاحوں میں ان کی خود اختیاری اور دوسرے حقوق کو تسلیم کر لیا جائے اور ان کی حفاظت کی ضمانت دی جی جی۔ وہ اس معاملہ میں شرانگہ کا تعقیب کرنے کو بھی تیار ہیں۔ پھر سادہ کو اچھے کی کیسا ضرورت ہے اور ایک چیز کو ایک جماعت سے منسوب کر کے اس کو بد معاش بنانا یا سنی کھتا ہے کہ سریندر کی کامیابی کا، دعوت ہے کہ ایک معمول ہندوستانی اپنے ذہن میں آزاد ہندوستان کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا ہے اور وہ ہر چیز کا اندازہ موجودہ حالات کی روشنی میں لگاتا ہے۔

دشمنی اور نفرت کا بیج۔ ایک دفاعی ہندوستان میں ہرگز کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ وہ اپنے ہزاروں کے اندرونی اور اقتصادی

محافظت میں مصروف رہے۔ ان محالوں میں کہ قلعہ تمام ہندوستان سے جو مسلمانوں اور ہندوؤں کا اقلہ تھا وہاں اور شتر کر ہی ہو سکتا ہے اسے اسے تباہ کا کوئی موقع آ ہی نہیں سکتا اور بغرض محال اگر اس قسم کا تازہ پیدا بھی ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے آئین حکومت میں ایسی تدبیر بنانی جاسکتی ہے کہ اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ فوریت رائے کے بجائے کسی اور ذریعہ سے ہو۔ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو ہندوؤں اور مسلمانوں کو جس ملک میں اپنے مہاویں کی طرح رہنا ہے اور ان کو آج تک تیس تو فی صد عوامی اور نوکری کا قلعہ اختیار کرنا ہے۔ کیا یہ طرز عمل خالصتاً نہ ہو سکتا ہے کہ دشمنی اور کینہ کا بیج پھیلنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور ایک غیر ملکی طاقت کے اقتدار اور غلامی کو قائم رہنے دیا جائے۔ پاکستان اس وقت یہاں سے یقیناً تباہی ختم ہوتا ہے جسکے اسکی بنیاد تمام آبادی کی تحریک پر ہوتی۔ مگر پنجاب اور بنگال میں پاکستان کس طرح ہو سکتا ہے جس میں ہندوؤں کی بہت بڑی آبادی ہے اور اسے اپنی جگہ پر ہی رہنا ہے۔ یہ تمام تصور صرف یہود ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے عام مسلمانوں کو مبتلا غریب کرنا مقصود ہے جس کے نتائج اور تفصیلات سے بھی طرے واقف نہیں ہے۔ اس بارے میں کچھ کوئی خبر نہیں ہے کہ اگر مسلمانوں کے دل میں مصالحت کی صحیح خواہش پیدا کر دی جائے تو نہ کہ اگر کسی بد مذہب اور کفریہ لوگوں سے ایسی بنیاد پر جمو کہ کہنے میں کوئی دشمنی نہ ہوگی جو دونوں فریق کے لئے باعث ہوا اور جو اگر ایک طرف مسلمانوں کا پورا پورا اقلہ کرتا ہو تو دوسری طرف ملک کے عام مفاد کے بھی مطابق ہو۔

مسلمان بزدل نہیں

غواب زادہ نے حسب دستور اپنے آتن سے بھی چار قدم آگے رہنے کی کوشش کی ہے وہ اگر کسی کو یہ بات یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اس سے یہ غفلت حاصل کی ہے وہ خلاف فک کی تحریک کے زمانہ کی سطر بائیں کی زمین منت ہے۔ اگر اس بات سے انکار کر لیا گیا ہے کہ ان کے ام ہندوستان کی آزادی کی تحریک کے دفتر میں سنہری حریت سے تحریر رہیں گے لیکن مسٹر جناح اللہ غواب زادہ یا ان کے کابینہ کے کسی پتہ میں نہ لگنا۔ اگر اب میں ان لوگوں کی یاد کو کھاجاں گے تو صرف اس حیثیت سے کہ وہ ہندوستانوں کے کارواں آزادی کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ یہ نہ نہیں ان کو برطانوی حکومت کا آرکا کر نیال کر لیں ان کو انگریزوں کا چٹو کھا جائے گا چاہے کہ شہریت انھوں نے جان بوجھ کر اختیار کی ہو یا انھوں نے اس کے اہل ہند کے جذبات حریت کا قائل قرار دیا جائے۔ غلاب زادہ نے اس بات پر پندور یہاں کہ مسلمانوں سے شہریت کی تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ اگر انھوں نے یہی مسلمان کہا ہوتا تو میں ان کا تار اگر میں بھی یقین رکھتا ہوں غواب زادہ رکھتے ہیں تو مجھے خود کہ مسلمان کہتے ہیں شرم آتی۔ مگر جب مسلم ہے کہ مسلمان بزدل نہیں ہیں جیسا کہ غواب زادہ صاحب ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ انھوں نے شہریت کی تحریک میں صرف موجود سے بڑی تعداد میں حصہ نہیں لیا کہ وہ مسلم لیگ کی خلاقیات کا شکار ہیں۔ اگر نوایاں صاحب اس کا فائدہ لے کر جاتا ہے تو انکو محسوس عطا کر دے۔ یہاں کہ ان کا اللہ ان سے اتفاق رائے کرنے والوں کا بہت شکوہ ہوتا چاہئے۔

لیکن عام مسلمانوں کو بہت جلد محسوس ہو جائے گا کہ وہ چیز بران کو مستحق تکمیل قرار دیا جا رہا ہے وہ ان کے لئے باعث شرم ہے۔ اسکے بعد غواب زادہ صاحب نے موجودہ انتخابات کی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قانون ساز اسمبلی میں ہندوستان کا آئندہ دستور حکومت رتبہ کہے گی اس سے صرف پاکستان پر مقید رہنے والے یہی ہیں اس میں جانے چاہئیں۔

یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ پاکستان کے معاملہ کو ہندوستان کے معاملہ کیوں بتایا جا رہا ہے۔ مگر پاکستان قائم بھی ہوا تو وہ صرف پنجاب اور بنگال میں ہوگا۔ پھر ایسے مطالبے کی ترتیب کا کام ان علاقوں کے مسلمانوں یا تمام آبادی پر ہی کرے نہ چھوڑ دیا جائے۔ میرا علم تو یہ ہے کہ ان لوگوں اور دوسرے پاکستانی لوگوں کے مسلمان پاکستان سے کچھ زیادہ دہشت نہیں کہتے ہیں ان کو اپنے صوبوں کی اس حالت معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ

آج کا اعلان ————— اوکل کا عنوان

مہرہ کچر نہایت فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہترا پروڈکشن کی شاندار پیشکش



کے حقوق تقسیم برائے شمالی ہندوستان حاصل کر لئے ہیں

ڈانڈ کش مہورکٹ سنڈریٹ ٹیکسٹ گئے ڈی - این - مہوکت امر ناتھ شکر مہتہ اشاپورے - اجمل - ریش - اوم پرکاش اداکاران :- ارشاد - بھاگ سنگھ ودیگر

جہاں کی کہہ :- مہرہ کچر - مہرہ سنیشن بیڈن روڈ - لاہور

Evolution OF PACKAGING IN INDIA



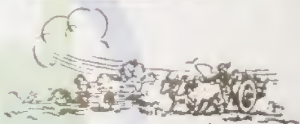
in Cloth



in Paper Cones



in boxes and bags



"OLD ORDER CHANGETH YIELDING PLACE TO NEW" is as true in the case of packaging as in anything else.

The days when people carried their purchases in loose ends of sarees and dhoties are passed. Unhygienic, inconvenient and often soiled newspaper wrapping is fast disappearing.

To-day hygienic, attractive and convenient Kraft paper and board packaging is replacing these old methods.

Kraft paper and boards are hygienic, eye-appealing and durable. They are manufactured in plain and water proof variety and boards are also available in different weights and colours. They retain their shape inspite of rough handling and fold easily without cracking.

ORIENT Paper MILLS LTD.

Managing Agents **BIRLA BROS LTD.**
8, ROYAL EXCHANGE PLACE, CALCUTTA.

تباہ کن نطفے اور جمعیۃ علماء ہند کا صراطِ مستقیم

از مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

تسبیہ سیاست - صرف فلسفہ نہیں - سیاست کا بیشتر حصہ - حال اور ماضی کے واقعات سے مرتب ہوتا ہے - بعضی دول و ممالک دنیا در دروازہ انگریز تقریریں - جو موجودہ ماحول - اور ماضی قریب کے واقعات کی حقیقتوں سے بیروہ آئندہ نہ ہوں قریب نظر سے لڑتا ہے جسے فلسفہ نامہ قذات کی دشمنی تشنہ لبوں کو صحت دیا کا دھوکا دیتی ہے - حالانکہ وہاں تشنگی اور بھاک کے سوا سیرالی کا نام و نشان بھی نہیں اسلامی ہندوستان کی فضا آج غمزدہ پاکستان سے گونجی ہوئی ہے اور فرقہ وارانہ ذہنیت نے جس کی پرورش برطانوی سامراج کی فرقہ ڈاؤ اور حکومت کردہ والی پالیسی تقریباً دو سو برس پہلے ہی ہے - جب باقی فضا کے لئے اس غمزدہ کو انتہا درمیدر بخش اور جاذب بنا دیا ہے - ایک نہایت خوش کن اور دفریب نئی ہے کہ

”ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں - اس قوم کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی مستقل مرکز ہو -“

استقلال مرکز کا خواب کتنا غریب ہے کاش کہ اس کی تعبیر بھی اتنی ہی شیریں ہو - مگر طاقت برعائیدگی سامراجی پالیسی جو اپنے نوآبادی بنجوں میں ہندوستان کو دبائے ہوئے ہے اور ظلم زندہ کو مرہ لاش بنا دیا ہے - اور وہ خون کے آنسو رلانے والے واقعات جو اس سامراجی پالیسی کے تحت ہندوستان اور میروں ہند میں رونما ہو چکے ہیں اور جن کی نمک پاشی جماعت ہائے مسلم پر شب و روز ہو رہی ہے - وہ ہیں اس اعلان پر مجبور کر رہی ہے کہ استقلال قوم کا خواب - خواب پریشان ہے - یہ ہنر باغ - دنیا بھر کی گندگیوں سے بھرا ہوا ہے -

یہ ایک نایک دلیل ہے مگر مسلمان اس میں پس گئے تو فریاد و دہشت تک خود کی عمل کی حرکت نہ پڑے - میں گئے درد و دوسروں کو بھی سامراجی بوجھ سہمیں نہ پائیں گے - انیسویں مسلمان کس قدر زود فزاوش و زور - اُسے یاد نہیں کہ صرف تیس سال پہلے سابق جنگ جرنی کے زمانہ میں استقلال اور استقلال کے کامی سببوں کو چھوڑا گیا تھا - فرقہ صوفیہ کے وہاں اپنی اغراض مشورہ کے بوجہ قوم کا مصداق کو قرار دیا گیا تھا اور ہندوستان میں قوم کا مارہ برب گردنا بنا رہا ہے - کرن داس کی رسوا عالم شخصیت کیا مراموش جوئی جس نے انتہائی فصاحت و بلاغت سے پیش کیا

کے دوسرے لشکر۔ آج وہی سن ستر چار ہندوستان کے جوئے پہلے مسلمانوں کو یادگار ہے ہیں۔ ہندوستان کے ایک نامور مورخ جی۔ اے۔ فیروز
اس واقعہ کے حوالے سے ایک ہیڈ لائن کے شکل میں شائع کیا گیا ہے کہ ستر چار ہندوستان کے کرنل لائسنس میں عرب
سے عرب فوجیوں کی آراء پاکستان فوج سے زیادہ مل اور ملن وقوع تھی۔ اور عید میں ہو سکتی تھی وہ تمام ملک جو عرب فوجیوں کے ماتحت ہوتے
ایک دوسرے سے تعلق ہیں۔ ان کے درمیان عجب اور جنگل میں بعد از مشرق نہیں ہے۔ ان میں ایک زبان ایک عربی رنگ ایک
یہ قدرتی الجیدہ جو حضرت ہندوستان پاکستان میں ظاہر فرماتے ہیں وہاں بھی موجود ہے کہ ان تمام ملک میں عربوں کی کثرت ہے۔ علامہ ابن ہندو
کی طرح عرب جڑیں اور وہ نہ مالتس حامی کے پروردہ نہ تھے۔

دولِ ہندو۔ افسر اور جہانگیر اور دوسرے کی باجی رعایت سے فائدہ اٹھانے کے بھی کافی امکانات موجود تھے۔ ایران اور ہندوستان
بینی ترکستان کے تعلق سے وہ تمام امکانات موجود تھے جو پاکستانی خواب کے منوں آج بلند ہو گئے ہیں۔ یہ سچے سچے جو تجربہ ہوا اُس کے
یہ عالم چھٹیس سال سے انھیں کھوئے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ گریہ و بکا۔ زود و نام۔ اور کھانوں کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ کیا اسی کا نام استقلال
اور استقلالِ قوم ہے۔

کیا ہی مرکز مستقل سے قوی محرکات و ملائم ذریعہ پائیس ہے۔ فلسطین۔ دمشق۔ حرق۔ شام۔ حضرموت۔ لبنان وغیرہ وغیرہ سلامی ملک کے سلم
باشندوں واجب الاحترام اسلامی بھائیوں عزیز دوستوں اور اخوازم آباد کے مجبور و کمزیر فرزندوں کی آہیں کیا ہندی مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ کر
اُن کی خیمِ غربت کے پردے نہیں اٹھا سکتیں پھر یہ اتفاق امر باوقی پائیس نہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے اور واقعات اعلان کر رہے ہیں کہ تعمیر کردہ اور محنت
کردہ کی پائیس۔ ہر ایک سامراج اور بالخصوص برطانیہ کی قدیم اور مستقل پائیس ہے۔ کیا ملک مصر کو وہ حصوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ اور مصر کو اندرونِ ابد
سوڈان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ بند کر کے مصر کی طاقت کو دبا رہا نہیں کر دیا گیا۔ آنسوئیں میں نہ ہی جھگڑے پیدا کیے اُس کی غلامی کو دبا کر رکھ کر کش
کی گئی۔ اور جب ایک حتمی کے پناہ فراہم کرنے نے برطانوی سامراج کا ناقصہ بند کر دیا تو "اسٹریٹ" کا ایک پاکستان بنا کر ملک کے باقی حصہ کو آزاد کر دیا گیا
آریستان کا یہ پاکستان آج تک انگریزی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ بند ہے۔ سلطنت عثمانیہ کی تاریخ پر مبنی۔ اور پکا نقشہ سامنے رکھ کر آپ کو وہ جہاں پاکستان
نظر آئیں گے۔ اُن میں وہ پاکستان بھی ہیں جو سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنے کے لئے قائم کئے گئے۔ سلطنت عثمانیہ جو کئی کئی گیارہ پاکستانوں سے بھی سامراجی
اغراض کے تحت استبداد سے نجات پائی۔ اور پکے نقشہ میں۔ اسٹونیا۔ لیتھوانیا۔ پولینڈ۔ چیکوسلاویا وغیرہ بہت سے پاکستان آپ کو نظر آئیں گے مگر کیا
اُن پاکستانوں میں سے کسی کے تعلق بھی یہ دم کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی قوم کے لئے مستقل مرکز ہے جہاں سے اُس کے قومی عزائم اور قومی محرکات
نروغیاہ سکتے ہیں۔ مگر خارج اس حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سال یوکرین کے نائنڈہ کو اغزو دیتے ہوئے اُنھوں نے پاکستان کی موجودہ حیثیت
کو مٹھ کر اُس حیثیت سے تشبیہ دی تھی جو مشرق وسطیٰ کے سامنے اُس کو حاصل ہے۔

(ملاحظہ ہو۔ مینڈر مارچ ۱۹۴۷ء اور ہندوستان ۱۹۴۷ء اور ممبر مشرق وسطیٰ ۱۹۴۷ء)

بہر حال مصر میں داخل آزادی وقت تک باقی رہی ہے کہ سامراج کے اغراض سے متصادم نہ ہو یہ توقع رکھنا کہ قومی عزائم اور
قومی محرکات اُس کے ذریعہ سے فروغ پائیں گے۔ آرزوئے بے امنی اور خیالِ باطل نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن اور شاہین کے عقلمند بھی کوئی نہ ہو جس
کے اُس ایمان کش فلسفہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس کی بنا پر عقیدہ ہے۔ جس کی طاقت (خدا) کا انکار۔ اور عقیدہ تقدیر سے بغاوت وہاں گزیرے

نکلے کے بعد جب ہندوؤں سے یابیوں جو گئے تو اب مسلمانوں کو دام آزدیری میں شکار کرنے کے لئے مسلم لیگیں داخل ہو رہے ہیں۔ استقلال قوم کا غرور ان کی زبان سے بھی بند ہو رہا ہے مگر کیا اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے کہ روس اور برطانیہ کی آویزش کا میدان ایران کے جلے یہ پاکستان ہو جائے جو ہندوستان کے شمال مغرب میں قائم ہو۔ جوئے اسلام کے ایک لیڈر نے اپنے ایک بیان میں ارشاد فرمایا تھا کہ کیونہم کی روک تھام کے لئے نظریہ پاکستان کی حمایت ضروری ہے۔ مگر کیا روک تھام کی بھی صورت ہوگی کہ اودھیں غموں کی نایب اور تقویت کی جگہ سے من کو سیاسی چال کے تحت کیونہوں نے اختیار کیا ہے۔ ہندوستان میں صرف ایک ہی جماعت کیونہم کا مقابلہ کر سکتی ہے اور وہ انڈین نیشنل کانگریس ہے۔ اور سرکار منشی باجپے کے ہندو ہیں۔ مگر ان کی اپنے عقیدہ کے موجب خدا پرستی سے یہ فائدہ ہوا کہ ہندو قوم کیونہم کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئی۔ مگر انہوں نے استقلال قوم کا دعویٰ کوئی دالے ناراضہ طور پر کیونہم کو مسلمانوں میں پھیلا ہے۔ یہ صورت حال یقیناً خاطر برطانیہ کے لئے بھی پریشان کن ہے۔ مگر بظاہر درست اُس کے سامنے صرف یہ ہے کہ روس کو ہندو مسلمانوں کو اپنا حامی بنا کر۔ ہندوستان خالی کر دو کی آواز کو کسی صورت سے دبا دیا جاوے۔ خواہ اُس کے نتیجہ وہی ہو جو جوش کی شکست کے بعد اُس کو دکھنا پڑ رہا ہے۔ بہر حال یہ استقلال قوم کا خارجی پہلو اور برطانیہ کی وہ سامراجی پالیسی جس کا سنگ بنیہ دوسرے ممالک دیکھ رہے ہیں لیکن اگر مستقل مرکز کے بھن کو پاک کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مستقل مرکز غیر مسلم اقوام کا تابع نہیں اور ان کی ضرورت میں پامال ہونے والا ایک گنہگار اس سلسلہ میں عمر اکرم عبداللطیف صاحب کا بیان درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ جو ترجمہ خود پاکستان کے صنعت اول ہیں۔ اور آپ اس بنا پر کوشش فرمائی ہے اپنی بڑی ناقابل تلافی سیاسی نظری اور بے عمل ہندو اور ہٹ کے باعث ہندو مسلم مقامیت۔ اور انگریز کو ہندوستان سے باہر نکال دینے کا بہترین موقع کھو دیا ہے وہ پاکستان تحریک کے صف مقابل میں ہیں۔ آپ نے مدراس یونیورسٹی میں ایک انٹیمی ٹوش کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”اگر پاکستان میں شمال مغربی۔ اور شمالی۔ مشرقی ہندوستان کے صرف وہی علاقے شامل ہوں جہاں مسلمان بولی اکثریت میں ہیں۔ مثلاً لاہور مغرب اور جنوب کا علاقہ اور مشرقی بنگال تو قریباً راست کا تمام اسلامی طرز کا ہو سکتا ہے اور وہاں کی اقلیتوں کو مناسب مراعات اور تحفظات دیکر وہاں کا آئین اسلامی بنیادوں پر بنایا جاسکتا ہے۔ (لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں پاکستان چند غیر ترقی یافتہ شہروں کا امام ہوگا جس کی حیثیت موجودہ آزاد علاقہ سے زائد نہ ہوگی) لیکن اُس کے برخلاف پیدا کر پہلے سال گاندھی جی جات مراہٹ کے دوران میں ہجرت کر گیا۔ اگر پاکستان کے سوسے اپنی موجودہ شکل میں شامل کئے جاتے ہیں یعنی پورے پنجاب اور پورے بنگال اور تمام پاکستان کی مسلم اکثریت محض برائے نام رہ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی اسلامی حکومت قائم نہیں کی جاسکتی۔ وہاں کی حکومت میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تناسب ۶ اور ۴ کا ہوگا۔ بلکہ اگر مشرقی پنجاب کی اس منطقہ کا اطلاق جس کی بنا پر انھوں نے ہندوستان کی مرکزی ماضی حکومت میں براہ کی غلامی کا شعار کیا تھا۔ اُس پاکستان پر بھی کیا جائے تو پاکستان کی حکومت میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی نمائندگی برابر ہوگی۔“

(ہندوستان انٹرنیٹ فورم، ۱ نومبر ۱۹۹۷ء)

یہ پالیسی بعد کی نسبت اُس نڈیشن میں ہوگی جو مسلم اکثریت کے موبوں سے ترتیب دیا جائے گا جو کوئی حکومتیں ہیں یہ خدا اور مری بڑے

مابقی کو کہ اجاڑ مشہور ہو کر ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے شائع کردہ اعلان کے بموجب بنگال میں غیر مسلم آبادی ۴۰ فیصدی ہے اور پنجاب میں ۲۰ فیصدی اور آسام میں ۱۰ فیصدی۔ سرحد - سندھ - بلوچستان میں اگرچہ غیر مسلم آبادی ۱۰ فیصدی سے ۲۰ فیصدی تک ہے مگر ان میں مسلمانوں کی کل مسلم آبادی چوتھہ لاکھ چھتیس ہزار ۵۱۰۰۰ ہوتی ہے۔ یہ مجموعی تعداد پنجاب بنگال اور آسام کی تقریباً دس گروڑ آبادی میں شامل ہو کر مسلمانوں کی تعداد کو زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ فیصدی تک پہنچا سکتی ہے۔ یہ چالیس فیصدی کی اقلیت کسی وقت اور کسی صورت میں بھی غلامانہ نہیں ہو سکتی۔ اور جبکہ دولت لداخ و سیالکوٹ میں یہ تعداد مسلمانوں سے بدیہا فائق ہو تو اس پاکستان کو اقتصادی طور پر اپنی مرضی کا تابع بنائے رکھے گی۔ اور سیاسی لحاظ سے بھی اس پر حکومت پاکستان کے اصول سے لے کر گریز اور کجانت جاوید ہمشہدینا اگر ضرورتی نہیں تو اور کیا ہے۔

اندرون ہندوستان کی سامراج پالیسی
 برطانیہ کی بیرون ہند پالیسی کے مطالعہ کے بعد اس کی وہ پالیسی میں خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہے جسکو وہ اندرون ہند اختیار کے ہوئے اب اور جس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ استعمالی مرکز - یا دو قوموں کے اندر ایک ہے مسلمانوں کے رجحانات و جذبات کی تیسرے ہو کر وہ مسلمانوں کے ذہن اور ایمانی پیداوار نہیں اور حقیقت میں وہ برطانیہ کی غلامانہ اور غرقہ گیر پالیسی کی ایک ترقی یافتہ نسل ہے۔ یہ حقیقت حراں ہو چکی ہے کہ برطانوی سامراج کا سنگ بنیاد دوجہزیں ہیں۔ (۱) ہندوستان اور (۲) ہندی قومیت کا فقدان۔ پروفیسر سیٹلے نے لکھا تھا۔

اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا تصور جذبہ ملی پیدا ہو جائے اور اس میں انہیوں کے کھانے کی کوئی عمل درمیان نہ بھی ہو۔ بلکہ صرف اس قدر احساس مام ہو جائے کہ انہی قومیت سے اتحاد ملی ہندوستان اور اس کے لئے شہرناک سے تو اسی وقت شہنشاہیت کا فائدہ ہوتا ہے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور ہم نے اس فائدہ کو اسی طرح کر کے نہیں۔ اگر اس طرح کی حکومت کوئی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برا ہو جائیں گے۔
 (اکسپینشن آف انگریز قومیت صفحہ ۱۸)

سرطان مینڈرڈ نے ایک اخبار میں لکھا تھا۔

ہندوستان میں فائدہ بنگالی کی طرف رجحان موجود ہے جس کا ایک نمونہ ہندو مسلم فساد ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ یہ رجحان نہ ہوتا تو ہندو قومیت نہ قائم ہو سکتی نہ برقرار رہ سکتی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ہندو مسلمانوں کے مابین عام مخالفت برطانیہ کے عہد میں شروع ہوئی۔ برطانیہ سے پہلے بھی ظالم مسلمان گزشتہ میں جنہوں نے کبھی غیر مسلمین پر جزیہ لگایا اور کبھی گائے نہ بچا کر بے رحمی سے بھجوا کر دھوئیں سرائیں دیں لیکن یہ واقعات گاہے گاہے پیش آتے تھے جسے خبر ظلم کا پس کھینے سے پہلے عوام میں مذہبی اتراک کا احساس نہ تھا۔ اور خواہ ہندو ہوں یا مسلمان دونوں ایک ہی عہد میں معروض پرستش رہتے تھے۔
 (ماخوذ از ان ایس ایٹیا صفحہ ۴۳)

تفرقہ انگیزی
 لارڈ آفٹن۔ گورنر بمبئی نے ۱۹۰۵ء میں تحریر کیا تھا اتفاق حال کہ حکومت کے کارروائیوں کا اصول تھا۔ اور یہی اصول ہمارا بھی ہونا چاہئے۔ (ان ایس ایٹیا) ایک اور انگریزی اخبار کار نے جس کے لئے لارڈ میں لکھا تھا ہندوستان میں ہادی حکومت کے ہر شعبہ خواہ وہ عوامی تعلقات سے واسطہ رکھتا ہو یا عدالتی اور عدالتی نظم و نسق سے یہ اصول ہمیشہ نظر رکھا جائے کہ تفرقہ ڈال دو۔ اور دیکھ کر ان کو حکومت و عدالت

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱

تحدہ قومیت کی تحریک کے سبب اس بنو کو تسلیم کر سکتا ہے جو ملک کے لئے آزادی اور خلیات حاصل کرے ہیں اور ہندوستان کے ماضی
ساکل میں کرے ہیں ماحول ہو۔ لیکن وہ اسے اس طرح قبول نہیں کر سکتا کہ وہی قومی سنی کو ہندوستان کی تحدہ قومیت میں ضم کر دے۔ وہیں اور وہی کا
ہمت جا کر وہ ان کی پرستش نہیں کر سکتا۔ یا وہ ان کو آزاد کرے اور وہی کے مسلک کو مل کرے کسی سے بھیجے رہنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن ایسی تحدہ قومیت
میں میں اس کافی وجود اس کا ماضی تصور زندگی۔ اس کی مخصوص تاریخی روایات اُنکے معنی میں بنی بنیاد۔ اور سیاسی حقوق فراہم ہوں۔ اس کے لئے
کبھی قابل قبول نہیں۔ تاہم مسلمانوں کے لئے اس میں صاف ہے۔ لے صفحہ ۵۰ صفحہ ۵۱ سے صاف ہے کہ اس کے بعد ہندو قومیت کے متعلق
حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الاسلام نے اعلیٰ اعلیٰ اپنے رسالہ تحدہ قومیت اور اسلام میں تحریر
فرماتے ہیں۔ ہندوستان میں سکونت کرے والی قومیں اور افراد بحیثیت مسکن و مہم بہت سی ایسی چیزوں میں مشترک ہیں جن کو موجودہ پردیسی حکومت نے اپنی
اغراض کے تحت پامال کر دیا ہے۔ اور ہندوستان کے باشندوں کی زندگی بگڑ گئی ہے۔ چونکہ ان مشترک سعادت کے فلاح جو سب سے سب فنا
ہو چکے ہیں۔ اس لئے تمام ہندوستانی متفق ہو کر ان فلاح شدہ حقوق کو حاصل کریں۔ اور اس پردیسی قوم کے جوئے کو اپنے کھوں اور گردنوں سے
آویں لگیں۔ ان کے لئے تحدہ جہد و جدوجہد ہو۔ اور تمام ہندوستانیوں کے مل کر اور مشترک سعادت کے لئے ترقی کی راہ کھل جائے۔ یہ مقصد تحدہ قومیت
سے ہے۔ اے صفحہ ۵۱ زیر عنوان۔ ہندوستان کے لئے یہ عمل اس کے بعد زیر عنوان قومیت کے مجوزہ کئے۔ تحریر فرماتے ہیں۔ ہمارا اہم مقصد تحدہ قومیت
سے اس جگہ وہی تحدہ قومیت ہے۔ جس کی بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں ڈالی تھی۔ ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب
متعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور متحدہ وطن ہونے کے ایک قوم ہوں۔ اور اس پردیسی قوم سے جو کہ وہی اور مشترک سعادت کے محرم کٹی ہوئی
گونا گورہی ہے۔ جنگ کر کے اپنے حقوق کو حاصل کریں اور اس ظالم و سب و رحم قوت کو کھال کھال کی زنجیروں کو توڑ دو۔ اور اس پردیسی قوم سے
کسی مذہبی امر میں تعرض نہ کرے بلکہ تمام ہندوستان کی بسنے والی قومیں اپنے مذہبی اقتادات۔ اخلاق۔ اعمال میں آزاد ہیں اپنے مذہبی دھرم و رواج۔
مذہبی اعمال۔ اخلاق آزادی کے ساتھ مل میں لائیں اور جہاں تک ان کا مذہب اجازت دیتا ہو۔ امن و امان قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی نشرو اشاعت
کے لئے ہوں۔ اپنے اپنے پیش لاء۔ کچھ جذبہ کو محفوظ رکھیں نہ کوئی اقلیت دوسری اقلیتوں اور اکثریت سے ان امور میں دست درگیاں نہ
کثرت اس کی جدوجہد کرے کہ وہ اقلیتوں کو اپنے اندر ضم کرے (تحدہ قومیت صفحہ ۵۱)۔

مشرعہ العزیز اور مولانا حسین احمد صاحب کے ارشادات کے مطالعہ کے بعد آپ یہی تسلیم کریں کہ قول کے لئے عمل کتنا سے لے کر دارالامد
مزدوری ہے ارشاد ربانی ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا تعقوبون ما لا تعقوبون۔ کیونکہ عند اللہ ان تقولوا لا تعقوبون۔ (ترجمہ)
اے ایمان والو کہو وہ باتیں کہتے ہو جو کہنے نہیں اللہ کے نزدیک۔ بات بہت زیادہ سختی غائب ہے کہ تم وہ بات کہو جو کہ نہیں۔ مگر عبد العزیز نے
لوہک کے پلٹ نام پر کہا اس کا کوئی عمل ثبوت نہیں دیا۔ اور حضرت شیخ الاسلام اور آپ کی جماعت کا برم ہی ہے کہ وہ جو کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ
کہہ دے (والحمد للہ علی ذلک) کیسے مگر عبد العزیز اور ان کی ہدی جماعت سے بددھم کی آزادی کے لئے کسی کوئی قدم اٹھایا ہے۔ کوئی ہیش
کی۔ روٹی کا مسئلہ کہنے کے لئے کوئی اقدام کیا۔ جیتے ملائے ہند اور اس کے صدر محرم کا جرم ہی ہے۔ کہ انہوں نے محقق شریعت کے ساتھ ایک
نوع کے لئے بھی یہ گوارا نہیں کیا کہ مسلمان روٹی کا مسئلہ کہنے میں کسی سے پیچھے رہیں۔ یا کسی سے پیچھے رہیں۔ اس کی تاریخ ماضی شاید ہے کہ ہر ایک
نوع پر اور ہر ایک صورت حال پر قرآن و احادیث فقہ کی روٹی میں اس سے کس طرح پروردہ فرض کرنے کے بعد ایک لمحہ عمل مشرب کیا اور ہر آثار و قرآنی

اور اعلیٰ الشہ کا نشانہ لگا کر ان کو دیکر راہ نوری شروع کر دی البتہ یہ خصوصیت صرف مسلم لیگ کے لئے مخصوص ہے کہ ہندوؤں کے مظالم کا غریب کر
 عوام کے جذبات میں حرکت پیدا کی اور جب انکی اجلاس پٹنہ کے سونے پر عوام کے متحرک جذبات نے علی الاطلاق کا مطالبہ کیا تو ایک تجویز کے ذریعہ جو
 ایکشن اور عملی تدابیر کا مجلس عاملہ کو اختیار دیا۔ اس کے بعد آج تک کانگریس مظالم کا شور مارتی ہے۔ مگر جو یہ کہ منہج بھی نیک بلکہ دس کے راجس
 نہ رہا ہوگا۔ اس کے اسواوہ جماعت میں کار و زو شب اچھا راستہ اور اتباع شریعت میں صرف ہوتا ہو۔ جس کا وہ اسی بحث موضوع یہ ہو کر دس ماضی
 سنت کے مطابق اور شریعت کے موافق ہے۔ کونسا مخالف جو ہر ایک دم کو اور معاشرت کے ہر ایک روح کو شریعت کے اس کے اصول پر پکے کی مادی پر
 ہو کر اور تہذیب کے باب میں ہر ایک جدت سے علا اور متفق ہو۔ اور قدامت پسندی کی یہاں تک مادی ہو کر دنیاویست اور تنگ نظری کا انتخاب
 اُنیں دعویداران قطع کچھ کر باب سے دیا جاتا ہو۔

اُس سے متعلقہ وقت۔ اچھا راستہ۔ اتباع شریعت کے عقائد کے سے تمام ہندوستان میں انہوں اور جاس کا مال پھیلا رکھا ہو۔ ہر ایک منفع
 میں وہ درگاہیں قائم کر دیں۔ جو سالانہ اسلام کو نہ صرف یہ کہ پابند شریعت بنائیں۔ بلکہ انکی وضع قطع اُن کے مذاق اور اُن کے تمام جذبات کو
 شریعت عوام کے سامنے میں وصال دیں۔ ایسی جماعت کے متعلق کوئی اعلان پسند کبھی میں یہ نصرت نہیں کر سکتا کہ وہ ایسی متحدہ قوت کی خواہش ہوگی ہے
 جس سے سرحد فریضے بڑی کی اطلاع کیا ہے۔ بجا نیک کانگریسی وزارت کے دور میں ہندوؤں کا رواج عالم ہر ایک شروع کی گئی۔ تو کیا یہی ہوتا ہے کہ
 صاحب اور اُن کے عقائد متفقہ ہوں نے اس معاملہ کی عزت و حرمت کے لئے سخت ترین قوانین پیش کیں۔ ورنہ ہندو دیکھ۔ دادو علی کی حکم
 صوبہ باریس اوقات پر حاصل لگائے جاسے کی ایک دفعہ وغیرہ کے متعلق جو فتاویٰ اتمام دیں اُن کا ذکر ہوگا ہے (درالرحمۃ العدا کیا ہے) میں اُن کی حق
 کیفیت بیان کی گئی۔ علاوہ اگر شریعت بل۔ فاضل اور مسلم فاضل کو تو فو ریل میران اسلی مستور نہ کر لے تو آج تمام ہندوستان میں ایک اسلی نظام مرتب
 ہو جاتا جو محکم شریعہ اور دارا القضاء وغیرہ کے تمام سنگ بنیاد کی کیفیت رکھتا۔ اور گلام سدا کے سلسلہ میں بن جو ہر حضرات کا اظہار کیا جا رہا ہے اُن
 سب کا سبب ہو جاتا مگر انہوں جیسے علماء کی ان تمام خدمات کے باوجود وہ بطرح قابل ملن ہے۔ اور مسلم لیگ ان تمام بد اعمالیوں کے باوجود حق
 تھیں۔ بہر حال حضرت شیخ الاسلام علیہ السلام نے اعلیٰ میں متحدہ قوت کو پسند فرماتے ہیں وہ ایسی متحدہ قوت ہے۔ جو قائم اور زما ایک کے نزدیک بھی
 جائز اور درست ہے۔ اور اتحاد قوت کا جو یہ خطرناک ہے۔ اُس سے نہ صرف اجتناب و احتیاط کا دعویٰ ہے بلکہ اُس کے متعلق قابل اطمینان شخص۔
 اور تجربہ شدہ وجہ جاری ہے۔ ہم دہلی میں کوشش الارادہ مولانا محمد علی صاحب جوہر (شیخ الاسلام کے رفیق زندانی کراچی) اور جیسے دست کی
 عزیمت مرتب کرتے ہیں۔ جو آپ نے رائے جمیل کانفرنس میں ارشاد فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا ایک فہم مسلمانوں کی پوزیشن کے متعلق کیا جانتا ہوں۔
 مذہب میرے خیال کے مطابق حیات انسان کی تشریح کا نام ہے۔ میرے پاس ایک قدح ہے ایک مضابطہ اخلاق ہے۔ زندگی کا ایک نظریہ ہے۔ اور
 حیات اجتماعی کے لئے کل نظام ہے جس کو اسلام کہتے ہیں۔ خدا نے ہر فرد کے مکمل کے سامنے میں اول مسلمان ہوں۔ دوم مسلمان ہوں اور آخر مسلمان ہوں
 اور سوائے مسلمان کچھ نہیں ہوں۔ اگر ترجمہ سے اپنی قوم اور اپنی سلطنت میں اس نظام اس مضابطہ اخلاق اور اس شریعت کو جو ذکر کر رہے ہو کہ کوئی
 تو میں اس کے لئے تیار نہ ہوں گا۔ میرا پہلا فرض ہے اپنے خالق کی جانب سے جو مجھ پر مائدہ ہوا ہے۔ اور میری ذمہ داری کا خیال ہے۔ اور علی تک
 اس فرض کا اطلاق ہے۔ اُن کو پہلے ہندو بنانا ہے۔ اور پھر پہلے مسلمان لیکن جو اس کو ہندوستان سے ملن ہے۔ میں اول ہندوستانی ہوں۔ دوم
 ہندوستانی ہوں۔ اور آخر ہندوستانی ہوں۔ اور ہندوستانی کے سوا کچھ نہیں ہیں ان ساری الماسخت دائروں سے ملن رکھنا ہوں جس کے وہ مرکز کو

ایک ہندوستانی دوسری دنیا اسلام

۱۵۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۲ء فروری

سر محمد علی جناح صاحب کو یہ برقی دماغ اور یہ لطافت طبع تو کہاں نصیب تاہم قیادت عملی کے مانتی تائیں سے جیتر ستارے کے نشان کھنٹو
جے جے اپنے حق کی تعریف کئے جیسے اپنے خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا تھا جو کوئی دلیل نسل و رنگ سے متعلق کو عملی لغویہ اس حقیقت کو ہنسی
سائنس کے فلسفہ کی نگاہ سے اُبھل نہیں کر سکتا۔ ہندوستانی ہم سب کی پہلی اور آخری منزل ہے۔ ۱۵۸۱ء تا ۱۹۶۲ء مسلمانوں کے ساتھ صدارت (۱)
جناح صاحب کھنٹو۔

دو قوموں کا نظریہ

(TWO NATION THEORY)

موضوع بحث

مذکورہ بالا تین مقال کے مصنف جمیعہ علماء ہند کے ایک ذمہ دار رکن کا بیان مدینہ کے حوالہ سے درج کرتے ہیں جس سے پتا
چلا کہ اسلام آباد کا نظریہ بھی واضح ہو جائیگا نیز موضوع بحث کے سین کسے میں ہوتی ہوگی۔ بار بار قوم پرست مسلمانوں کو مہین
دیا جا رہا ہے کہ وہ دو قوم کی تیوری کے مخالف ہیں۔ حالانکہ اگر عدل و انصاف کے پیمانہ کو ہاتھ سے نہ رکھ دیا جادے تو یہ بات نظر آتا ہے کہ کلمہ ہنگ
اور اُس کے قائد اعظم اور ان کی باتوں پر چین اعتماد رکھنے والے حضرات یہ غلط پروگنڈہ صرف اس لئے کیا تاکہ مسلمانوں کو مذہب کے نام پر تو کٹان
مڑا کر اپنے سیاسی اقتدار کو کمزور کیا جاسکے ورنہ تو برقی صاحب (ابو سعید صاحب بڑی سابق ایڈیٹر اخبار مدینہ منورہ) خود اس کے لئے ناہم عدل ہیں کہ
کانگریسی دور میں بڑی صاحب نے جب مولانا آزاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بعض شکوک و شبہات کو عرض کیا تھا تو اس سلسلہ میں قیامت بخدا
سلسلہ بھی آیا تھا۔ اور مولانا نے اظہارِ حال سے فرمایا تھا کہ اس سلسلہ میں تو دو درمیں ہوتی ہیں کہ مسلمان اور ہندو ملتان کو چھوڑ کر اقلیت دو ملک بنا
تویں ہیں۔ اور میں گی۔ لیکن اپنے ملک کو آزاد کرنے اور اپنی حکومت کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے جو فیصلے یا دفاعیہ فیصلے کانگریس
کی جانب سے بصورتِ پراس جنگ جاری ہے اس نقطہ نظر سے بلاشبہ ملک کے مختلف مذاہب اقوام سب ایک قوم ہیں۔ اور اس دفاعی
قیامت بخدا کو کانگریس قوم کہتی ہے۔ اور اگر وہ نہ سمجھے کہ تو آزادی خواہ مسلمان اس مسئلہ کی طرف ترقی ہی حقیقت سمجھتے ہیں۔

(مدینہ اخبار یکم فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۲)

اس تحریری بیان سے جو نہایت مستند ہے واضح ہو جاتا ہے کہ موضوع بحث یہ نہیں کہ مسلمان اور ہندو دو قوم ہیں۔ یا ایک قوم۔ بلکہ موضوع بحث
یہ ہے کہ (۱) آیا برطانوی سامراج کا پانچواں استبداد کو توڑنے اور دھڑکنے کے لئے۔ ہندو مسلمان ایک قوم کی طرح مشترکہ عہدہ جہد کر سکتے ہیں یا نہیں (۲)
یا ہندو مسلمان کو دو قوم قرار دے کر تقسیم ہندوستان کا مطالبہ مسلمانوں کے لئے مفید ہے یا ناہم کن۔ جہاں تک سوال کا تعلق ہے تو خود ہی حضرات کے
مذکورہ بالا اقوال اُس کے جواز اور اُس کی درستگی کی شہادت دینے کے لئے کافی ہیں۔ انہیں خیال کانگریس کی بنیاد پڑنے کے بعد سے آج تک سگڑوں
ملا اسکے قانون اس کے جواز کے متعلق بار بار شائع ہو چکے ہیں۔ ایک انصاف پسند کے لئے وہ بہت کافی ہیں۔ جہد عہدہ کی ضرورت نہیں۔ رہا
دوسرا مسئلہ یہ دو قوم قرار دے کر تقسیم ہند کا مطالبہ تو اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ تقسیم سے لیگ نے اس نظریہ کو اپنایا ہے۔
مگر وہ حقیقت مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہے۔

اس نظریہ کے موجب اسلام اور توہمات پر آمراؤں سے جو جاتا ہے۔ اسلام اور توہم کو ہم دشمنی اور مساوی اتے ہیں سب سے پہلے مذہبی جماعت یہ لازم آتی ہے کہ اعمال اور عقائد کا سوال قطعی طور پر جاتا ہے۔ اور لفظ اسلام لفظ ہندو کی طرح ایسا ہمہ گیر اور عام ہو جائے کہ اُس کی کوئی جامعیت اور تعریف نہیں رہ سکتی۔ سرسید نے سفر پنجاب میں ہندوؤں کو خطاب کرتے وقت فرمایا تھا "آپ سے جو لفظ پہنچنے لگتا ہے ہندو کا استعمال کیا ہے وہ بری دماغی سے درست نہیں کیونکہ ہندو دوسری رسلے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ ہر ایک شخص جو ہندوستان کا رہنے والا ہے اپنے آپ کو ہندو کہہ سکتا ہے۔ بس مجھے نہایت انصاف ہے کہ آپ مجھ کو مار جو دیکھیں ہندوستان کا رہنے والا ہوں ہندو نہیں سمجھتے۔"

سفر نامہ پنجاب سرسید ص ۳۵ (بحوالہ درویش مستقبل ص ۳۷) اسی طرح اسلام بھی اُن مخصوص عقائد کا نام رہے گا جو علاقہ کے نزدیک صحیح ہیں اور قرآن و سنت سے ثابت ہیں بلکہ ہر شخص جو مسلم گھرانے میں پیدا ہوا خواہ عقیدہ کچھ بھی رکھتا ہو اور خواہ وہ کچھ کھوٹوں کی طرح منکر خدا جو مسلم حقوق کا مالک ہوگا اور مسلم معاشرت کا مساوی حصہ ہوگا اور پھر اگر خدا خواستہ پاکستان بن گیا تو ہر پاکستانی مسلم کہلائے گا جس طرح سرسید کا مغرب تھا کہ ہر ہندوستان کو ہندو کہا جائے۔ ایسے ہی ہر پاکستانی مسلمان کہلائے گا۔ خواہ عقیدہ کچھ ہو باغداد دیگر ایک برہمن برہمن ہے۔ ایک کھتری کھتری ہے۔ ایک ویشی ویشی ہے۔ خواہ عقیدہ اور محل کچھ بھی ہو ایک جرس جرس ہے۔ ایک فرانسیسی فرانسیسی ہے کیونکہ جرس یا فرانسیسی نیشن سے تعلق رکھتا ہے عمل اور عقیدہ خواہ کچھ ہو اسی طرح جو مسلم نیشن سے تعلق رکھنے کا مسلم کہلائے گا خواہ عمل اور عقیدہ کچھ ہو۔ آج مسٹر جناح مفتی کی حیثیت اختیار کر کے مولانا امین احمد صاحب مدنی اور مولانا آزاد اور پاکستان کے مخالفین کو یہ ایمان کہہ رہے ہیں۔ مسٹر جناح کی یہ حیثیت اسی نتیجہ بدی جھلک ہے۔ پھر یہ ایک عجیب غلط ہے کہ ایک طرف یہ دعویٰ کہ اسلام خزانہ اور نسل کی تمام ہندوؤں کو توڑ کر ہمہ گیر اور عالمگیر مذہب ہے اور دوسری جانب اُس کو پاکستان کی جغرافیائی حدود میں محدود کر دیا جائیگا۔ یہ حد بندی تبلیغی نقطہ نظر سے بھی انتہا پر ہے کیونکہ اس صورت میں ہندو ہندوستان کے کسی ہندو یا مسلمان کو اسلام کی دعوت دینے کے یہ سنی ہوں گے کہ آپ پاکستان بننے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اُس کی شکل ایسی ہوگی کہ ایک برطانوی کو جرس بننے اور جرس نیشن میں داخل ہونے کی دعوت دے جائے۔ ہر حال اگر جغرافیائی حیثیت نمایاں ہوگی تو یہ تباہ کن نقصان لازمی ہے اور اگر مذہبی حیثیت ابھری رہی تو جب مذہب پر نیشن کا مدار ہوگا۔ اور بحیثیت نیشن ملک کی تقسیم ہوگی تو ہندوستان صرف دو حصوں میں ہی تقسیم ہوگا بلکہ ہر ایک حصے میں درجنوں حصے بنیں گے اور اس کا بیشتر نقصان خاص پاکستانی علاقوں کو اٹھانا پڑے گا۔ آخر سکھ۔ عیسائی۔ پارسی و غیرہ ہندوستان کے بنیاد مذہب وادوں کو مطابقت تقسیم سے کیا چیز سرخ کر دیگی۔ اور جب مذہبی بنیاد پر تقسیم ہوئی تو یہ صرف مسمکت ہی تک کیوں محدود ہوگی۔ ہر ایک یونسلٹی اور ہر ایک ڈسٹرکٹ بورڈ میں تقسیم ہونی چاہئے۔ مسلم مسلم ہو جائے۔ ہندو اور سکھ حلقوں اور وادوں سے جدا ہوں اور ہر ایک کی ملحدہ یونسلٹی ہو۔ ملحدہ ڈسٹرکٹ بورڈ ہو۔ اس تقسیم تقسیم میں کسی کا فائدہ ہوگا اور کسی کا نقصان۔ یہ چیز آج غور کرنے کی ہے۔ نقصان سراسر مسلمانوں کا ہوگا جس کے سروں میں ۱۲۵ اور ۱۲۶ فیصدی غیر مسلم ہوں گے اور فائدہ ان کا ہوگا جس کے ایک منکر۔ سران سیکلک ۱۲۷ شاد ہے۔ اس قدر وسیع سلطنت میں ہماری غیر مسلمی قسم کی حکومت کی مخالفت اس امر پر جو ہے کہ ہماری جو زمینیں ہیں ان کی عام تقسیم ہو اور ہر ایک جماعت کے کوٹ غلط ذاتوں اور فرقوں اور قوموں میں ہوں۔ جب تک یہ وجہ اس حریف سے بذریعہ اُس وقت غالباً کوئی جماعت اور ملک ہادی قوت کے استحکام کو متزلزل نہ کرے گی۔

(عہدہ کشی کی تاریخ تظہیر از منبر با ص ۳۷ بحوالہ شاندار ماضی و روشن مستقبل ص ۳۷)

بہر حال یہ برطانوی ڈپلومیسی کسی قدر حیرت انگیز ہے کہ مسلمان طبقے پاؤں پر کھلبلی مار رہے ہیں اور اس قدر وارنٹہ ہیں کہ اس پر بادی کو آبائی آئینہ رہے ہیں۔ (والی اللہ الشکلی)

ایک اہم سوال ٹوئین (دوقوم) کے اصول پر اگر تقسیم کا مطالبہ ہو سکتا ہے تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ اسی اصول کے موجب مرکز میں مساوی نمائندگی کا مطالبہ کیا جائے جیسا کہ فاب زادہ اور دیسان فارو کا میں ہندوستان و دکن کے لئے چالیس چالیس فیصدی نمائندگی ملے گی تو ہی۔ اس صورت کو تو نظر انداز کر کے تقسیم ہند کے مطالبہ پر کیوں زور دیا جا رہا ہے کیا یہ واقع اس حقیقت کو روشن کرنے کے لئے کافی نہیں کہ (کوئی مستثنیٰ ہے اس پر زور نہ رکھا گیا)۔

شاہراہِ ستقیم

پاکستان کے سبب مطالبہ (۱) ہندو ہندوستان کے تقریباً تین کروڑ مسلمانوں کو صرف ایک سماج کا اہلیان دلایا۔ جو پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہو گا دراصل ایک ہندو ہندوستان اس کا استاخراج نہ ہو گا جتنا کہ پاکستان کیونکہ ہندو ہندوستان میں مسلم آبادی وسعاؤں فیصدی ہوئی اور پاکستان میں غیر مسلم آبادی تقریباً چالیس فیصدی (۲) پاکستان میں جمہوری حکومت کا اعلان کہ اس کے اسلامی حقوق کو چاہیں ۴۴ فیصدی اور بنگال میں ۴۴ فیصدی اور آسام میں ۶۶ فیصدی غیر مسلم کی مرضی پر مشق کر دیا۔ (۳) پاکستانی اور غیر پاکستانی کی تقسیم کے ہندوستان کی دس کروڑ مسلم آبادی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ (۴) تقسیم پر بنا مذہب کا اصول قائم کر کے ہندوستان اور بالخصوص پاکستان کو بہت سے حصوں پر تقسیم کر دیا۔ (۵) اقوام ہند میں افتراق و انفصال کی تحریک برپا کر کے متحدہ ہندوستان کی عظیم الشان طاقت کو کر دیا۔ (۶) یہاں نہ صرف یہ کہ مرکز میں ہندو اکثریت کے فطرہ سے مسلمان محفوظ ہو جائیں گے ہمارے نزدیک حقوق دوسرے کے ہیں۔

(۱) لغت) اسلامی حقوق شلما کم شرعیہ کا نظام مسلم علاقوں میں قانون غربت کا نفاذ وغیرہ۔

(ب) مسلمانوں کے حقوق شلما ذرائع۔ ملازمین۔ اسیلیوں وغیرہ میں نشستیں۔

پاکستانی علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت کے باعث مسلمانوں کے حقوق کے متعلق قوانین کیا جا سکتا ہے مگر جب کہ حکومت جمہوری ہو اور سرحد خارج کے حامیہ اعلان کے بموجب سوشلزم کی بنیادوں پر نظام حکومت ہو تو صرف پاکستانی حیثیت کو اسلامی حقوق کے تحفظ کے متعلق کافی قرار دے لینا دانائی اور مراہدہ نوعی ہے۔ بالخصوص اس صورت میں کہ رادش بیکر کی نسبت جنگ میں داخل ہو کر کسی کی اصطلاح کے درپے ہوں۔ یا منصہ ہار دی کہے ہوں اور اسلام کے خوف باطل کو بھی مسلم بیک مساوی حیثیت دے دی ہو۔

کے سلسلہ میں ہیبت ملار امارت شریعہ کے قیام کی ماحمی رہی جس کا ایک نمونہ موبہ بہار میں تحریک خلافت کے زمانہ سے قائم ہے نیز وہ اجلاس سہارن پور منعقدہ آگست ۱۹۳۱ء میں ملے کر چکی ہے کہ جو دستور ماسی ہندوستان کے لئے قریب

جڑاں میں۔ (۱) ہندوستان کی مختلف قوموں کے یکجہ۔ رسم و عادت۔ پیشہ۔ مذہبی تعلیم۔ مذہبی تہذیب۔ مذہبی عقائد۔ مذہبی اعمال عبادت گاہیں۔ اوقات آداب و رسوم۔ حکومت ان میں مداخلت نہ کرے گی۔ (۲) دستور ماسی میں اسلامی پرنسپل لاکھ حفاظت کے لئے خاص دفعہ رکھی جائے گی جس میں تعزیر ہوگی کہ خاص نمونہ اور حکومت کی جانب سے اس میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ اور پرنسپل لاکھ خال کے طور پر یہ چیزیں نف نوت میں دیکھ کر کچھ

شہزادہ نادر خان - خٹاں - رحمت - عدت - چار جمع - تقریبی روہین - طبع - جنین - مفتوحہ - نقد - وصیت - ضمانت - ولایت - نواح - وناں - وصیت - وقت - درخت - تکلیفیں - زمینیں - فریاد و غمر (۳) مسلمانوں کے لئے ایسے مقامات پھیل کر کے واسطے ہیں جس مسلمان ماکہ مکہ منیرہ سے مسلم تاقیوں کا سفر کیا جائے گا اور ان کو امتیازات و تفریحات کے جائیں گے۔ پھر ایسے سہار پور شہر کی وضع (ج) کے الفاظ ہیں۔ دینی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے۔ ان کا مذہب آزاد ہوگا۔ مسلم گھر اور مذہب و ثقافت آزاد ہوگی وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جسکی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

حقوق مسلم

پاکستانی اسکیم کے ذریعہ جس قدر نفوز پاکستانی مسلمانوں کو پاکستان میں حاصل ہونے میں جیتنے والا جنگ روس و تمام حقوق پاکستانی مسلمانوں کو حاصل ہونے میں اور اس پر تشریح دیکھ کہ بعد ہندوستان کے تقسیم کے بعد مسلمان کسی جدید معاہدہ وغیرہ کے موافق ہوں۔ ہندوستان میں اور دیگر ملکوں میں ان کا حق مساوی نہ رہتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے جو نئے الفاظ ہیں۔ (ج) ہم ہندوستان میں مسلمانوں کی کامل خودمختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ غیر مسلم امتیازات و حقوق کے ساتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی امتیازات ہیں گے جو تمام صوبے شفق طور پر مرکز کے حوالہ کریں اور ان کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔ (د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے تمام صوبوں کا دفاع ضروری اور مفید ہے مگر ایسا دفاع اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی ملک کو مرکز (دس کروڑ) نفوس پر مشتمل مسلمان قوم پرستی کے قلم کے تحت پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے کہ اس کے لئے بھی گوارا نہ ہوگی یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی - سیاسی اور مذہبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔ تشکیل مرکز کے متعلق ہمیں ملایا نے ایک تشریح کے ضمن میں چند صورتیں پیش کی ہیں تشریح کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

(تشریح ملاحظہ ہو)

تشریح اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اصول اور ان کا مقصد واضح ہے کہ جیتنے والا مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ وہ جنگ ہندوستان کی دفاعی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ اس کے خیال میں مجموعہ ہندوستان مسلمانوں کے لئے یہ مفید ہے مگر دفاعی حکومت کا قیام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لئے حق خود ارادیت تسلیم کر لیا جائے اور دفاع کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی سیاسی تہذیبی حقوق پر اپنی محدود اکثریت کے لئے ہونے پر توجہ نہ کرے کہ مرکز کی اپنی تشکیل جس میں اکثریت کی تعداد کاغذ نہ ہو۔ باہمی اہتمام و تقسیم سے ہندوستان میں جو قوموں میں سے کسی صورت پر یا ان کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو مسلم اور غیر مسلم جماعتوں کے اتفاق سے ملے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) مشرقی مرکز ایوان کے سربراہ کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔ ہندو ۳۵ - مسلم ۳۵ - دیگر اقلیتیں ۱۰۔

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی ایسا تجویز کو مسلم ارکان کی یہ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب و ثقافت پر مخالفانہ توجہ قرار دے تو وہ مل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا پیرامیٹر کوٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم اور غیر مسلم کی تعداد مساوی ہو اور جس کے چھوٹا تقسیم مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کی ہے جس پر ہر صوبہ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے اختلافات کے آری فیصلے کے لئے غیر تجویز کے تحت اگر کسی ملک کے مسلمانوں کے خلاف ہونے یا نہ ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم ارکان کی یہ اکثریت کے فیصلے سے

امتلان کے تو اس کا بعد پریم کوٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) یا اور کوئی تجویز جسے فریقین مابین اتفاق سے ملے کریں۔

حرمہ پور، پورٹ، جوس محبت علیا سر سہارن پور

سربراہ سے اعلان فرمایا ہے کہ پاکستان حکومت کو سندھ میں ہندوؤں پر قائم کیے جانے والے یہاں میں کوئلہ کی کمزور یا کسی اہم کی بنیاد پر حکومت کے قیام کے یہ بھی ہوں گے کہ صرف اسلامی حکومت کے احکامات پر عمل کیا جائے گا۔ ملکہ یہ بھی منسلک ہو جائے گا کہ وزارت میں مسلمانوں کی کثرت جو کلہ اقتصادی کمزوریوں کا ایکشن ہوگا اور وادی ملک کوئی کسی کی وزارت سے کی خود جب کچھ بھی ہو لیکن موجودہ کچھ دست اور طرح وصلگی سے کام میں۔ صرف پاکستان کے حاسے متحدہ ہندوستان میں حکومت کی بنیاد کوئلہ کے اصول پر تشکیل مرکز کی ایک ایسی صورت ہو کہ پورے ہندوستان کے لئے ہیں وہ عید نو اور مسلمانوں کو بھی اہلیت کی بنا پر جو کسی اہلیت وزارت درج میں ہیں وہ کارفرما ہوں کہ حکومت اس صورت میں پارٹیوں کی نمائندگی سے سب کی تیار ہوں بلکہ سیاسی رد گم کے جو سب ہوگی اور یہی مسائل مرکز کے موضوع بحث سے خارج ہو جائیں گے۔ یہ عمل تشکیل مرکز کی ایسی بہت سی صورتیں مل سکتی ہیں جس سے وہ غلطہ قطعاً زائل ہو جائے گی بلکہ پاکستان کا یہاں آج تک باہمی اشتراک و تعاون سے کیجانی دفاع اور متحدہ صحابہ بنانے کی لہر تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور جی سے جی مرکزی حکومت میں اس اشتراک و تعاون کی محتاج میں مسلمانان ہند جیسے اس کے کہ وہ افغانستان، ایران، مصر، عراق، فلسطین، حجاز، سامارا، بارادور میں جہاں ہندوستان سے بھی زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ ان سب کو مل کر ایک ایشیائی دفاعی بنانے کی کوشش کریں جس میں مسلمانوں کی حیثیت بہت بلند اور بہت نمایاں ہو بلکہ قیادت مسلمانوں کے حصہ میں آئے۔ وہ خود ہندوستان کو جتنے تجربے کے مفتوح اور باہج بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس میں ہی میں کہ خود اپنے ہاتھوں ہندوستان میں ایک الشرف قائم کر دیں کہ اگر ہندو ہندوستان کو ٹھنڈا یا ہندوستان خالی کر دے کہ تحریک میں کامیاب ہو کر اپنے حصہ کو انگریز کی دستبرد سے محفوظ کرے تو آئرلینڈ کی طرح ہندوستان کے پاکستان میں انگریز کا تسلط بدستور باقی رہے جس کے چھانے سے وہ تمام اسلامی ممالک بلکہ تمام ایشیا کو اپنی اغراض کا آگاہ بنائے رکھے۔ باہت قوی ہو

ایک سوال اور اس کا جواب

محبت علیا ہند کی اس واضح اور صاف تجویز کے بعد عالمیان پاکستان اپنی فطرت مثالی کے لئے سوال کرتے ہیں کہ کیا محبت علیا اس تجویز کو کانگریس سے منظور کرا لے گی ہے۔ مگر وہ قبول جائے ہیں کہ پاکستانی ایکٹم میں اب تک ایکٹم ہی سے اس کو نہ کانگریس نے اب تک منظور کیا نہ اس میں برطانیہ نے جس کا ہر ایک ممبر۔ آج انتخابی مہم میں لیگ کی حمایت میں سرگرم نظر آ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس نے نمائندہ اسمبلی کا مطالبہ اس لئے کیا ہے کہ اہل مکتدای مسلمانوں اور دھرتوں کو سوچ کر بھگدہ ہندوستان کے لئے آئیں بنائیں اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ غور کریں کہ آیا تقسیم ہند اس کے لئے بہتر ہے یا محبت علیا ہند کی متبادل تجویز آخری فیصلہ نمائندہ اسمبلی کے ہاتھ میں ہوگا۔

طاہر الزہرا واقعہ یہ ہے کہ مصیبت کی مکمل آزادی۔ غیر مسلم اعتبارات کا ناسخ جات کے حوالہ ہونا۔ مصیبت کے لئے حق خود ارادیت کانگریس تسلیم کر چکی ہے ہر ایک مذہب اور ہر ایک تہذیب کی آزادی کا اصول بھی کانگریس کے (ڈنڈا منڈل رامیں) بنیادی اصول میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ قبل مرکز کا مسئلہ بھی اقامہ و مہم کا خارج ہے۔ اگر مسلمان پاکستانی مطالبہ کی غیبت کو محسوس کرتے ہیں مگر ملک کی حمایت کریں اور انتخابات میں اس کا ساتھ دیں تو کوئی طاقت نہیں جو تشکیل مرکز کے سلسلے میں مسلمانوں کے مطالبہ کو نظر انداز کر سکے۔

کوهستانی ہوا کی طرح سرد



ماٹا کا ایوڈی کولان

ٹاکو سیلز ڈپارٹمنٹ
جواہر اسکوائر آباد



دی ماٹا آئل ریز کرپنی لمیٹڈ

پاکستان اور بانی پاکستان

پاکستان کو خود مسلم لیگ کے نقطہ خیال سے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ مسلم لیگ کے قائد سید محمد علی جناح کی ان تقریروں کا مطالعہ کریں جس میں انھوں نے پاکستان کے حق میں جو خیالات، سماجی، مذہبی اور سیاسی نقطہ نظر سے وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ان تمام تقریروں کو اردو زبان میں کتابی شکل میں "اشارات جناح" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں سطران کی وہ تقریریں شامل ہیں جن میں سید جناح اور کانگریسی لیڈروں میں درپردہ ٹوٹکے، محکومیت، اس کتاب کے مطالعہ سے پاکستان کے نام پہلو سامنے آجائیں گے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پاکستان کے حامیوں کا اس مقصد کیلئے کچھ آپ کا داغ خود بخود پھیل کر کے کہ پاکستان ممکن ہے یا ناممکن؟ یہ کتاب جلد نکلی جائے گی۔ قیمت دو روپیہ چار آنے (دو روپے)۔

خطبات جناح اس کتاب میں سر محمد علی جناح کے تمام صدیقی خطبے، تقریریں اور خطبات کو درج کئے گئے ہیں۔ قیمت تین روپے (تین روپے)۔

اس کتاب میں علامہ مرحوم کے تمام خطبات، صدارت، تقاریر اور سیاست کی جامع کردہ گئی ہیں۔ علامہ اقبال نے سب سے پہلے "آوازِ افراتوس" کے خطبہ صدارت میں پاکستان کا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ ہندوستان کی تقابلات کا رد عمل یہی ہے اس نے علامہ اقبال کو بانی پاکستان کہا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی تقریروں میں ہندوستان کی تقسیم کے وجوہات پر بھی پوری روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتب مطالعہ کی بیروں سے نالی نہیں۔ قیمت تین روپے (تین روپے)۔ ان کے علاوہ اپنی اپنے کی کتابیں شائع کیے۔

ادبستان بیرون موچی سردرواڑہ لاہور

ڈائریکشن
شانتی کمار
موسیقی
گوبند رام



سنگے
رنجنا۔ جیون
سمتی گیتے



موشیل کمار امان کانت
راج کمار ساری سنگھ

کنڈا افتتاح

پرکاش پچیز کا سوشل فلم جو ہر گھر اور
گھروالوں کی زندگی کا عکس لطیف ہے
اور جس میں
موسیقی، مزاح اور جذبات کا ماحول غیر ممکن
موجزن ہے



رٹز سینما میں جمعہ ۲۲ دسمبر سے شروع

جگہ: ڈیرائی اینڈ کمپنی لاہور دہلی

ہند سائیکل



پہلے سے بھی زیادہ مستحکم اور عمدہ

ہندوستان کا سب سے بڑا سائیکلوں کا کارخانا
اب زیادہ سے زیادہ تعداد میں سائیکلیں تیار کرنے میں مصروف ہے۔
اس کی کمائیاں فریم اور تمام پینٹ فوڈ سے بنے جیسے ہیڈ لیمپ
بیک کیکم کی گہری تلوں پر مبنی ہوتی ہے۔ یہی ہند سائیکلیں آپ
پہلے سے بھی ہر جگہ ہستدریں۔

رودھ پٹر کے ٹائر اور یو بی سے آگاہ ہند سائیکلیں
مردمانہ کیلئے ۲۲ اور ۲۴ انچوں کے فریم کی اور
مردوں کے مین اور فوٹا ڈول والی تیار کی جاتی ہیں۔



HIND CYCLES

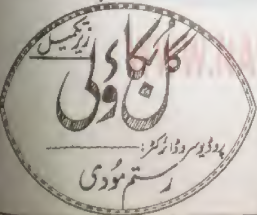
ہند سائیکلز لیڈڈ۔ وری، بمبئی
سینٹرل بیکنس :- برکلا برادر سس لیڈڈ
یو۔ پی۔ باغی آفس :-
ہند سائیکلز لیڈڈ قیصر باغ لکھنؤ



سنٹرل اسٹڈیو کا
تازہ سماجی شاہکار

سائنس

ہفتاب، صادق علی، اسماعیل، جمونی بکری پوڈیا
پروڈیوسر :- مس ہفتاب
ڈائریکٹر :- ام۔ صادق



پوڈیوسر ڈاکٹر کشر
رستم موڈی

سنٹرل اسٹڈیو تار دیو۔ بمبئی

پاکستان کے متعلق میری رائے

از ————— ڈاکٹر سید عبدالعظیم صاحب

میں داغ کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے نہ تو پاکستانی سے مخالفت ہے اور نہ ہندوستان کے ان شمال مغربی و شمال مشرقی حصوں میں قائم ہونے والی آزاد مسلم حکومت سے۔ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور یہ وہی کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ بقول سہیل گل حضرت میں ہی اس ایکم کا بانی ہوں۔ اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کا فرقہ بندی کیا، مرند ہی نہیں بلکہ اس تقسیم کی بنیاد پر ہندوستان کے لئے اُنیں بھی تیار کیا۔

بہرحال سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجھے کون سا اسکے تابعہ غم کی پاکستانی ایکم جسے لاہور ریفرنس کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے کیوں اور کس طرح مانتا ہوں ہے۔

سرخ جہاز کا یہ خیال ہے کہ پاکستان ایک بالکل متحدہ حکومت ہوگی۔ اسے بقیہ ہندوستان سے کسی قسم کا قانونی تعلق نہ ہوگا میں یہ کہتا ہوں کہ اگر پاکستان کی بنیاد انہیں اصولوں پر ہے تو یہ اصول پاکستانی راسخوں کے عقیدے میں زمہ داری ہوں گے۔ اگر یہ پاکستانی ریاستیں اپنی اور ہندو اکثریت والے حصوں کے مسلمانوں کی غلط دہیروں پر مبنی ہیں تو انہیں اپنی اندرونی آزادی کے ساتھ ساتھ چند خارجی امور کیلئے جس کا تعلق مادے ہندوستان سے ہوگا بقیہ ہندوستان سے اشتراک عمل کو نافذ کرنا ہے۔ متحدہ پاکستان کے اصول پر میں نے مختلف پیروں سے مجاہدوں کی خصوصاً ہندوستانی اور مسلمان نقطہ نظر سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس قسم کا پاکستان جلد ہی کچھ دنوں بعد اپنی آزادی کھودے گا۔ اور اسکی حیثیت یا تو ایک باجگزار ریاست کی سی ہو جائیگی یا پھر بقیہ ہندوستان سے اشتراک عمل کرنا ہی ہوگا۔

لاہور ریفرنس کے مطابق پاکستان کے اندرونی شے شامل ہوں گے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ اس لحاظ سے شمال مغرب میں نصف پنجاب (ایٹارڈ و بزن و گنگوہہ دیلی کا علاقہ) جوٹ جاتا ہے۔ شمال مغرب میں لاہور کے مغرب تک کا پورا علاقہ اور شمال مشرق میں مشرقی بنگال اور آسام میں سلت تک کا رقبہ اس میں شامل ہوتا ہے۔ اگر اس کا رقبہ بڑھانا چاہیں تو ان کے سامنے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک تو کہ لاہور میں ان علاقوں کی مسلم آبادی کو ان علاقوں کی غیر مسلم آبادی کو تیار کر لیں کہ وہ پاکستانی میں شامل ہو جائیں

ہندوستانی مسلمانوں کی اس طرح کے گروہوں میں ایک اس کا سبب یہ ہے کہ موجودہ ہندوستانی مسلم لیگ اور اتحاد مسلم بریت اور شہیت دست تھے۔ یہ چیزیں میں ترک کر دیں گی ہے۔ مسلم لیگ حضرت ٹیڈ ڈورن کے ساتھ مل کر ہے کہ اس میں جو رہنما ہیں وہ خود دیکھتے ہیں اور اس کا فائدہ ہے جس کی صفت میں ہے کہ ان سے وہ سب سے زیادہ سیکھا جاتا ہے کہ وہ لیگ میں کئی کئی سالوں سے کام کرتے ہیں۔ یہ تو یہ کہتا ہوں کہ لیگ ایک فسطائی جماعت ہے (Fascist organisation) ہے۔

کاش برٹش ان کے قول کو درکار کر لیتی۔ لیکن اس وقت تک کہ ان کو اس کی سب سے بڑی دشمنی یہ ہے کہ ہمارے ہندوؤں میں بھی اتحاد ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ خود اگر ایک شہر میں آجائے تو یہ کسی امتیاز کے برعکس اس کا اثر ہے کہ اس میں سوچے اور سمجھے اور اب بھی پیدائش ہو تو یاد رکھئے کہ مسلم لیگ مسلموں کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ اس کے بعد اس کا شیرازہ کھہر جائے گا۔ ان کو کھرب ہوئے شیرازوں کا نشانہ بنی ہوگا۔

مسلمان اب بھی ہوشیار ہوں اور بچھڑنا نہیں چاہتے۔ وہ جیسے کہ میں کہتا ہوں پاکستان انھیں تو ہندوؤں سے حاصل ہو سکتا ہے اور اگر یہ مبادیہ سے مسلم لیگ حضرت کرپس بلان کے ان اسپیش (Non Accession) کی شرط کو ایک خوب اور خواہش سے تشبیہ دے سکے ہیں۔ لیکن اسے ہر بات کو دیکھنا کہ وہ سب سے زیادہ سیکھا گیا ہے کہ اس نے بتایا ہے کہ میں اس سے ملتا ہوں کہ اس وقت ان شرط کے مقصد کا نشانہ ہوگا اس وقت یہ تصور ہو جائے گا کہ اس کی حقیقت کیا تھی۔ آج کے ہر کردہ مسلمانوں کی قسمت پر انصاف سے دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا متحدہ پاکستان ایک منور چلن ہے۔ کاش مسلمان ملت آدم علیہ السلام کے رات سے سچ میں!

مثالی مغربی خطہ اور شمال مشرقی خطہ کے مسلمانوں کو اگر انھوں نے اب بھی نہ سمجھا اور سرخشاہ کی صلاح کو تسلیم کرنے سے عزم کی غنبد کر لی تو انھیں آج بھی کشت نفعان برداشت کرنا پڑے گا۔ زائد انھیں اتنی ہی ملت زدہ ہوگا کہ وہ اس کے خلاف کی کوشش کریں۔ انھیں چاہئے کہ وہ اپنی زبان اور ایک آزاد متحدہ ہندوستان کیلئے ان تمام کوششیں کریں اور کرتے جائیں یہاں تک کہ ملک اور ان کو آزادی حاصل ہو جائے۔ اس میں ان کے خلاف و بیہودگی کا راز خفیہ ہے۔

ملک کے سامنے دو تفریق ہیں ایک تو انگریزوں کی پوزیشن کے مسئلہ کی جو تفریق کے دو حصے ملک کے ہر خطہ کو خود مختاری اور آزادی حاصل ہوں اور دوسرے وہ تفریق جس میں نے سیاست میں قدم رکھے ہیں۔ یہ سب کچھ انھیں میں یہ چیز پیش کی ہے کہ سارے ہندوستان کو آزاد مملکتوں (All India Provinces) میں نہیں بلکہ آزاد ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے جن میں اپنے اندرونی معاملات میں اختیار رکھیں اور ان چیزوں کے متعلق کئے جس سے سارے ہندوستان کا منق ہے ایک مرکز بنایا جائے۔ اس مرکز میں ان ریاستوں کی نمائندگی اس طرح کی ہو کہ ایک ریاست کا خود مختار ریاست ہر غالب ہو۔ یہ مرکز سارے ملک و ہندوستان کی فلاح و بہبود کا جواب دے ہوگا۔ صرف انھیں سلطنت میں داخل ہوگا جس سے متحدہ ہندوستان کی فلاح و بہبود کا منق ہو۔ اس طرح ہندوستان کی کل دس بیسی ریاستیں متعصب شخص دیکھی کے سہ کر میں شریک ہو جائیں گی۔

وہ جو تفریق جس کے دو حصے متحدہ ہندوستان کی وحدت بانی نہیں تھی۔ اگر مسلم لیگ خود کے اور پاکستان کے کھانے سے تسلیم کرے تو مجھے یقین ہے کہ اگر انھیں کوئی مسئلہ دانی تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کو خود کے تحت ہندوستان کے ایک حصے میں مسلم لیگ سے تعاون کرنا چاہیے۔ لیکن اس میں اس وقت کے تحت اب خود ہی جو کر رہیں۔ یہ ایک کام کہ مسلم لیگ کو اپنے عہد ہوگی۔

- ۱۔ اس تکرار کے درجہ ایک طرف مسلمان اکثریت والے ممالک کو پاکستان کہہ سکتے ہیں تو دوسری طرف ہندوستان اور افغانستان کو بھی پاکستان کہہ سکتے ہیں۔
- ۲۔ پاکستان کی ریاست جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اپنے اندر ملی جماعتات ہیں، بالکل خود مختار ہوگی جس طرح پاپوا نیو گنی نے عالمی سطح پر اپنے کو ایک آزاد ریاست قرار دیا ہے۔ اس کی دوسری طاقت "United Nations" کے تحت اندازاً ۱۵۰ سے زائد ممالک ہیں جن میں پاکستان اس طرح ہندو اکثریت والے ممالک کی طرح اپنی حالت کے عریض ذمہ دار ہوں گے۔
- ۳۔ پاکستانی ریاستوں کو دو الگ الگ سرحد جوڑی اور کئی دوسری حد سے اپنے درمیان کوئی حد نہ رکھتے ہیں، ان کے قطعہ کے لئے ہر طرح کی برداشت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اس طرح میں وہ ریاستیں ہیں جہاں ہر ممالک کی زبان کی مساوی ہوگی جو ان کی بہ نسبت کہیں زیادہ بڑی ہوگی۔
- ۴۔ ہندوستان کی مشترکہ صنعتی و معاشاتی قوت میں مسلمانوں کا بھی حصہ ہوگا اور وہ ایک متحدہ قومی حیثیت سے ملے کے ملے ملے ہوں گے جو غیر ہندوستان میں کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ہے۔
- ۵۔ مختصر یہ کہ ایک متحدہ پاکستان نہ ہونے کی صورت میں مسلمانوں کو دی بے سولیت اور آسائیاں حاصل ہو جاتی ہیں جس کے لئے وہ متحدہ پاکستان بنانا چاہتے ہیں۔ لہذا اس طرح انہیں نقصانات کا اندیشہ بھی نہیں رہتا جن کا امکان متحدہ پاکستان میں ہے۔

مقدار خوراک ۲ تا ۶ رتی

مفتح مرادیندی جسطرہ

موتی، مشک، عنبر، یاقوت، زمرد وغیرہ قیمتی اجزاء کا عجیب الٹا
مجموعہ دیکھیں۔ ایڈیشنوں، مصنفوں، طالب علموں اور دیگر
کام کرنے والوں کے لئے "مفتح مرادیندی" دماغ کے عجیب و غریب
کوہہ کرنے والے جادو اور دماغ کو مفتح مرادیندی کی مدد سے
کی حالت میں سب نشانیاں ہوں گی اس کی ایک نمونہ سے دن بھر کی حالت سے غفلت و غمازی اور غفلت و غمازی ہر قسم کے غفلت و غمازی میں مدد دیتی ہے اور
آوی از سر نو پڑھنے سے بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ کام کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔ ہر مفتح مرادیندی میں سیکڑوں شرط و موصل ہوتے ہیں، یہی
کے استعمال سے عقل و قلب (دل کا دھڑکن) بڑھتی اور صنعت قلب و دماغ ملک الرض کا پیشہ کیلئے غارت ہو جاتا ہے۔

دل و دماغ اور اعضا، ریسے کو حقیقی طاقت بخشنے والی اگر کوئی شے ہو سکتی

ہے تو وہ صرف مفتح مرادیندی ہے

پتہ:۔ دواخانہ چشمہ صحت
بازار سادہ کاران۔ لاہور

قیمت:۔ فی بیٹی بین تولد پانچ روپے آٹھ آنہ - 5/8/-

بانی و مالک:۔ ڈیڑھ بیٹا، لاہور، لاہور
۹/4/-

پاکستان پر اجتماعی نظر

از ڈاکٹر راجندر پرشاد

پروفیسر جلال کوٹہ لپیڈ نے ہندوستان کے مجوزہ پاکستان کے موافق نکات کو برصغیر اعتبار اور باجمیت کے ساتھ دل نشیں پیرائے میں بیان کیا ہے اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک طویل اقتباس یہاں پیش کر دوں۔

(۱) "سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے کامکان غمخواروں کے اُس احساس کا حل پیش کرتا ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات کا زیادہ تر ذمہ دار ہے۔ اس ہمارے عمل میں آتے ہی آدھے سے زیادہ مسلمانوں کو ہندو کی دہشت سے نجات مل جائے گی۔ نتیجہً ان کے جذبہ غمخواری ختم ہو جائے گا، اس طرح اماندہ کرے گی کہ ایک طرف تو وہ ایک بڑی ہندوستانی ریاست میں اقلیت کی حیثیت سے رہنے کے بجائے دو نسبتاً چھوٹی ریاستوں میں اکثریت میں جو محسوس ہو جائے گا اور دوسرے ان کو ایک الگ ذات ماننے کے بجائے ایک مخلدہ اور مغربہ قوم تسلیم کر لیا جائے گا جسے اپنی ریاستوں میں قومی آزادی نصیب ہوگی۔ پھر یہ تقسیم بین الاقوامی حیثیت سے بھی ان کا درجہ بلند کر دے گی۔۔۔۔۔ ان کی ریاستیں مشرق وسطیٰ کی اسلامی ریاستوں کے دوش بدوش رہ کر آج کے ہیں زلزلہ اسکا احساس لگائی ہیں کہ وہ ایک ایسی اُفت اور بربادی سے متعلق ہیں جس کی سرحدیں ہندوستان سے بہت آگے نکلی ہوئی ہیں۔ بدخلافت اس کے اگر وہ ان تمام نئے امکانات سے منہ موڑے ہندو اکثریت کے باغیوں میں اپنی قسمت مستقل طور پر سوچ دیتے ہیں۔ تو ان کا بھی وہی انجام سلوم ہوتا ہے جو اقلیتوں کا یورپ میں ہوا۔"

(۲) دوسرے آس کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پاکستان ہندوستان کی اقلیت کے مسئلہ کا سب سے بہتر حل ہے۔ ایک ایک سے زیادہ ہندو ریاستوں کے مفاد میں ان اسلامی ریاستوں کی دوسرے تو رن قائم رہے گا جو کہ قریب میں کرہ کے باوجود یہ ریاستیں ایسے بین الاقوامی حقوق میں برابر رہیں گی۔ اقلیتوں کی ریاستوں میں جو رہے کے بعد کی سبکی کو کہہ کر دانا کی سیاست کا خیال ملے ہے لیکن ان اقلیتوں کا مسئلہ اتنا پیچیدہ اس سے کہ وہ اسے حل کر سکیں تو قدر حال کر کے کی کشش ختم ہو جائے گی اور ہر قوم اپنی اپنی ریاست میں رہ کر خود راہی (COALITION GOVT) مشترکہ حکومتیں

نانا اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ایک بڑا کام تھا۔ لیکن یہ کبھی چاہئے کہ یہ باتیں اسلامی ہوگی
جس میں اسلامی روایات و اخلاق کی طرح مابعد طرز آگے میں طرح ہندو ریاستوں میں ہندو تہذیب و جاگیر پر مبنی
اسی صورت میں اپنی اپنی اکثریتوں سے اقلیتوں کو روکے رہنے کے لئے جس سہا بھارا جاسے گا اور سب اکثریتیں اپنے
اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو صحیح انجام دیتی رہیں گی۔

(۳) "نصیری بات یہ کہی جاتی ہے کہ تھوڑے ہندوستان کی حفاظت اور دفاع میں آسمانیں بیدار کر دے گا۔ شمال مغرب
میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی سرحدی صوبہ کی ساری اہمیت ختم ہو جائے گی۔ سرحد کے اُس پائینے واسے
قبیلے سب مسلمان ہیں۔ اپنے اسلامی بھائیوں سے براہ راست تعلق برسنے کی وجہ سے ان کا غیر مسلموں سے رشتہ اور جدا
کرنے کا سارا جو شوق ختم ہو جائے گا اور کافروں سے جرم و آزار و جنگ رہنا چھوڑ کر وہ بل جنت سے اپنے ہم مذہب بھائیوں
کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر لیں گے جنھیں پاکستان اور بڑوں کے اسلامی ملک کے درمیان معاہدہ کر کے اور مضبوط
کر دیا جائے گا۔ آخر کیوں نہ پاکستان بھی صدیوں سے معاہدہ کی طرح کسی مجھوتے پر دستخط کر دے جس نے ترکی ایران عراق
اور افغانستان کو ہم رشتہ کر دیا تھا۔"

(۴) جو سمجھے کہ ایک غیر منقسم ہندوستان میں جب فوجی نظام ہندوستانی اور خصوصاً ہندوؤں کے ہاتھ میں رہے گا تو ملک
عمر پر مسلمانوں کا غائب فوجی فائزوں میں گھٹ جائے گا گویا مسلمان سپاہیوں کا یہ تناسب و بڑھتی ہوئی ایک تہائی سے
زیادہ تھا اور اب ۸ و ۲۰ فیصدی ہے ایک چوتھائی سے بھی کم رہ جائے گا۔ اس کا نتیجہ نہ صرف یہی ہوگا کہ پنجاب میں
لوگوں کا معیار زندگی گر جائے گا بلکہ ہندو راج کو فوجی قوت کی گارنٹی بھی مل جائے گی۔ پنجاب کے بیشتر قائدانہ طبقے
آئینی فوج کی کوکری ہے اور مسلمانوں کی اُس صوبہ میں اکثریت برسنے کے باعث اس کا زیادہ اثر انھیں پر پڑے گا۔
(۵) پانچویں یہ کہ پاکستان اور صرف پاکستان کے ذریعہ ہندوستانی مسلمان اقتصادی آزادی اور اختیار حاصل کر سکتے ہیں۔

ہندو مسلم مخالفت کا اقتصادی پسو ہمیشہ سے زیر غور رہا ہے اور مسلمان کا ہندو راج سے دہشت زدہ رہنے کا اہم سبب
یہی ہے کہ ہندو راج میں ہندوؤں کو ایسے اختیارات حاصل ہو جائیں گے جس سے وہ ملک کے تمام معنوی و اقتصادی
اثر اور غلبہ حاصل کر لیں گے۔ سود پروردہ پلانے اور تجارت کی مختلف شاخوں میں ہندوؤں کی زائدہ جارہ داری و تفرق
ہندو اکثریت کے علاقوں میں بلکہ مسلمان اکثریت کے علاقوں پنجاب اور سندھ و خیبر میں تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی
تھی تھیں بالائے حتم یہ ہوا کہ ملک میں کاروباری صنعتوں نے غریب بڑھایا اور نئے اُبھرتے ہوئے متوسط طبقے پر ضرب لگائی
دیکھ کر برگشتہ ہو گئے۔

مسلمانوں کی بڑی بھی خیر بھی زیادہ تر مذہبی تھی۔ اس کی آبادی برطانوی ہند کی آبادی کا ۱۷.۳٪ ہے لیکن جہاں تک مذہبی آزادی کا تعلق ہے
صنعتیں ۱۵.۱٪ ہیں اور مذہبی ترقیوں کا تناسب بھی صرف ۳.۵٪ فی صدی ہے۔ لیکن اگر مجموعی حیثیت سے اس سے
کچھ زیادہ ترقی ہو رہی ہے لیکن اس کی آبادی برطانوی ہند کی آبادی کی ۲۰ فی صدی ہے اور صنعتوں کا تناسب

۲۲۔ بعد ازاں یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کے اور اس کے ہندوؤں میں اس میں کوئی امتیاز نہ ہوگا۔
 کی ہے جس میں ہندوؤں کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو عامہ دیکھا جائے۔ جس کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 جمہوری ترقی پسندی کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 پاکستان قائم ہونے کے بعد اس میں کوئی امتیاز نہ ہوگا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 قیام سے فائدہ پہنچا جائے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 کی ہوں گی جس کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 پالی کی قوت سے ملتی ترقی پسندی کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 مقررین کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔

اس میں مذکورہ بالا نکات پر عمل درآمد ہوگا۔

۱۱۔ بعد ازاں جب اس قدر ہندوؤں کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 قائم ہے کہ ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 ہیں۔ سوال جو ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 برطانوی حکومت کے ابتدائی عہد میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے زیادہ دیکھا گیا اور انہیں برطانوی حکومت کی سہولتیں ملیں۔
 مقررین کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 مسلمانوں کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 برطانوی حکومت کے ابتدائی عہد میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے زیادہ دیکھا گیا اور انہیں برطانوی حکومت کی سہولتیں ملیں۔
 مقررین کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی حق کی بات ہندوؤں کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 مسئلہ اور مسئلہ کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 کے علاوہ تمام میں یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 ہندوؤں کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 مسئلہ ہے۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 کے کاتھم کے یہ ہے کہ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔
 کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔ اس کے قانون کے تحت ہندوؤں کو ایک ہی قانون ملے گا۔

ہم اس سے پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ پنجاب میں مسلمان عرب، ۱۱ھ کی صدی میں مصر میں غزالی عربی مصلح کا اگر تھوکر یا عاصی تو مسلمانوں کی نفس و
۱۲ھ بھیدی ہو جائے گا اور اگر اس میں سے ہندوؤں کی اکثریت کے مسئلے طغہ و کدے جائیں تو بھی صحیح ۱۱ھ کی صدی سے زیادہ نہ ہوں گے۔ اسی طرح مشرق
میں آسام اور بنگال کے مسلمان صرف ۱۵۲۱ھ کی صدی ہوں گے اور اگر ہندوؤں کی اکثریت کے علاقے نکال دیتے جائیں تو بھی کسی حالت میں ۱۶ھ نصفی
سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت میں ان عقول کو اسلامی ریاستیں شکل سے کہا جا سکتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ مسلمانوں کی تسکین کے لئے یہ عہد ہوگا
کہ وہ ایک بڑی ریاست میں اقصیت ہوئے کے بجائے دو نسبتاً جموں ریاستوں میں اپنے کو اکثریت میں سمیٹیں گے۔ لیکن انھیں سوچنا یہ ہے کہ آیا اس قسم کی
تسلی ان قربانیوں کا عادمہ نہیں ہے جو اس کے معمول میں انھیں جینٹ کرنی ہوں گی۔

بین الاقوامی حیثیت سے اپنی اہمیت جتانے کا سلسلہ بھی بڑی حد تک ان کے اسلامی ریاست ہونے پر مبنی ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کے زچگیں وقت
کوئی ایسا ملک نہیں ہیں جس میں غیر مسلموں کی اتنی بڑی اقلیت ہو جیسی کہ مغربی و مشرقی علاقوں میں ہوگی۔ اس کے علاوہ ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے ہم مذہب
غیر ملکیوں سے ہمدردی رکھنے یا رابطہ پیدا کرنے میں اب تک کوئی ایسی چیز مانع رہی ہے؛ اسی زیادہ عرصہ میں گزرا کہ خلافت کی تحریک کے سلسلہ میں ہندوستان
کے مسلم سلطان متحد ہو کر اپنے برادرانہ کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اس انداز سے اپنی قربانیاں پیش کی تھیں جس طرح پنجاب میں ہندو
مسلمانوں اور سکھوں نے مل کر ہندوستانی حقوق کے لئے اپنی جانیں نذر دیں۔

ہندوؤں نے کسی اسلامی ممالک کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی اور اس کوئی وجہ نہیں سمجھا کہ کیوں نہ ہندوستان مشرق وسطیٰ کے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ
بہی احاد کا ساتھ دے۔

یہ صبر کر چکے کے بعد یہ جانتا رہے گا کہ اس کا فیصلہ ہمارے سلطان بھائیوں کو کرنا ہے کہ آیا وہ اپنی اس ذرا سی تسلی کو باہمی و تاریخی چنگ و بندوبستی
پر ترجیح دیتے ہیں یا نہیں۔ انھیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اس طرح کا منقسم ہندوستان طلحہ و دھوکہ ایک متحدہ ہندوستان کے ریلست کمزور ہو جائیگا
اور ان قوانین میں بھی کمی آجائے گی جو ایک محکم نظم اور متحدہ ہندوستان سے انھیں حاصل کر سکتے ہیں۔

اس جو اسے پراگ پاکستان یا ہندوستانی مملکت کے غیر مسلم مشیہ نظریوں و اُمیں توان کا یہ نقطہ نظر باطل مقول ہے کیونکہ پاکستان کے اعلان کے بعد انھیں
اس کا شکار ہو رہا ہے۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ منقسم ہندوستان ایک متحدہ اور محکم ہندوستان کے مقابلے میں کمزور رہے گا اور بین الاقوامی مشغول میں
اسے وہ اہمیت نہ حاصل ہوگی جو متحدہ ہندوستان کو ہو سکتی ہے۔ منقسم ہندوستان کو دوسرے ممالک کے ساتھ اپنی کمزوری کے باعث وہ تجارتی دعائیں
اور صنعتی ترقیاں بھی حاصل کرنے کی سہولتیں کم ہو جائیں گی۔ بلاشبہ اس کا زیادہ اثر اسلامی علاقوں یعنی پاکستان پر پڑے گا کیونکہ اس کے ذرائع اور رقبے
نسبتاً محدود ہوں گے لیکن ہندوستان کے بقیہ حصے پر بھی اس کا اچھا خاصا اثر پڑے گا اور اس جو اس سے لے کر کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

لیکن اس سے بڑھ کر ان باتوں کا خوف ہے جو ہمارے کے حامی اپنے اعلانات میں پیش کرتے ہیں۔ یہاں دُورانی صاحب کی کتاب THE
MEANING OF PAKISTAN کے دیباچے سے ایک اقتباس پیش کروں گا جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پاکستان کے بجائے اسلامی حکومت
ہم سے قائم کرنے کا خیال ہے۔ یہ دیباچہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو لکھا گیا :-

”سرویں ہند کا ایک چیمبر ایسا نہیں جسے ہمارے آباد اجداد نے اپنے خون سے نہ قریب ہو۔ ہم اسے آج سے ہر جس
مخبر و ساز ہندوستان جاری سیرت ہے اور اسلام کی خاطر اسے ہر زبردیا مانے گا۔ وہاں طغہ پر دست و توسیع کی

کو تسلیم کرنا بہارِ پیدائشی حق و دروں کی شاعت و ترویج میں مذکورنا بایا عقیدہ سے جسے ہندوؤں سے نفرت یا دشمنی کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد ہندوستان کو اسی مصلحت کے سایہ میں رد و اعلیٰ اور سیاسی طور پر متحد کرنا چاہئے اور ہندوستان کی سیاسی نجات کا درکول درجہ تیس ہے۔

ایک نیا نیا صاحب کہتے ہیں کہ

”یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے حقوق سے ہم سے حقوق کو ملنے کی بجائے آزادی مقصد میں ہے بلکہ یہ محض ایک دریدہ ہے جس سے ایک بہترین اور مثالی اسلامی ریاست قائم کی جاسکتی ہے۔ بلکہ وہ جو ادارے ہیں، وہ غیر ہندوؤں کی اقتصادی نظامی سے نجات لے کر لیں، چنانچہ ہندوؤں کو کہ ایک بہترین اور مثالی اسلامی ریاست ہے۔ اس لئے اس اقتصادی نظامی سے نجات کا مطلوبہ عمل آزادی ہوگا۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد ہمارے لئے ایک غیر اسلامی دنیا میں زیادہ عرصہ تک ایسی خالی اسلامی ریاست حاصل کرنا ناممکن ہو جائے گا اس لئے ہم خاص اس امر پر توجہ دے کر ایک عالمگیر انقلاب کی حمایت کریں گے۔ ملحدانہ ہندوؤں کے اقتدار کو نبھاؤں اور برطانوی حکومت کے آئینی شکنوں سے آزادی یہ چند ذرائع ہیں جن سے ہم اپنا مقصد یعنی خاص اسلامی طریق پر ایک عالمگیر انقلاب حاصل کر سکتے ہیں۔“

زمانہ ماضی میں مسلمان اقلیتیں دنیا کے مختلف حصوں میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بہت مشکل کر رہی ہیں۔ حال میں انھوں نے کبھی اقلیت ہونے کا قبول نہیں کیا جبکہ اپنی تعداد یا اپنی قوت کے اعتبار سے ایک خود مختار اسلامی ریاست قائم کر سکتے تھے۔ ہندوستان میں خود مختار اسلامی ریاستیں قائم کرنے کی اس تحریک سے چین، اور روس میں اسی قسم کی تحریکیں کو تقویت ہوئی جہاں مسلمانوں کو ابھی تک محض اقلیت کی حیثیت حاصل ہے۔“

”وسط ایشیا میں دو کروڑ کی آبادی میں بجاؤں سے فی صد مسلمان ہیں۔ چینی اور روسی حکومتوں کے زیر نگین میں۔“

”اسلامی سیاسی مسائل ایک دوسرے سے ملحق ہیں۔ اس لئے ایک اسلامی ملک آزادی حاصل کرنے سے دوسرے ملکوں پر بددلت اثر پڑے گا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی قسمت کا براہ راست اثر دنیا کے دوسرے حصوں پر مخصوص چین کے مغربی ممالک اور روس کے مغربی اور مشرقی ممالکوں پر پڑے گا جہاں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ ہندوستان کے براعظم میں اقلیت کی حیثیت تسلیم کرنے کے سہی مرقہ کو کر دہ ہندوستانی مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کر دینا نہیں بلکہ تین کروڑ روسی مسلمانوں اور پانچ کروڑ چینی مسلمانوں کی دائمی مسئلہ کی یہ نیا لکھ دینا ہے۔“

یہ سمجھنا بالکل فطری ہے کہ اگر ہندوستان کو متحدہ جمہیت سے کاٹ کر لیں کی قیادت میں آزادی نصیب ہوتی ہے تو یہ

اور روس سے دوستانہ تعلقات قائم کرے گی۔ تاکہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں دوستی اور اطمینان کے دو درجنوں میں سے ایک کو دیکھنا ماسوائے ریاست کا قیام ممکن نہ ہو۔ ہندوستان کی جو سے وال کاٹریں ہندوؤں کی طرف سے تحریک کی طرف سے دیکھی جائے گی کیونکہ مسلمانوں میں اس تحریک سے ہندوستان مسلمانوں کو کسی ایک ملحدہ خود مختار ریاست قائم کرنے کی طرف رجحان ہو سکتی ہے۔

”ہندوستان مسلمانوں کی اپنی ملحدہ خود مختار ریاست بنانے کا لڑائی سلسلہ شروع و مدت ائمہ اسلامی تحریک سے متعلق ہے جسے قائم اسلامی ملک کو متحدہ متفق کرنے کے لئے مسطحی کمال، ترک مہم اور سید میل احمد مہم کی سرپرستی میں شروع کیا گیا تھا۔ اس تحریک کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ موجودہ اسلامی سلطنتوں کے علاوہ ایسی اسلامی سلطنتیں بھی قائم کرنے کے علاوہ اس میں تمام کی جائیں و اب تک موجود نہیں۔ اس سلسلہ میں جن دس جمہوریوں کا قیام تجویز کیا گیا تھا ان میں ایک اسلامی منگال کی جہت تھی۔ دوسری شمال مغربی ہندوستان کی اور تیسری ریاست حیدرآباد دکن کی“۔

یہ اطلاعات پڑھ کر اگر غیر مسلم اس بڑا سہ کے کو ایک ایسے مرحلے کی ابتداء سمجھیں جس کی تکمیل اسلام کے لئے ہندوستان کی تحریک وسط ایشیا کے مسلمانوں کی چین دروس کے نتیجے سے۔ ہائی اور آرمیں اسلامی طریق پر ایک مالگیر انقلاب پر چھٹی توان کا یہ خیال غلط نہ ہوگا۔ ہندوؤں جیتوں اور روسیوں پر اگرچہ اس قسم کے پاکستان کے مایوس کی گرم نظریں پڑتی رہی ہیں ان کی اس تخیل کی داد دینی چاہیے کہ وہ ملحدہ اٹھنے سے ایسی صورتیں فرض کر رہی ہیں جس سے ہندوؤں، جیتوں اور روسیوں کو غائبانہ اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں کہ مسلمان کو پہنچانے اور پینے کے مختلف طریقے سوچا کریں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمانوں میں نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کو تفریق کرنے کا خیال اور بہت پر دھیر کو پ لینڈ کے اس نکتہ کو بھٹلاتی ہے کہ مسلمان اقلیت ہندو اکثریت سے خوف زدہ ہے۔

(۲) یہ بات گھنا آسان نہیں کہ ایسی دو اسلامی ریاستیں ہندوستان میں قائم کر کے اقلیتوں کے مسئلہ کو حل کیا جاسکتا ہے۔ دنیا میں اس وقت کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کی آبادی اصل یکساں ہو۔ ہر جگہ اقلیتوں کا رہنا نظری ہے چنانچہ ہندوستان بھی اس اصول سے مستثنی نہیں اور نہ ہی اسے قیام کے بعد یہ دو اسلامی ریاستیں اقلیتوں سے مستثنی رہیں گی۔ تباہی کے مسلمان اقلیت کا ہندوستان سے منتقل کرنے کا خیال کو بھل گیا جاسکتا ہے۔ مسلم اکثریتوں کے علاقوں میں غیر مسلم اکثریت کا جائزہ ہم سے لے چکے ہیں۔ برطانوی ہند کے غیر مسلم علاقے میں مسلمان صرف ۱۰۱۶۲ فی صدی تک رہیں گے۔

برطانوی ہند میں مسلمانوں کی کل آبادی ۹۳،۱۹۵ لاکھ ہے جس میں سے ۲۰۲،۹۵۵ لاکھ (یعنی ۲۵۰۵۶ فیصدی) غیر مسلم علاقے میں رہ رہے ہیں اور اگر آسام، بنگال اور پنجاب کے غیر مسلم اکثریت کے ضلع پاکستان میں شامل نہ کئے جائیں تو ۲۹۹،۹۴۲ لاکھ (یعنی ۷۷،۷۷۷ فیصدی) غیر مسلم ہوں گے۔
 کاتاسب صوبہ دار اس طرح مختلف رتبہ حکام کا اڑیسہ میں ۱۶۹ فیصدی تو ۲۰۳،۱۵۱ فیصدی صوبہ متحدہ میں اور ۲۲،۲۲۲ فی صدی دہلی کے غیر صوبہ میں۔

ان مختصر اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو ہندو مسلم علاقوں میں اقلیت کی (بھی خاصی تعداد موجود ہے)۔ مسلمان اکثریت کے علاقے میں غیر مسلم اقلیت کی تعداد نسبتاً زیادہ رہے گی (اعداد شمار چھوڑ دے گئے) جہاں ایک طرف ہندو علاقے میں مسلمانوں کی اقلیت بنگال سے لیکر پنجاب تک اور ہالیوے لیکر اس کا بری ٹک پھیلی رہے گی وہاں غیر مسلم اقلیت چھوٹے چھوٹے علاقوں میں محدود ہے گا جس کا یہ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مسلمان اقلیت کسی ایک مخصوص علاقے میں اپنا سارا زور صرف نہیں کر سکتی اور اپنے مطالبات اور حقوق کی دینی مخالفت ہیں کہ سکتی ہیں کہ غیر مسلم اقلیت بنگال اور قریب قریب آباد ہونے کی وجہ سے کر سکی گی۔

اقلیتیں صرف ایک صورت سے بنیاد ہو سکتی ہیں، درود یہ ہے کہ ایک وسیع پیمانے پر آبادی کا تبادلہ کر لیا جائے۔ آبادی کا یہ تبادلہ درود سے ہو سکتا ہے ایک اپنی مرضی پر اور دوسرے زبردستی۔ سلسلوں اور غیر سلسلوں کی اتنی بڑی تعداد کا اپنی مرضی سے ہجرت کرنا ناقابل تصور ہے۔ بلقان میں خود اختیاری ہجرت کی رقم کھائے لاکھ لاکھ ہیں کہ لوگوں نے اپنے اور گرد کی چیزیں اور اپنا ماحول چھوڑنا پسند نہ کیا پھر ہندوستان میں تو زمین کے ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں کو اتنی زیادہ محبت اور اتنا زیادہ لگاؤ ہے کہ وہ صرف ایک دوسری ریاست کے باشندے ہونے کے لیے اپنا وطن چھوڑنے پر کبھی تیار نہیں ہو سکتے۔ خلافت کی تحریک کے سلسلے میں ہجرت کی تجویز پر جو نا کامیاں مسلمانوں کو ہو چکی ہے اس سے باطل یہ اُسبہ نہیں کہ اس قسم کے تبادلے کا خیال بھی کبھی ذہن میں لایا جائے گا۔

ہجرت کرنے کے سلسلے میں ماحول، آب و ہوا، طرز زندگی وغیرہ کا اختلاف ہی ایسا ہے جو اس کے امکانات، باطنی فتنے کو دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ مالی شکلات بھی ایسی ہیں جو اسے ناممکن بنا دیتی ہیں۔

اگر یہ ہجرت خود اختیاری کے بجائے جبریہ قرار دی جائے تو شکلات کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے سادہ لوگوں کے لئے رقم لائی جاسکتی ہیں یا کہاں سے اتنی بڑی آبادی کی ہجرت کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ جو لوگ ترکی اور یونان کے درمیان کچھ لاکھ کی معمولی تعداد کا ذکر اس درمیان میں لاتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جہاں چھ سات کروڑ کے تبادلے کا حامل ہو گا اور پھر ہجرت کا فائدہ اس قدر زیادہ ہو گا کہ تمام تجاویز بے سود ہو جائیں گی۔

مسلم لیگ کی قراردادوں سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم اکثریتوں کے مذہبی، ثقافتی، سماجی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق کے تحفظ کے لئے معقول اور مناسب انتظام کیا جائے گا جس میں مسلمان علاقوں کی غیر مسلم اقلیت اور غیر مسلم علاقے کی غیر مسلم اکثریت سے بھی مشورہ یا باجائے اب اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کی عظیم، عظیمہ خود مختار ریاستیں قائم ہوں گی جنہیں اپنے اپنے آئین بنانے کا خود اختیار ہے گا تو کس طرح ایک خود مختار ریاست دوسری خود مختار ریاست کو کسی اقلیت کو فاسد مراعات دینے پر مجبور کر سکتی ہے؟ فرض کرتے ہوئے کہ یہ اصول کے قیام کے بعد ان میں سے کوئی ریاست اپنے قوانین میں اقلیت کا کوئی خاص خیال نہیں رکھتی۔ ایسی حالت میں کون سی قوت ایسی ہے جو

میں ریاست گواپے میں میں ترکم کہنے نہ چھوڑ سکتی ہے ؟

گر گواپے کے بعد قزاقوں میں میں ایسی ترکم کر دی جائے جس سے اقلیت کو صدمہ پہنچے گا اسکا ہونا بد قوانین بنے ہوئے کے باوجود بد عمل در آمد نہ کی جائے تو کیسے ایک خود مختار ریاست دوسری خود مختار ریاست پر دباؤ ڈال سکتی ہے ؟

جمعیت بین الاقوام (LEAGUE OF NATIONS) کی مثال سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ دوسری حکومتوں کی ضمانت اور کارروائی میں مسئلے میں زیادہ کار آمد نہیں ہو سکتی۔ بدلہ لگانے کا طریقہ بھی بالکل قبول ہے۔ آئندہ کے لئے آئندہ اور دات کے لئے دانت کا پڑنا قانون بھی ناکافی ہے۔ انصاف پسند کمی یہ روا نہیں کہ کوئی ملک کسی اور ملک کے خلاف کسی بادشاہ میں سزا دی جانے یا محبوس کر دینے سے جب کہ ان دونوں کے درمیان سوا اس کے اور کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ یہ نہیں کہ وہ ایک خاص طریقہ سے نہ کی جاسکتی ہے۔ ایک طرف سلسلہ کی خیال کے مطابق یہ نتیجہ لے کر طریقہ استول نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ استعمال کیا گیا تو یہ سیاست کی بنیاد پر تباہی و تاراج سے بڑا کر بڑیت و شقاوت پر رہ دیں گے یا اور خواہ پاکستان کے حامی کچھ ہی کہیں نہ کہیں یہ کہنے پر تیار نہیں ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ذہن کا لطیف حصہ اس بربریت و شقاوت پر اثر کر سکتا ہے۔

ان باتوں کا ایک دوسرے سے غیر متعلق اور خود مختار رہنے کی وجہ سے کسی گروہ کے ساتھ ایک ریاست دوسری ریاست میں مقبول اور مناسب پرتو رکھنے پر اتنا زیادہ زور نہیں دے سکتی جتنا کہ ایک وفاقی نظام کی دورانیہ میں ایک دوسرے پر اثر ڈال سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بھی خود مختار ریاست کے پاس صرف ایک پڑاؤں میں ملازم ہو سکتا ہے اور وہ سیاسی وفد و نمائندگی نہیں اپنی شکایات دوسرے کے سامنے پیش کر سکتی ہیں۔ اس سیاسی نمائندگی کے بعد صرف جنگ کا چارہ کار رہ جاتا ہے یہ جنگ اقتصادی بھی ہو سکتی ہے اور فوجی بھی، لیکن سنگین الزامات اور سخت شکایاتوں کے باوجود کوئی بھی غیر ملکی اس وقت تک آسان نہیں ہوتا جب تک کہ ہر دو ملک کے باشندے ایک دوسرے سے براہ راست جو باتیں گئے کہ کوئی اور چارہ کار نہ رہ جائے۔ معمولی شکایات کی صورت میں تو غیر ملکی اسکا ان میں نہیں لیکن کوئی ریاست جنگ کا خطرہ اس وقت تک مول لینے پر تیار نہ ہوگی جب تک کہ اول اُسے شدید صدمہ نہ پہنچا ہو اور دوم یہ کہ اپنی ریاست کو اس جنگ سے فائدہ نہ ہوگا۔ امید ہو رہی ہے کہ دور دراز ملک میں صرف اپنے ہم مذہبوں کی ایک معمولی اقلیت کے لئے اپنی جان جو کھم میں ڈالنے کو کوئی دیکھ نہ پائے گا۔

یہ صرف تحریری عبارت نہیں بلکہ نتیجہ تحقیق برہمنی ہے۔ ہندوستان کے بڑوں میں اسلامی ریاستیں موجود ہیں لیکن متحدہ گواہ ہے کہ یہی ان میں سے کسی نہ ہندوستان سے اعلان جنگ اس بنا پر نہیں کیا کہ ان کے ہم مذہبوں کے ساتھ یہاں بڑا سلوک روا رکھا جائے ہندو متی مسلمانوں پر اگر بڑوں کے ذریعہ یا کسی دوسری ذراتوں کے ہاتھوں ان کے مفروضہ مظالم کو ثابت کریں ان اسلامی ممالک کے کاؤں پر وہ ایک ہو جائیں گے۔ یہ تو یہ جگہ انجمنیات یا مسلمانوں کی دھڑاؤں نے بھی منہ سے ایک فقرہ نہ نکالا ہے کہ ان کے نزدیک انگریزوں پر برتری

مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کر رہی تھیں۔

یہ شخص جس تکمیل ہے کہ دوسری اسلامی ریاستوں کے بعد غیر مسلم علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ ایسی کے برعکس اسلامی علاقوں میں غیر مسلموں کے ساتھ اچھے اور مناسب برتاؤ کا یقین اور گارنٹی ہو جائے گی۔ اقلیتوں کو ہمیشہ نظرت انسان کی ان عمومی خصوصیات پر مبرور کرنا ہوگا جو سب تہذیب یافتہ اقوام میں مشترک ہیں اور رنگ یا مذہب سے جن میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس میں پروردگار نے کوئی فائدہ نہیں کہ غیر مسلموں کو اس کے علاوہ اور کوئی خیال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں پر ظلم اور تشدد کر سکتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ غیر مسلموں کو مان لینا چاہئے کہ مسلمان ان کے ساتھ ناروا، بیجا اور غیر منصفانہ برتاؤ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ عجیب سا دنگی سے یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان کبھی غیر مسلموں پر بھروسہ نہیں کریں گے اور اسی وجہ سے کسی مرکزی حکومت کے باقوں خواہ اس کے قواعد کیسے ہی کیوں نہ بنے ہوں کبھی اپنے کو سرحد نہ کریں گے اور اس پر طرہ یہ کہ غیر مسلموں کو مسلمانوں پر مبرور کرنا چاہئے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں گے اور ان کے ساتھ کھر احاطہ کریں گے۔ اگر اعتبار کا معاوضہ اعتبار ہوتا ہے تو بے اعتباری کا معاوضہ بے اعتباری بھی ہے۔ اگر آپ کو غیر مسلموں پر اعتماد نہیں اور ہر قدم پر ان سے بھڑکنے لپٹتے ہیں تو آپ کو یہ امید رکھنے کا کوئی حق نہیں کہ دوسرا عطا لے تو رہے لگائے تو سب سے متوہ پر غل یہاں ہو کہ اسی طرح کا برتاؤ آپ کے ساتھ نہ ملے گا۔ خود مختار ریاستوں کا قیام کسی طرح اقلیتوں کے مسئلہ کا حل نہیں بلکہ اس طرح خود مختار ریاستوں میں اقلیتیں اور مذہب بھجور اور بے بس ہو کر رہ جائیں گی۔

(۳) اور (۴)۔

پاکستان ہندوستان کے دفاع میں بھی کوئی آسانی نہیں پیدا کر سکتا نہ شمالی مغربی سرحد اور نہ شمالی مشرقی سرحد پر۔ کہا گیا ہے کہ شمالی مغربی سرحد کے بعد لینے والے قبیلے سب مسلمان ہیں۔ جب ایک اسلامی ریاست قائم ہو جائے گی تو ان کا غیر مسلموں سے جہاد کرنے کا سارا مذہبی و سیاسی جوش ختم ہو جائے گا۔ اس امید کی نہ تو تاریخ میں کوئی مثال ہے اور نہ حقائق اس کا کوئی ثبوت ہی ہے۔ اسلامی ریاست کا یہ قیام ہندوستان کی تاریخ میں پہلا نہ ہوگا۔ جب سے قطب الدین ایبک سلطان کے سلطان کی حیثیت اختیار کی اس وقت سے سکھوں کے زور پکڑنے کے زمانے تک برابر ہندوستان کے شمال مغربی حصے میں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ چھ سو برس کے اس عرصے میں ہندوستان برائے سرحد سے جتنے حملے ہوئے ہیں سب مسلمانوں نے سلطان بادشاہوں پر ہی کئے ہیں کیونکہ اس وقت کوئی ہندو راجہ نہ تھا۔ علاوہ الدین خلجی نے سرحد پر کافی فوجی مورچہ بندی کر رکھی تھی مگر بار بار حملہ آور لیٹا کر کرتے رہے اور یہی حالت مسلمانوں کی حکومت کے تقریباً سارے زمانے میں رہی۔ تیمور، بابر، نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی کے تمام حملے مسلمانوں نے ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں پر کئے۔ تاریخ سے اس پچکانہ مفروضہ کی کوئی تائید نہیں ملے گی کہ مسلمانوں کی حکومت اتنی بھی علاقے میں قائم ہونے کے بعد حملے کے سارے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آج کل کے زمانے میں اگر دوسرے کوئی حملہ نہ ہوئے کی وجہ اسلامی ریاست کا قیام نہیں بلکہ دوسرے وجہ ہوں گے۔ صرف یہی نہیں کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے خلاف دوسرے مسلمانوں نے حملے کئے بلکہ خود مسلمانوں کے

پہلی قوم دنیا ہوگی۔ ان ریاستوں کو صرف غیر ملکی کے حلقوں ہی سے حفاظت کا سامان ہم سپہ سالار کی ضرورت نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے سے مدافعت کے لئے بھی تیار رہنا پڑے گا۔ اس کے لئے کچھ بہت زیادہ حساب لگانے یا کچھ کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ جو بارہ چوبیس کی صورت میں ہندو اور سلطان دونوں ریاستوں کے وسائل بہت کم ہو جائیں گے اور دفاعی سامان کی کٹوتی بڑھنے کے ساتھ ہی دونوں ریاستوں کو (اسلم و غیر اسلم) اس کا فریج پورا کرنا پڑے گا جس کا لازمی بار ان علاقوں کے رہنے والوں پر پڑے گا جس کا انجام پریشان ہے۔

مالی وضعی وسائل کے سلسلے میں ہم ہندو مسلم دونوں علاقوں کا جائزہ لے چکے ہیں کہ اگر یہ جوڑے سے دونوں کے وسائل کو دیکھیں گے مگر لیکن پھر بھی غیر مسلم علاقہ مسلم علاقوں کے مقابلے میں بہتر حالت میں رہے گا۔ اسلامی علاقوں کے پاس نہ تو اتنا سرمایہ ہوگا اور نہ ہی اتنے وسائل ہوں گے کہ اپنی دفاعی تیاریاں مکمل کر سکے۔ بہر حال یہ معاملہ تمام ہندوستان کے باشندوں کے لئے اہم ہے کہ اپنی دفاعی صلاحیتیں منتشر اور متفرق نہ ہوں اور نہ انفرجاءات ہی اتنے زیادہ ہوں جیسے ملک برداشت نہ کر سکے اور مردوری دفاعی صلاحیتیں متاثر نہ ہوں۔ یہ ضرور رہے بلکہ ہندوستان کی حالت میں الاقوام میں قابل اطمینان رہنی چاہئے۔

مسئلہ دفاع کی ایک دوسری صورت بھی ہے جسے پروفیسر کوپ لینڈ نے بیان کیا ہے اور جسے پاکستان کے ماہروں کو فورسے منجنا چاہئے۔

اگر اسلامی و غیر اسلامی خود مختار ریاستیں قائم ہوئیں تو ہر ایک کو جدا گانہ بری، بحری اور ہوائی قوتیں رکھنا ہوں گی جس میں لازمی طور پر اسی قوم اور فرقے کے لوگ ہوں گے جن کا وہ ملک ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فوج کی موجودہ ترتیب میں تبدیلی واقع ہوگی۔ ڈاکٹر مہید کار نے بتایا ہے کہ قبل ۱۹۴۷ء میں فوج میں ۹۰ فی صدی شمالی و مشرقی ہندوستان، بہار و صوبہ متحدہ کے لوگ ہوتے تھے اور دس فی صدی شمال مغرب کے لوگ لیکن بعد ۱۹۴۷ء میں حکومت کی پالیسی بدل جانے کے باعث یہ حالت بالکل الٹ گئی جس سے ۷۰ فی صدی شمالی مغربی حصہ کے سپاہی ۶ فی صدی پنجاب، گڑھ حوال اور کالیوں کے اور ۱۰ فی صدی شمالی مشرقی ہندوستان، بہار اور صوبہ متحدہ کے بھرتی ہونے لگے۔ چنگو اور ناقابل جنگ قوم کا فرق پہلے پہل ۱۹۴۷ء میں بھرتی کے اصول کے طور پر مقرر ہوا جس کی مزید تائید لاڈلہ رابرٹ اور لاڈلہ گجپت نے بھی کی جس سے شمالی مغربی ہندوستان کی قومیں زیادہ بہتر ہونے لگیں یہی وجہ ہے کہ مسئلہ میں ان کی تعداد میں بڑا اضافہ ہو گیا یعنی ۵۰ فی صدی شمال مغربی ہندوستان کی قومیں ۲۲ فی صدی پنجاب، گڑھ حوال اور کالیوں کے لوگ اور ۱۱ فی صدی بہار اور صوبہ متحدہ کے لوگ رہ گئے یعنی ۵۰ فی صدی مغربی ہندوستان کے اور ۲ فی صدی برہما کے سپاہی تھے۔

ڈاکٹر مہید کار کی کتاب سے ذیل کا نقشہ بیان پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ فوج کی ترتیب میں قوموں کا تناسب کس طرح بدلتا رہا۔

فوج کے بہت زیادہ لوگ اپنی نوکریوں سے برطرف کر دے جائیں گے اور اسلامی ریاستوں کو ان سب برطرف شدہ لوگوں کو اپنے یہاں جگہ دی پڑے گی۔

یہ سچ ہے کہ جنگی اور غیر جنگی قوموں کی تخصیص محض مجتہد ہندی کا نتیجہ ہے جس کا ایک مقصد پنجابیوں کو ان کی خدمات کے صلے میں انعام دینا اور موہبتہ دہار کے باشندوں کو ان باغیانہ اقدام کے لئے سزا دینا تھا جو ان سے صدر کے سلسلہ میں ہوئی تھیں۔ استیاز کسی تاریخی یا حقیقی بنیاد پر مبنی نہیں اور اسی لئے شاید کوئی قوی حکومت اسے برقرار نہ رکھے۔ اگر تجوارہ نہ ہو تو غالباً فوج کا تناسب ہر قوم کی آبادی کے لحاظ سے رہے گا لیکن ان کی تعداد میں تخفیف یا زیادتی کی ایک نہ ہوگی بلکہ آہستہ آہستہ اس پر عمل کیا جائے گا۔ پروفیسر کوپ لینڈ نے کہا ہے کہ فوج میں مسلمانوں کا تناسب جو ۱۹۱۷ء میں ۱/۱۰ تھا اور اب ۳۰ فیصد ہی ہے ۲۵ فیصدی سے بھی کچھ کم کر دیا جائے گا تو اس کا اثر پنجابیوں کے طرز زندگی پر کافی اثر پڑے گا کیونکہ ان کا ایک چوتھ حصہ انگریزوں پر گزر کر رہا ہے۔ اب یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ جب بٹوارے کی وجہ سے انھیں ہندوستان میں پنجابی مسلمانوں کی آمدنی کا یہ دروازہ باطل ہی بند ہو جائے گا تو ان کی حالت کس قدر خراب ہو جائے گی۔

کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اب حکومت ہند کی فوج میں ہیں وہی اپنی اسلامی ریاستوں میں بھرتی ہو جائیں گے۔ یہ بیشک ممکن ہے لیکن اس صورت میں بھونٹی ہی سلم ریاست کہیے ان تمام لوگوں کو اپنی فوج میں جگہ دے دیگی جو ہندوستانی فوج سے برطرف ہوں گے اور اگر اتنی فوج رکھ بھی لے تو اس کا بار انھیں کی گردن پر پڑے گا جس سے بقیہ غیر مسلم حصہ کو کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ اس طرح گویا مسلم علاقے کا جو نقصان ہوگا وہی غیر مسلم علاقے کا فائدہ ہے کیونکہ وہ دوسرے ایک ریاست اپنی فوج پر فوج کر گئی دی دوسری ریاست ان لوگوں پر صرف کر گئی جو اس کی آمدنی میں اضافہ کرنے والے ہوں گے۔

(۵) کہا جاتا ہے کہ صرف بٹوارے سے مسلمانوں کو اقتصادی خود اختیاری حاصل ہو سکتی ہے۔ اقتصادی مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک سرکاری نوکریوں کا ذریعہ اور دوسرے صنعتی ترقی کے ذریعہ اقتصادی ترقی الہالی۔ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو غیر اسلامی ریاستیں قائم ہونے کے بعد اس سے مسلمانوں کی حالت بہتر ہونے کے بہت کم امکانات ہیں کیونکہ ملازمتوں کی تعداد اور ان کے تناسب سے معین ہے جو اگر نامناسب اور غیر منصفانہ سمجھی جائے تو ترمیم کی جاسکتی ہے لیکن جب تک کہ یہ طے نہ کر لیا جائے کہ غیر مسلموں کو سرکاری نوکریاں دی ہی نہ جائیں گی یا ان کا تناسب اس سلسلہ میں زبردستی گھٹا کر انھیں محض فرقہ بندی کی چادر پست ٹھہرایا جائے گا سیری کچھ میں نہیں آتا کہ کیسے مسلمانوں کی حالت میں زیادہ تبدیلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ صرف سرکاری ملازمتوں کا معاملہ ہی ایسا ہے جس میں باہمی اتفاق کی صورت نکل سکتی ہے اور آنکھ کے لئے آنکھ اور دانت کے لئے دانت کی پڑائی مثل پوری اتر سکتی ہے۔

چونکہ غیر مسلم ملازمین کا تناسب مسلمان ریاستوں میں زیادہ رہے گا اس لئے انھیں اپنی مانگیں پیش کرنے اور حقوق حاصل کرنے میں آسانی رہے گی برخلاف اس کے غیر مسلم ریاست میں چونکہ مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کے ساتھ چھتری ہے اس لئے وہ اپنے مطالبات شاید اتنے زوردار اور سنگھٹ طور پر نہ پیش کر سکیں۔ مسلمانوں کا تناسب چونکہ مختلف صوبوں میں ایک جہتی

۱۳ فیصد تک ہے اور انھیں ہمیں اس سے زیادہ حاصل ہیں۔ اس لئے اس کا زیادہ استحسان ہے کہ غیر مسلم ریاست کی سرکاری ملازمتوں میں ان کی تعداد اور گنتائی جائے۔ اس وقت ملازمتوں کے بارے میں اگر کسی قسم کا معاہدہ ہو تو جو اس کے وقت اس میں تسلیم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس معاہدے کے وقت ہزارہ ہرگز مد نظر نہیں رکھا گیا تھا۔ اس طرح گویا ہندوستان کے مسلمان ملازمین ملازمتوں کے سلسلہ میں نقصان اٹھائیں گے اور ایسا نقصان جس کے عوض میں ان کے ہم مذہب بھائیوں کو اسلامی ریاستوں میں بھی کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

اقتصادی ترقی و فارغ البالی کا دوسرا پہلو صنعتوں کی ترقی ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ غیر مسلم آبادی کو تجارت میں جو ترقی حاصل ہے وہ ان سیاسی معایاتوں کے باعث ہیں جو انھیں حاصل تھیں۔ ہندوستان میں جو سیاسی اختیارات تھے وہ نہ تو ہندوؤں نے استعمال کئے ہیں اور نہ مسلمانوں نے بلکہ یہ تو برطانیہ کے قبضہ میں رہے ہیں۔ اگر آج ہندوؤں کو تجارت کے میدان میں مسلمانوں پر فزیت حاصل ہے تو اس کا سبب سیاسی سرپرستی نہیں بلکہ اپنی محنت و کارپردازی ہے۔ اگر اقتصادی برتری آبادی کے تناسب حاصل کئے ہوئے اختیارات پر مبنی ہوتی تو پاری جن کا تناسب ہندوستان کی آبادی میں بہت کم ہے کہیں قابل ذکر ہی نہ ہوتے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں اقتصادی اعتبار سے جو درجہ حاصل ہے وہ ہندوؤں سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں کہی جاسکتی۔ ان کی اس فارغ البالی سے کوئی حد نہیں کرتا اور نہ انھوں نے کبھی اس کی شکایت کی ہے کہ غیر پاری اکثریت ہندوستان میں انھیں کچلے ڈال رہی ہے۔ یہ کہنا کوئی معقول بات نہیں کہ ہندوؤں کی موجودہ حالت ان کے سیاسی اثرات و مراعات کی بنا پر ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد کسی طرح اپنی اس حالت سے اس وقت تک گرائے جاسکتے ہیں جب تک کہ اسلامی حکومت ان کے ساتھ تعصب کا برتاؤ نہ شروع کر دے۔ اگر پاکستان کے حاییتوں کا مطلب یہی ہے کہ پاکستان میں تاجروں کو صرف اس لئے ترجیح دی جائے کہ وہ مسلمان ہے تو وہ غلطی پر ہو گیا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ غیر مسلم اس ہزارے کو قبول کر لیں گے۔ اگر ہندوؤں کے ہاتھ میں اختیارات رہے ہوتے اور انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کو تجارتی مراعات دینے میں ان اختیارات کا بجا استعمال کیا ہوتا تو یقیناً صورت دوسری ہوتی لیکن جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے مرکزی حکومت میں انھیں کبھی اختیارات حاصل نہیں رہے اور صوبوں میں اختیارات انھیں حاصل بھی ہوئے تو صرف ۲۴ مہینہ کی مختصر مدت کے لئے۔ اور ادھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں پاکستان صوبوں میں حکومت کی لگام تقریباً آٹھ سال تک مسلسل رہی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پنجاب کے بعض ہندوؤں اور سکھوں نے اپنی صلاحیت، محنت، اور قابلیت کی بنا پر پنجاب کے باہر بھی صنعتی ادارے قائم کئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے بعض طبقے مثلاً غوجہ وغیرہ کی طرح راجپوتانہ، کاشمیر اور گجرات وغیرہ کے ہندو ہندوستان کے صنعتی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے موجودہ حیثیت کی سیاسی حق با رعایت کی بنا پر حاصل نہیں کی۔ ان کے مقابلے میں اور مسلمانوں کا بڑھنا اور ترقی کرنا اس وقت تک مشکل ہے جب تک غیر مسلموں کو دباؤ نہ اور کچلنے کا فیصلہ نہ کر لیا جائے جو خود مختار اسلامی ریاستوں کے غیر مسلم باشندوں پر مہر کی زیادتی اور ظلم ہوگا۔ اسی طرح ہم نے دیکھا کہ جن دوہ کی بنا پر ہزارہ طلب کیا جاتا ہے وہ یا تو غیر معقول ہیں یا ایسی کہ انھیں ہزارے کی جائز

وجہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ برخلاف اس کے بٹوارے کے خلاف بڑی مقبول وجہیں ہیں جن میں چند کا اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا جاسکتا ہے۔

(۱) چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں کے دن اگر ابھی نہیں تو جانے ہی وائے ہیں۔ حال کے واقعات سے ظاہر ہے کہ چھوٹی ریاستیں اپنی حفاظت تو کر ہی نہیں سکتیں بڑی بڑی ریاستوں کو اپنی آزادی برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ اس لئے آج کل کامیابی رجحان مختلف ریاستوں کو جمع کرنے کی طرف زیادہ ہے اور اگر بڑی ریاستوں سے بھی بڑھ کے کوئی عظیم تر ریاست کا قیام عمل میں آجائے تو چنداں تعجب و حیرت کا مقام نہ ہونا چاہئے۔ ایسی صورت میں یہ زبردست غلطی ہوگی اگر ہندوستان کو متحد و چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب ایک بار ہم بٹوارے پر آگئے تو ہندوستان نہ صرف مسلم و غیر مسلم ریاستوں میں بٹ جائے بلکہ ان مسلم و غیر مسلم ریاستوں کے بھی حصے ہو جائیں گے جس سے دلیان ملک کی مختلف ریاستیں قریب ایک طرف برطانوی ہندوستان بھی کٹ کٹ کے بٹ جائے سکتے حصوں میں بٹ جائے۔ ایسی حالت میں ہندوستان کی مثال ایک ایسے مکان کی ہوگی جس میں کچھ تو ہو اور باقی ملکی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار رہنا رہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں کمزور باہری حملوں سے اپنی دفاع کرنے کے ناقابل اور باہریوں کے اشارے پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنے پڑ جائیں گی۔

(۲) نیچا طور پر سارے ملکی وسائل سب کے فائدے کے لئے زیادہ بہتر طریقہ سے استعمال میں لائے جاسکتے ہیں اگر سب مل جل کر، ہنس خوشی، اس میں مدد کریں، بہ نسبت اس کے دو خود مختار ریاستیں قائم کر لی جائیں جس میں شمالی علاقہ علیحدہ بٹ جانے کی وجہ سے اتنا مفید نہیں ہو سکتے۔ دو ریاستوں کا محض خود مختار ہونا ہی ایک ایسی بڑی دیوار ہے جو مل جل کے کام کرنے میں حارج ہو جائے گی۔

ہندوستان کے سے وسیع ملک میں قدرتی دولتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس ملک کے مختلف حصوں میں تقسیم ہونے سے یہ ہوگا کہ ہر حصہ یا ریاست اپنی بعض بہت اہم اور ضروری چیزوں کے لئے دوسرے کی دست نگر رہے گی جس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہوگا۔ یہ امر کہ اسلامی مغربی و مشرقی علاقے اس بٹوارے میں سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے کہیں اور بیان ہو چکا ہے اور اس کا بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اسلامی ریاستوں کے پاس سرمایہ بھی اتنا نہ ہوگا کہ عمل اور دفاع کا خرچ برداشت کر سکیں۔

(۳) ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت اس وقت یہ ہے کہ ملکی ترقی پر زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے کیونکہ برطانوی حکومت نے اپنے کو کم و بیش پولیس کی حکومت سمجھا ہے جس سے ملکی ترقی کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس نقصان کے پورا کرنے کے لئے سارے ملک کو توجہ کرنا ہے جس سے اسلامی ریاستیں بھی مستثنیٰ نہیں لیکن ریاستوں کا بٹوارہ ملکی ترقی پر بہت برا اثر ڈالے گا جس میں اس زخار ترقی میں روڑا اٹکے گا۔ پھر وسائل گنت جانے کے باعث دونوں ریاستوں کو اس مد میں خرچ کے لئے بھی کافی رقم نہ میسر ہو سکے گی۔

(۴) دنیا کی قوتوں کا نیا رجحان جس سے اسلامی ممالک بھی ملحدہ نہیں ہے کہ سیاست اور اقتصادیات کو مذہب سے زیادہ اہمیت دی جائے۔ مسلم لیگ اور پاکستان کے نام پر خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہیں اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ ذیاتی تمام اسلامی حکومتیں یورپ کی عیسائی حکومتوں کی طرح دنیا دار اور لاد مذہب ہوتی جا رہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ہندوستانی مسلمان وقت کے اس بہتے ہوئے دھارے کو بدل دیں گے اور ہندوستان میں مالگیر بن جائیں گے؟

(۵) یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ بٹوارے کی اس تجویز کی سب غیر مسلموں اور کچھ مسلمانوں نے بھی سخت مخالفت کی ہے۔ مجھے یہاں فیصلہ کرنا نہیں کہ آیا مسلم لیگ مسلمان اکثریت کی نایندہ جماعت ہے یا جمیعت العلماء جمعیت المؤمنین، مگر اسرار، نیشنلسٹ مسلمانوں کے گرد، آل انڈیا شیوہ کافر نس اور دوسری جماعتیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آخر الذکر تمام جماعتوں نے بٹوارے سے شدید اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ پھر مسلمانوں میں صورت حال یہیں پایہ ہو ہندوؤں اور سکھوں نے صاف صاف پاکستان کی مخالفت کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بٹوارے کے مسئلہ پر مبتلا زور دیا جائے گا تعلقات اتنے ہی خراب ہوتے جائیں گے۔

یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ آئندہ کیا ہوگا لیکن اتنا ضرور ہے کہ پاکستان ہنسی خوشی حاصل نہیں کیا جاسکے گا اور اگر یہ تجویز منظور بھی ہوگی تو بٹوارے کے بعد بھی ایک دوسرے کے خلاف یہ بے اعتباری دوڑوں کے دلوں میں قائم رہے گی۔ یہ امید کہ بٹوارہ ہو جانے کے بعد دلوں کے غبار دھل جائیں گے محض سوچم ہے۔ امکانات تو اسی کے زیادہ ہیں کہ یہ بے اعتباری اور کینہ یہاں تک بڑھے کہ دونوں ریاستوں کو فوجوں کی ٹکر پڑائے اور اگر یہ نہ بھی ہو تو اقتصادی مقابلہ یا مسلح جنگ کا ہونا ناممکن نہیں۔

(۶) اس تمام جنگ و جدل، کینہ پروری اور بغض سے اقلیتوں کی حالت پر زبردست اثر پڑے گا۔ اسلامی اور فراسلامی ریاستوں کے اس تصادم کا یہ نتیجہ ہوگا کہ جو بہر دیاں ایک دوسرے کے دلوں میں اقلیتوں کے لئے ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی اور اقلیتوں کا آج کل سے بھی بُرا حال ہو جائے گا۔ یہ صورت حال بٹوارے کی منظوری کی حالت میں غیر مسلم اقلیتوں پر تو زبردستی نازل کی جائے گی لیکن مسلمان اقلیتیں بیشک اسے خود ہی مول لیں گی اور کسی دوسرے پر اس کا الزام نہیں لگا سکیں گی۔

گزشتہ چند سال میں ترقی پسند ادب کی تحریک نے اپنی کافی ترقی کر لی ہے کہ اس کی ترجمانی کے لئے متعدد رسائل کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس خیال کے مد نظر جہڑ آباد سے ایک عیسائی رسائی رسالہ "نیاز زمانہ" جاری کیا گیا ہے جسے حسن مشتہار اہل قلم غلام ڈاکٹر عبدالحکیم پروڈیوسر احشام حسین، کرشن چندر اور فضل الرحمن صاحب (خیر آباد) کی مساعی نامیہ حاصل ہے۔

اس کا پہلا شمارہ اواخر فروری میں شائع ہوگا۔ ہمیں توقع ہے کہ ملک کے وہ اہل قلم جنہیں اردو ادب اور اس کا پہلا شمارہ اواخر فروری سے بعد دی ہے اس طرف توجہ کر کے جلد از جلد آرائے۔ معافی اور تقصیر فرما کر اپنے مضمون

نیاز زمانہ
ڈاکٹر قاضی عبدالغفار

یہ مجھے "نیاز زمانہ" کرم بھائی روڈ - حیدر آباد... دکن

ہمارے کتابیں

اردو کی عشقیہ شاعری

از

فراق گورکھپوری

فراق کے کلام میں دنیا کی اعلیٰ ترین عشقیہ شاعری کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ فراق کی شرمو جو وہ زمانے کے بلند ترین کلام کی مثال ہے۔ عشقیہ شاعری پر سن و مشق کے معاملات پر اب تک ایسی کتاب اردو میں نہیں آئی۔
جلد با نقویہ قیمت دو روپیہ ۱۲

اصغر شاعر بھی تھا نقاد بھی اور ادیب بھی اُس نے شمع سخن کو اس شان سے فروزاں کیا کہ ساری نسلوں ادب بلکہ اُن کی اب بھی سن آئی اس کے مرزا داد کی تمدن پر دھڑکتی ہے اور اباب ملہ اس مچھانے کی نازک نیلیوں پر سر دھکتے ہیں اگر آپ ہم کے مطالب علیہ اور افادات ادیب سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو

اصغر گوندوی

اس کا مطالعہ کیجئے۔ اس میں جو کچھ پہلے اشعار میں لے کر مرتب کیا ہے اور اس میں ہر خانہ بامداد سدا صد کا نامی نام۔ اے ایم ایڈیٹر فیروز گاندھی۔ اسے آئندہ ادب کے دوسرے نقادوں نے شرکت کی ہے۔
قیمت دو روپیہ ۱۲

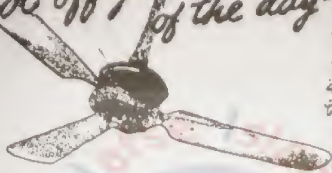
اردو شاعری کی ذہنی تاریخ

اصغر گوندوی مرحوم بیسویں صدی کے چارے ادیب ہیں جو مرتبہ رکھتے ہیں وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔ مرحوم کی ذہنی تاریخ اور شاعری کی تاریخ کا مطالعہ ہر شاعر کی تاریخ اور ذہنی تاریخ پر لازم ہے۔ خارجی طور پر تو اردو شاعری کے بارے میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن داخل اور ذہنی تاریخ پر اردو شاعری کی تاریخ حضرت اصغر کی اس تصنیف میں ابھار کی گئی ہے۔ چنانچہ اردو شاعری کے بارے میں پچھلے بکرا لیں۔
قیمت فی جلد دو روپیہ چار آنے

ساتھی اور دوسرا افسانے از۔ حمیدہ بیگم۔ اسے سبق آموز ہے۔ مطالعہ کے بعد موجودہ معاشرت کا تاریکی اور روشن پہلو نظر آئے گا۔ آج آج کے ادب اور اس طرح ہر طرح کے نئے نئے پتے سے زیادہ تجربہ کار ہو جاتا ہے۔
قیمت ایک روپیہ ۱۲

ملنے کا پتہ: سعید برادر س پبلشرز الہ آباد

اور پیلکوپچھت کر کے
Cool off your cares of the day-



کے سب کام اور توجہ کی تمام حالت ختم ہو جاتی
پیلکوپچھت کر کے سچے پستی اور سکون کو کا تو رہ
پچھت کر کے قابل اعتقاد ہوتی ایک روز مجھے
محلے سے چلے رہتے اور خداوندی رحمت لکھا
پہلی قسم کے پچھت کر کے دیر سے بڑے بڑے کو لکھا
جو صرف انداز کر رہی ہیں اصل دیکھ کر کو لکھا
وقت اس قدر کہے کہ ہر شخص اس میں سکتا ہے۔ اے اسی اور ڈی اسی دونوں قسم کے لکھے ہیں۔

پیلکوالکٹریکل انڈسٹریز لمیٹڈ

لاہور - امرتسر - بمبئی

RELIG
Ceiling Fan

خیرام کچھرو

ہندوستانی منظم فلم سازی کے ایک نئے معیاری ادارے کا قیام

پرستی :- ہمارا جگ جیت سنگھ صاحب بہادر والئی کیور تھلہ ایسٹ

کہانی امکالے دگانے
بروفیسر واقعہ مراد آبادی

راج ہٹ

پہلی تصویر

صادق علی

ڈیوس ڈائریکٹر

س کے لئے لکھے :-



کیونکہ قائم رہ سکتی ہے جبکہ عیب نہ لکھے اور دوسرے نہ لے یا مریض کو حکیم ہی عطا کر لے۔ یہی پاکیزہ خیال آنا تھا کہ حکیم اجل خاں صاحب مرحوم نے سن ۱۲۵۹ء میں ہندوستانی دواخانہ دہلی کو قائم کیا۔ باکشیج دوائیں میسر آئیں ساتھ ہی آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج دہلی کی بنیاد رکھی تاکہ مستند حکیم و وید ملک کی خدمت کر سکیں۔ اور صاف اعلان کر دیا۔ کہ ہندوستانی دواخانہ دہلی کا کل نفع کالج پر صرف ہو۔ اپنی عمر کا اندونہ بولانا ہی نہ جات تھے۔ صرف ہندوستانی دواخانہ کو عطا فرمائے۔ تاکہ ہندوستانی دواخانہ کی آمدن اتنی کافی ہو جائے کہ کالج بغیر کسی امداد کے چلتا ہے حتیٰ کہ یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچ جائے۔

آج ہم فخر محسوس کرتے ہیں کہ حکیم اجل خاں صاحب مرحوم کے صاحبزادے سچ الملک حکیم اجل صاحب اپنے والد مرحوم کے ہندوستانی دواخانہ دہلی اور طبیہ کالج دہلی کی سرپرستی جس مجاہدانہ سرگرمی سے کر رہے ہیں۔ اس کے نتائج اتنے شاندار کہ عنقریب وہ وقت آئے والا ہے کہ طبیہ کالج یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرے گا۔ اور یہ سب نتیجہ حکیم صاحب مرحوم کے خلوص اور آپ کی امداد سے ہوگا۔

چند مخصوص اور مجرب دوائیں پیش کی جاتی ہیں

کبریت و دھڑی سات و پیر اندھ سے پڑھ

قرص میں فروغ ہوئے ہیں۔ اور کرب ۲ قرص بال کے ۱۰۰ سوکھتے ہیں۔

قرض پور بندہ یہی۔ جسے اور قرض سے راج کر کے اور بن پڑ
کر رہے ہیں۔ ولی کو کہہ گئے عید کی تہنیت استعمال ۲۲ قرض کھانے کے
بعد اوروں دست کیا۔ تہنیت لی قرض دے دیے ۱

قرص کلاں جس طرح درود کو زبان سے صاف پڑھتا ہے اور اس سے اعصاب و فک ہل کر نرم ہو جاتے ہیں اسی طرح قرص کلاں درود کی طاقت سے تمام بیماریاں اور ادا ہو جاتی ہیں۔ قرص کلاں سے متعلق یہ حکایت سن کر ہوا میں ہے۔ وہ عجیب ہے کہ یہ دوا درود کا آسان نسخہ ہے۔ یہ کاروبار تھا۔ تب سے مجھے کمر کر دیا۔ دروغ ثابت دہر ہو کر مجھے یہ درود کلاں سے خود بخود نکلنے لگا۔ یہ سن کر دو سے ترکیب استعمال قرص فحش و بلی سے کھانسی پر نزل اور ٹی سہ ہرگز نہ ہو کر رہی۔ بہت سے قرص ہیں رو بہ کار آتے ہیں۔

[illegible]

قرص جریان جس طرح مہوں کو صحت کا جاننا ہے اس طرح جہان آدمی کو مہوں کے خیر میں پہنچا رہا ہے جب مرض بد سے بچا ہے بچا ہے کہ وہ جو عالم ہے، تھوڑی اور بڑی صحت نہیں رہی۔ دل و دھڑکا رہا ہے۔ دماغ اور تمام احسنائے رئیسہ کر رہا ہے۔ دماغ کا کام اور دماغ کا کام جیسے لگا بیٹا اور قوت حافظہ جواب دہ رہا ہے۔ اس لحاظ سے دماغ کے لئے دوسرے کا سنے سے محروم ہو جائے۔ سنگ سنگ بادر سے جو ملک کے لئے ہے۔

وہاں ہے۔ اس مرض کی بہت سی دواؤں کا ایک دوا جی بی بی ۱۸ سے اسیر و عرجین کے لوگ فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ قرص جی بی بی ۱۸ نہایت مفید دوا سرسری دواؤں عموماً کی جاتی حالت کو کم پور کرتے ہوئے قریب بہت کم دے کر بھی ہے۔ ترکیبی مطالعہ اور کیمیکل دشنام گاہ کے دو دورہ ایسے دہائی کے ساتھ استعمال کریں جیت۔ قرص جی بی بی ۱۸ ایک پیش ہر گشتہ ہندوستانی دوا فائدہ دہاں کو دے دیا گیا تھا اور وسیع الشک بیماری کے مہربانہ خاص طور پر کم عمر مت مواتیہ۔ ہمارا دوا ہاں تک کہنے مخصوص خراج ہنارہ

[illegible]

1940

اے بے رحم صلیبیہ! اس بدمعاش کو جو اس سال مرے ہے، مجھ پر بھی اس کا
 گناہ ڈال دیا ہے۔ اور نہ سنی کی، بلکہ سنی و شیعہ کے گناہوں پر اس کا
 قصور پڑھ گئی ہے۔ یہ سب سبیل پر قدم رکھنے والے کا یہی قسمت ہے۔

قرص کشنده خطا خورد و بمشقی خود را بر سر دیوار زد و در آنجا
مردی که در آنجا بود، فریاد کرد: "ای خدا! این مرد کیست؟"
و بعد از آنکه او را دید، فریاد کرد: "ای خدا! این مرد کیست؟"

کشتہ نظر کھلاں

عقیدہ ہے۔ یہ ایک احتمال ہے۔ دو دو ہول یکے سے حق ایک اور بار بغیر و گور بن لاہور ہے۔
اشارہ: محسب کریں، ترجمہ کے کوفت کا میں کیفیت لی، خرابی و مریض ہے۔

کشتہ فولاد صفت حملہ گزراں کیا۔ جون بکتر تیرہ گز تابہ کر تکیہ
استعمال۔ پول یک کشتہ حواشہ شہبائیس ۶۰ فٹہ پیش دوا اسکے باہر پول ۱۰ فٹہ

کمل الجراح

۱۲۔ روزِ دفتِ انکسور میں لکھا ہے: "آپہ قیامت فی سبیل ۱۳ شہ صدر
کے حکم کے مطابق"۔ حالِ انکسور اور نزولِ اللہ (روحانیت) کی ابتدا میں

عسکری دوا
عسکری دوا
عسکری دوا

کھل نزل
نزل المار کے لئے بہت علیحدہ ہے اور وہ عام نزل سے
استعمال کریں قیمت فی آؤر سے
دماغ اعصاب کو قوت دیتا ہے اور حرکت پاؤ کو چھوڑتا ہے

یوسف کبیر کو گم اور مرنے کا کہہ کر اس نے وہ لڑکے کی کفرت پیدا کرتا ہے

کی جتنی اہل حق و عدالت ہیں جس سے ترکیب استعمال ہو کر ۱۶۰۷ء میں یوسف صحران

مقصود من این کتاب آنست که هر کس در این کتاب مشاهده نماید که بعضی از
عقاید و اعمال را که در این کتاب مذکور است با عقاید و اعمال خود مطابقت
نمی یابد باید بداند که این عقاید و اعمال یا از جهت جهل یا از جهت غرض
است و اگر کسی بخواهد از این عقاید و اعمال آگاه شود باید به مطالعه این کتاب
توجه کند.

فہم شخص کا کہنا: اے صاحبِ ہوش! کوئی ہے جس نے اس شخص کو قتل کیا ہے؟

میں نے غلطی سے اس کو لکھ دیا ہے۔

انہوں نے اور اس وقت اپنی جماعت کی بہت سی چیزیں جمع کر رکھی تھیں اور ان میں سے ایک ایک کو ایک ایک شخص کو دیا گیا۔ ان میں سے ایک ایک کو ایک ایک شخص کو دیا گیا۔ ان میں سے ایک ایک کو ایک ایک شخص کو دیا گیا۔

استقامت من و نهان از او که در این وقت نذر عیب استوار کردی و خدا را
سختایا یا غیر بی بره کما فی تحقیق استیلا و در حکم
شمارک سلیمان فاضل صنف مضمون یکدیگر اگر چه اولاد و آن

کرسنه خاکی و نمین کی دشت به بیکر برسانه نگاه کنی آنچه به خاک و کثرت یزدان

ہی پوسٹ میں

مینجر هندوستانی دواخانه

پاکستان کی مختلف اسکیمیں

از

ادارہ نئی زندگی

اینگ پاکستان کی جتنی اسکیمیں چارے سائے آئی ہیں انہیں خاص طور پر پانچ اسکیمیں قابل ذکر ہیں :-
 (۱) ڈاکٹر سید عبداللطیف (۲) علی گڑھ اسکیم (۳) سکندر حیات اسکیم (۴) اسد امداد اسکیم اور
 (۵) پنجابی کی اسکیم پاکستان نیر کے نظریں کی معلومات کے لئے ہم یہ تمام اسکیمیں اپنے سرسری تجربے کے ساتھ وضاحت کرتے
 ہیں۔ گرچہ پاکستان اسکیم کے اڈل لٹری ڈاکٹر سید عبداللطیف ہی ہیں لیکن یہ اسکیم آپ نے سنہ ۱۹۹۰ء میں پیش کی تھی اور
 اب اسے جن معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے اس سے ڈاکٹر صاحب کو اختلاف ہے۔ آپ کا مضمون اسی سیریز میں
 شامل ہے جو ہجرت افزہ ہے۔

(۱)

ڈاکٹر سید عبداللطیف کی اسکیم

اس اسکیم میں ہندوستان کو مارسل ڈیگیا رو مندو ثقافتی معلقوں CULTURAL ZONES سے تقسیم کیا گیا ہے۔

مسئلہ علاقے

(۱) شمالی علاقہ - یہ علاقہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کے برعکس صوبے ہوں گے اور قریباً ۱۰۰۰ اور ۱۵۰۰ میل پر پھیلے ہوئے ہیں۔

(۲) شمالی و مشرقی علاقہ - اس میں مشرقی بنگال اور آسام کا صوبہ ہوگا۔

(۳) وسطی علاقہ - یہ علاقہ راستہ پور کی مشرقی سرحد سے لے کر راتھور کے علاقہ کو تاہر اکھنڈ ملک جا پکا اور اس میں لاہور،

دہلی، بھوپال اور گجرات کے شہر ہوں گے۔ اس کے ساتھ صرف ایک درام پوری ہوگی۔

(۴) دینی حلقہ۔ اس میں ریاست چیدراپور اور امرتسر کے رہنے والے ہیں۔ اس حلقہ میں کرناں اور واپا چیتور (CHITTOOR) کے حلقہ کے اور بھل پٹ کے برطانوی اصحاب اور جونی اٹھالی کے رہنے والے ہیں۔ اس میں شامل کر دئے جائیں گے تاکہ اس حلقہ کو سندھ کی کاروباری مل جائے۔

بند و حلقہ

(۱) اس حلقے میں نظریہ بحال کے وہ اضلاع جو مسلم علاقے بن گئے ہیں اور بنائے گئے وہ اضلاع جن میں بھنگر بان جلی جاتی ہے یہاں سے (۲) اٹھائیس۔ جس میں تمام اڈے بننے والے اضلاع شامل ہوں گے۔

(۳) پیار۔ اور یوٹی کا حلقہ جس کی دست لکھڑ اور دہلی کے مسلم علاقے کی سرحد تک ہوگی اور وہ وہ بنایا اور بندھیا کے درمیان واقع ہوگا، اس میں دست لکھڑ چند دیہاتیں بھی شامل ہوں گی۔

(۴) راجپوتانہ کی راجپوت ریاستیں مل کر ایک نقطہ بنائیں گی۔

(۵) گجرات اور کاتھیاوار

(۶) اعمار اشتر

(۷) کنارا

(۸) آندھر

(۹) ساحل آڈ

(۱۰) ملار اور

(۱۱) شمال مغربی ہند میں ایک ہندو اسکھوک اس میں کثیر کے بھی کچھ علاقے شامل ہوں گے۔

تبادلہ آبادی

صنف اسکیم نے ان مسلمانوں کو جو ہندو علاقے میں رہتے ہیں اسے دی ہے کہ وہ اپنے قریبی مسلم علاقے میں منتقل ہو جائیں اور اسی طرح ہندو مسلم علاقے میں ہیں وہ ہندو علاقے میں جائیں، ہرگز کے تبادلہ کا سوال ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اپنی خواہش کے مطابق ہندو یا مسلم علاقے میں رہنا پسند کریں پچے جائیں۔ لیکن یہ تبادلہ آبادی فوری طور پر نہ ہو بلکہ کئی سال کی مدت میں نقش ہوگا اگر اختتام میں سہولت ہو۔

مرکز

اس اسکیم کا مقصد جمہوریت کی بنیاد پر متجانس ریاستوں CULTURALLY HOMOGENEOUS STATES کی ایک امداد (CONCEPT OF DEMOCRACY) قائم کرنا ہے لیکن فی الحال یہ اسکیم انسانی جہد و ناکامی کا نتیجہ ہے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے کہ وہ آزاد دی دیا جائے اور عورت ناگزیر ماحول سے پیدا ہونے والی خارجی حکومت ملی تقاضا سے درمیان و فیرو وفاق کے سپرد کئے جائیں۔ اس دستور میں دی گئی چیزیں ان کے حکمرانوں کے حقوق کو بھی پسینہ بخشنے کیلئے تسلیم کر لیا گیا۔

نمبر ۱ امریکی منسلک (EXECUTIVE) اکثریت پر مبنی ہوگی، جیسا کہ انجمن کی پارلیمنٹ کا قاعدہ ہے، ایسا ہی منسلک ہوگا، جو ہندو اور مسلمانوں دونوں کو رکھ کر بنائی جائے گی، اگرچہ مجلس متفقہ جس معنی کی تھی کہ کبھی یہ عوامی تشکیلات گزرتے آزاد ہوگی اور صرف صنف ہندو اور مسلمانوں دونوں کو رکھ کر بنائی جائے گی، وزیر اعظم اور اس کی کابینہ

STABLE EXECUTIVE INDEPENDENT OF LEGISLATURE

ڈاکٹر بدیع الدین صاحب لکھتے ہیں :-

نعمت و نیر اعظم مرتضیٰ خاں غفرلہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کی تعلیم کا اختیار نہ کرے گا
لانیگ کا رچہ بدامانہ انتخاب ہوگا اور تمام عربوں میں مسلمانوں کی سرحد و تمدن اسلامی اور عربی عالم قائم رہے گی۔

نقائص

ان بنیادی نقائص اور کمزوریوں کے علاوہ مرقم ہند کی تمام ایکٹوں میں شرک میں موجودہ اسکیم کے مخصوص نقائص درج کرنا ہوں۔
(۱) مندرجہ بالا تعلیم کی اصول کی بنا پر نہیں کی گئی ہے اور کوئی نگہ نہایت غیر معیاری ہے اس قسم میں ان عقائد کو ہی مسلم طبقے میں شامل کر دیا گیا ہے
میں متحدہ اکثریت ہے۔ مگر آسام خانی مشرقی بنگال میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہاں ۵۰ فیصد ہندو رہتے ہیں اور صرف ۳۰ فیصد مسلمان۔ اسی لیے
آسام کا مسلم طبقہ شامل کیا جاسکتا ہے۔ جہاں ۵۰ فیصد مسلمان ہیں۔ بھارتی اور گونگا علاقہ جو مسلم طبقے میں نہیں آسکتا کیونکہ اس علاقے میں ہندو
کی بہت زیادہ اکثریت ہے۔ مگر ہندوستان میں مسلمان صرف ۱۴ فیصد ہیں۔ بھارتی میں ہی قریب قریب اسی تناسب میں آباد ہیں۔ مگر آباد کی قوم مسلم طبقے میں نہیں
آسکتا کیونکہ وہاں ہندو کی اکثریت ہے۔ اگر حیدرآباد صرف اس سبب سے کہ اس کا آباد مسلمان ہے مسلم طبقے میں شامل کیا جائے تو کوئی دینی مسئلہ نہیں
کو پاکستان میں رکھا جائے کیونکہ اکثریت کا آباد ہندو ہے۔ علاوہ اس کے آرکٹ اچکل پٹ اور مدراس میں بھی ہندو اکثریت ہے۔ صرف اس لیے سیاست
میں آباد کو متنازعہ راستہ مل جائے ہندو اسے دینے پر راضی نہ ہوں گے۔ کوئی دینی مسئلہ کہ مدراس ایسا ہندو کا نظام کو دیا جائے نہ کہ ہندو اکثریت
ہے۔ اس لیے اسے ہی مسلم طبقے میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) تبادلات آبادی اس اسکیم کی ایک بنیادی چیز ہے جو بالکل ناقابل عمل ہے۔ اسکیم مذکور کے مطابق تبادلہ ضرور کیا جائے تو تقریباً میں کہ وہاں
ہندو اور مسلمانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑے گا۔ اس پر سے بیان نہ تبادلات آبادی بالکل ناقابل عمل ہے۔ یہ تبادلہ صرف برطانوی سرحدوں کے
درمیان نہیں بلکہ برطانوی سرحدوں اور ریاستوں کے درمیان بھی ہے، کوئی درجہ نہیں کہ برطانوی ہند کا باشندہ جسے ریاستوں سے زیادہ شہری آزادی اور
سہولتیں حاصل ہیں۔ ریاستوں کی خصوصی حکومتوں میں جانا پسند کرے۔

اگر انتقال آبادی اختیار کیا جائے تو شاید یہ کوئی اپنا دین چھوڑنے پر راضی ہو۔ اور اگر جبری رکھا گیا تو ملک اس سے ایک بے پناہ غم
میں مبتلا ہو جائیگا۔ تبادلہ آبادی کے اثرات حکومت کیلئے ناقابل برداشت ہوں گے اور اگر وہاں لوگوں کے لئے حکومت روزگار کا بھی انتظام کرے
(۳) معنی اسکیم نے برطانوی اقتدار کے ماتحت 'نیشنل مینا' ہے جس کا مطلب ہے۔ ملک کی دائمی فلاحی۔ علاوہ اس کے ریاستوں کو
اس کی شخص اور دیوانہ کی حکومت کے ساتھ مل کر قائم رکھا گیا ہے جس کے سنی یہ ہیں کہ چکرور ہندوستانیوں پر شخص اور ظالمانہ حکومت کی حالت
تبادلہ قائم رہے۔ اور وہ کسی اپنی جمہوری اور آزاد حکومت قائم نہ کر سکیں۔

(۴) یہ اسکیم منظرہ EXECUTIVE کو مجلس قانون ساز LEGISLATIVE کے ماتحت نہیں رکھتی جس کا مطلب ہندو
کی تفریق ہے۔ موجودہ داسرہ کے کی (مرکزی) حکومت اور اس حکومت میں کوئی فرق نہیں کیونکہ داسرہ کے دوران کی ایک تفریق کا مندرجہ
جاسن حق کے آگے اپنے افعال کیلئے جواب دہ نہیں اور۔ پہلی انھیں کان چاہے ہی تو نہیں کال کلتی۔ غرضیکہ اس اسکیم کا مقصد ہندوستان میں جمہوریت کا

۵۰۔ یہ کتاب کا ترجمہ کے بعد کیا اصلاحوں کی موجودہ، پانچویں مہینہ میں قائم ہوگی، ناگہان میں ہے۔ طاقتوں کو روکنے WEIHTAGE لائیں ان کے کتاب سے زیادہ ہی ہوئی ہیں اور وہ ہندو اکثریت کے حقوق سے رشتہ کر کے دی گئی ہیں، وہ بھی نفرت کی تیار پختہ ہونے کے بعد قائم نہیں رہ سکتیں۔

۵۱۔ اٹالی ڈی مہیوں کی اس تقیم سے جو پاپ کی بڑی بڑی خفوں کے رانے ہندو علاقہ میں رہ جاتے ہیں۔

(۲)

علی گڑھ اسکیم

اس اسکیم کے تحت علی گڑھ اسکیم یونیورسٹی کے "پروفیسر سید ظفر الحق" نے نسل میں تادیبی ہیں۔ یہ اسکیم سارے ہندوستان کو متحدہ خفوں میں باشتی ہے۔ جس کا ہر حصہ کل طور پر ایک سلطنت ہوگا اور تمام حالات میں آزاد اور خود مختار ہوگا۔
تقیم اس طرح پر ہوگی۔

۱۔ پاکستان
اس میں پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور پنجاب کے بھارتی مہیوں کے اور کشمیر، جموں، کشمیر، چٹا، سیکیت، بھین، سرحد، کشمیر، تاجک، جھٹ، چٹا، کپورتھلہ، ایسٹرن، پتھریل، دیر، تھاک، موآر، ملاس، پٹہ، بھاول پور اور شملہ کی پارٹی ریاستیں ہوں گی۔
جموں آبادی - ۳ کروڑ ۹۰ لاکھ مسلمانوں کا تناسب ۷۰ فی صدی۔

۲۔ بنگال
اس میں صوبہ بنگال، راہوڑا اور دہلی کے اضلاع کے اسوا، چھٹا اور گڑھ کا ضلع اور بارہا پور میں ضلع ہوگا۔
جموں آبادی - ۵ کروڑ ۵۰ لاکھ - مسلمان ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب ۷۰ فی صدی۔

۳۔ ہندوستان
اس میں ہندوستان کے تمام بقیع جتے اور ریاستیں (حیدر آباد، پاکستان، بنگال اور بنگال کی ریاستوں کے اسوا، شان، ہلہ گے۔
جموں آبادی - ۱۱ کروڑ ۶۰ لاکھ - مسلمان ۶ کروڑ ۹۰ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب ۷۰ فی صدی۔
۴۔ حیدر آباد
اس سلطنت میں ریاست حیدر آباد، صوبہ برآ اور کرناٹک (جس کے کچھ اضلاع در اس سے لینے پڑیں گے اور کچھ اڑیسہ سے)

شان ہوگا۔
جموں آبادی - ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ - مسلمان ۲۱ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب ۷۰ فی صدی۔

۵۔ دہلی
اس میں صوبہ دہلی اور صوبہ متحدہ کلاسیک ڈویژن اور ریگنڈ ڈویژن اور علی گڑھ کا ضلع ہوگا۔

بحری آبادی . اگر ۶۰۰ لاکھ مسلمان ۵۰ لاکھ مسلمان کا تناسب ۰۰ فی صدی .

۶۔ مالابار

اس سلطنت میں ۱۰ لاکھ مسلمان اور ۱۰ لاکھ مسلمان کا تناسب ۰۰ فی صدی .

بحری آبادی . اگر ۶۰۰ لاکھ مسلمان ۵۰ لاکھ مسلمان کا تناسب ۰۰ فی صدی .

۷۔ آزاد شہر

ہندوستان میں جتنے شہر ۵۰ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی رکھنے والے ہوں گے انہیں آزاد شہر (FREE CITY) کا درجہ دیا جائے گا اور وہ خود بطور ایک سلطنت کی مانند آزاد ہوں . ان آزاد شہروں میں بحری حدود پر تقریباً ۱۰ لاکھ مسلمان ہوں گے اس کا تقصد یہ بھی ہے کہ ان میں جس طرح مسلمان بکھرے ہوئے ہیں وہ اس پاس سے سٹ کر ۵۰ ہزار آبادی کا شہر بنائیں اور اس طرح خود مختار ہو جائیں . بہر حال یہ حکیم مندرجہ ذیل خاکہ م کے ذریعہ آسانی سے سمجھ میں آسکے گی .

خطہ	سلسلہ ۱۰۰	فی صدی
(۱) پاکستان میں موجود سرحدی ، سندھ ، بلوچستان ، پنجاب اور ریاستیں شامل ہیں :	۶۰	۴۰
(۲) بنگال	۵۰	۴۰
(۱) ہندوستان میں موجود متحدہ ، ہمارا ، آڑامید ، بلٹی ، دھراس ، سی ، پی ، وسط ہند ، راجپوتانہ وغیرہ شامل ہیں :	۱۰	۹۰
(۲) دہلی	۲۸	۷۲
(۳) مالابار	۲۰	۸۰
حیدر آباد (جس کو جدا گانہ خطہ قرار دیا گیا ہے)	۴	۹۶

مرکز

مرکز کی شنہی کے تعلق پر دیکھو ما جان کوئی سات چیز نہیں پیش کرتے . بہر حال آپ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا ہر ایک ریاست تمام ہندوستان سے

دوسری قسم کے لئے قابض قبول نہیں ہو سکتا، علاوہ اس کے ہزاروں کرناجک کے ہندو علاقوں کو حیدر آباد کی ریاست میں یکساں کر دیا جائے اور اسے ہندو کیلئے نگر کریں اس کی کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی ہے۔

(۶) یہ ایکم ہندوستان پاکستان اور بنگال میں کے بے برطانیہ سے ملحقہ خطہ سماج سے کرنا چاہتی ہے۔ جس کا مطلب دوسرے علاقوں یہ ہے کہ ہندوستان برطانیہ کے رحم و کرم پر رہ جائے اور جس طرح گھریلو کی داخلی فوجات کے نرازمیں پٹنگس اور کولونریز کے ہندوستان سٹونی کو ایک دوسرے سے اڑایا اور اپنا مطلب کاٹنے کے لئے کسی ان کا ساتھ دیا اور کسی ان کا وہی نقشہ ہندوستان میں دیا اور اس کا (۷) ہندوستان کی آزادی ہمیشہ کیلئے مسدود ہو جاتی ہے۔

(۸) پاکستان اور بنگال میں جن میں مسلمانوں کا ٹن قرار دیا گیا ہے۔ غیر مسلم کی اتنی زبردست اور طاقت ور اقلیت رہ جاتی ہے۔ جسے ہندوستان کا اٹل بھنگا ہے۔ پاکستان میں ۴۰ فی صدی ہندو اور سکھ رہ جاتے ہیں اور بنگال میں ۴۴ فی صدی ہندو۔ ۴۰ فی صدی ہندو اقلیت نہیں بلکہ اسے مساوی قوم کنا چاہئے۔ پھر یہ اقلیت دولت علم اور سیاست میں برتر سے مالا مال ہے اور دولت میں بھی مسلمانوں سے بہت آگے ہے۔ ان کی اتنی بڑی تعداد میں علم و ملاقات میں موجودگی کسی بھی اسلامی حکومت قائم کرنے میں دے گی۔

۳) سکندر ایکم

یہ ایکم سر سکندر حیات مرحوم نے مسلمانوں اور دینی رہنمائیوں کو ملنے کرنے کے نقطہ نظر سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (۱۹۴۷ء) کی زیرم کیلئے پیش کیا۔ اس ایکم میں ہندوستان کیلئے وفاقی (FEDERATION) کو گزیر قرار دیا گیا ہے۔ اور اس میں ہندوستان کو مندرجہ ذیل سات طبقوں میں (HOMOGENEOUS) منطقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

منطقہ ۱

اس میں آسام اور بنگال (ایک با دوسری منطقہ کے اسوا) کے صوبے اور بنگال کی ریاستیں اور سکھ شامل ہوگا۔

منطقہ ۲

بھارتیہ کے صوبے جس میں بنگال کے دو اضلاع بھی شامل کیے جائیں گے۔

منطقہ ۳

صوبہ متحدہ اور اس کی تمام ریاستیں۔

منطقہ ۴

صوبہ مدراس، مدراس کی ریاستیں

منطقہ ۵

اس میں بمبئی، حیدر آباد، مغربی سندھ کی ریاستیں، صوبہ بمبئی کی ریاستیں، میسور اور صوبہ برہمنی کی دینی ریاستیں شامل ہوں گی

منطقہ ۶

راجستھان کی ریاستیں (بھارتیہ اور مسلم کے اسوا) محمد آباد اور وسط ہند کی ریاستیں اور صوبہ بھارتیہ کے صوبہ مدراس اور مدراس کے صوبہ مدراس

اس دفعہ میں سربراہ پنجاب، سربراہ سندھ، سربراہ بلوچستان، سربراہ پنجاب کی ریاستیں اور ریاستیں جو پہلے کی ریاستیں تھیں۔

یہ ایک گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۵۰ء کی ایکٹ ہے۔ اس سے اس میں اکثریتی چیزیں ہیں جو اس ایکٹ میں موجود ہیں۔ ایک آل انڈیا فیڈریشن تسلیم کیا گیا ہے۔ ہر منطقہ (ZONE) کے لئے ایک منتخب نمائندہ (REGIONAL LEGISLATURE) کی گئی ہے جس میں اس منطقہ کے برطانوی مقبوض اور ریاستی مقبوض کے نمائندے شامل ہیں۔ اس طرح سندھ، بلوچستان، پنجاب کی ریاستیں کے لئے جو اراکین منتخب ہوں گے۔ وہ فیڈرل پارلیمنٹ کی اسمبلی بنائیں گے اور اس اسمبلی کے اراکین کی تعداد ۵۰۰ ہوگی۔ بلوچستان اور سندھ ۱۵۷ ریاستوں سے کی ہوگی۔ اس تعداد میں ۱۲۵ ریاستیں ۱۳۵ ممبروں کی ہوں گے۔ مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقلیتوں کو بھی حق حاصل ہوں گے جو موجودہ دستور (۱۹۵۰ء) میں موجود ہیں۔

فیڈرل منسٹر (FEDERAL EXECUTIVE) ان اراکین پر مشتمل ہوگی۔ ۱۱۱۔ دوسرے اور (۲) وزیر اراکین ایک کونسل۔ وزیر اراکین کی تعداد کم سے کم سات اور زیادہ سے زیادہ ہوگی۔ ان میں سے ایک فیڈرل اسمبلی کے اراکین میں سے چنا جائے گا۔ وزیر اعظم کا انتخاب حق داسٹر سے ہوگا اور کابینہ کے وزیر وزیر اراکین اور داسٹر سے بنائے جائیں گے، لیکن اس امر میں وزیر اعظم سے مشورہ لے لیں گے۔ یہ لازمی ہوگا کہ ہر منطقہ سے ایک وزیر لیا جائے اور وزیر اراکین کی تعداد کم سے کم ایک ہوگی۔ انڈیا ریفرنڈم ایکٹ ۱۹۵۰ء کے تحت فیڈرل اسمبلی کے ابتدائی پندرہ یا بیس سال تک داسٹر سے کوئی اختیار ہوگا کہ وہ دوسرا فیڈرل اسمبلی سے باہر سے لیں، ان کے تحت دفاع (DEFENCE) اور خارجی معاملات ہوں گے۔ اگر کوئی وزیر اپنے منطقہ کا مفاد کو دیکھ کر وزارت سے استعفیٰ دینا چاہے گا۔ فیڈرل اسمبلی میں کابینہ کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پاس ہونے پر ساری کابینہ کو استعفیٰ دینا پڑے گا۔ لیکن دفاع اور خارجی حالات کے وزیر کے خلاف عدم اعتماد کی کوئی تجویز لائی جائے گی۔

فیڈرل اسمبلی کے اراکین کا انتخاب ممبروں میں جاسٹس تعین کریں گی۔ لیکن ریاستوں کے نمائندوں کا انتخاب اس طرح ہوگا کہ ابتدائی فیڈرل اسمبلی ۱۱۱ اراکین کی رحاط سے امر کریں گے۔ اولیٰ تعداد دوسری ریاستوں کی اسمبلیوں سے لے جائیں گے۔ دستور میں ان امور کا تعین کیا جائے گا (۱) اگر فیڈرل اسمبلی کے خلاف کسی اراکین کی تعداد نہ پیدا ہونے پائے (۲) ریاستوں اور برطانوی کے درمیان جو پرانے عہد نامے ہیں ان میں سے فیڈرل اسمبلی قائم رکھا جائے۔ یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو ان کی جو شکل و صورت تھی اسے علی حاد قائم رکھا جائے۔ خارجی تعلقات ریل و سرائی، کرنسی، جنگی، وغیرہ کے نئے مرکز کے ہاتھ میں رہیں گے۔ انڈیا (RESIDUARY) اختیارات ممبروں کی کمرل میں

نفاذ

اس ایکٹ پر ہم اس نے زیادہ توجہ دینا نہیں چاہتے کہ جو فیڈرل آف انڈیا ایکٹ ۱۹۵۰ء کی ایک دوسری شکل ہے۔ ہندوستان اس دستور کے ناقابل قبول ٹھہرا چکا ہے اور خواہ اسے کسی شکل میں ہی پیش کیا جائے اسے منظور نہیں کر سکتا۔ ان سکندرمیات مروجہ نے اس ایکٹ میں مسلمانوں کے جو حق رکھے ہیں ان پر البتہ غور و خوض کیا جا سکتا ہے۔ ہر حال اس ایکٹ میں جو نقص ہیں وہ غور و خوض میں ہیں۔

(۱) صوبائی اور مرکزی (فیڈرل) جاسٹس تعین کے درمیان ایک مزید مجلس تعین کی جائے گی۔ اس سے رک دی گئی ہے۔ جس سے اس کی امور

اور تانہ ساری میں چند چھبہ شکلات پیدا ہونے کا حشر ہے۔

۱۱۔ ایسی نانیہوں کے لئے راہِ راست انتخاب ہے، میں اس وقت بھی ہے۔ اور ایسی ایک بڑی تعداد نندہاں اس میں رہی نامزد ہو کر رہی۔

۱۲۔ وزیر اعظم کے انتخاب کا انقباض نندہاں اس میں کوئی نہ دیا گیا ہے۔ علاوہ ان قبیلہ دار کا انتخاب بھی مودیہ و مسرا سے ہی کیا گیا ہے۔ کالجیہ برکاک ساری کا مین و مسرا سے کی ہوگی۔ و مسرا سے ان کے زیرِ مصلحت کی حکومت چاہیں گے یہاں تک کہ۔ نندہاں اس میں جواؤں کے امزد کردہ اراکین اور جبرِ قہر دارانہ انتخاب کی بنا پر منتخب شدہ اراکین کی ایک خاص تعداد آجائے گی۔ جس کے سبب کا مین پر عدمِ اقبال کی تجویز کا پاس بڑا مشکل ہو جائیگا۔

۱۳۔ کا مین میں ۲ ایسے وزراء کا شمول کیا جانا جو نندہاں اس میں نہ ہوں۔ اور خارجِ معاملات جیسے ہم نکلے ان کے سپرد کرو یا نیشنل لیگلی مفاد کے لئے سخت سخت رسائی ثابت ہوگا۔ چیرمین جی ہے کہ ان وزراء پر عدمِ اعتماد کی تحریز تصدیق نہیں آئی ماسکتی اور وہ انکل عزت و دامن ہیں۔

۱۴۔ اس ایکم سے ہندوستان کی پوزیشن موجودہ دستور سے آگے نہیں جاتی اور آزادی و جن ترقیوں ایک خراب و خیال ہو جاتا ہے۔

لیکن ہر حال اس ایکم میں ایک خوبی بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ دوسری سیکشن کی طرح اس میں ہندوستان کو فرتروارانہ طور پر تقسیم نہیں کیا گیا ہے اس ایکم کو زیادہ سے زیادہ۔ سبوں کی ایک جہدِ تقسیم کہہ سکتے ہیں جس میں اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ تمام منطقے تعاقبی اعتبار سے متجانس (HOMOGENOUS) ہوں۔

(۴) اسد اللہ ایکم

یہ ایکم بہت ہی سہل اور مختصر ہے۔ یعنی شمالی ہندوستان مسلمانوں کو دیا جائے۔ دکن و مہاراشٹر کے دکن کا حصہ ہندوؤں کو۔ اور جمہوریت سے زیادہ پرشاد آبادی کا مین مشورہ دیا گیا ہے اور مسندوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ جنوبی ہند میں پہلے جائیں اور جنوبی ہند کے کل مسلمان شمالی ہند میں آئیں۔

یہ ایکم اس قدر سہل اور غیر معائنہ ہے کہ اس پر کسی قسم کے تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(۵) پنجابی کی ایکم

اس ایکم کے ذریعہ ہندوستان کو سندھ و بلوچستان و افغانستان پر تقسیم کیا گیا ہے جو ایک کل ہندو۔ ALL-INDIA FEDERATION میں شامل ہوں گے۔

۱۔ سندھستان فیڈریشن

اس فیڈریشن میں صوبہ بلوچ (۱۵ سالہ ڈویژن) لاہور اور بہاولپور ضلع کی گزٹ شدہ شہر اور آبادی تحصیل کے اسٹا، صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان کے صوبہ اور گزٹ شدہ آبادی، آب، قیر، سوات، چترال، خان پور، تلات، لاس بیل، کچھو، کچھو، اور کایہ کوٹہ کی ریاستیں ہوں گی۔ یہ تمام ریاستیں اور صوبے سندھستان فیڈریشن کے اجزاء (UNITS) ہوں گے۔

رقبہ ۳ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۳۰ کروڑ ۳ لاکھ۔ مسلمان ۸۲ فیصدی۔ ہندو ۱۰ فیصدی۔ سکھ ۱۰ فیصدی۔

۲۔ ہندستان فیڈریشن

اس میں صوبہ متحدہ، صوبہ متوسط، صوبہ باریک، آسام، اڑیسہ، بمبئی، صوبہ بنگال کے مغربی اضلاع، مینی پور اور ڈویژن، اور سندھ کی تمام ریاستیں (راجستان اور دکن فیڈریشن کی ریاستیں) شامل ہوں گی۔

رقبہ ۵ لاکھ ۴۰ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۱۲ کروڑ ۳ لاکھ۔ ہندو ۳۰ فیصدی۔ مسلمان ۱۱ فیصدی۔

۳۔ راجستان فیڈریشن

اس میں راجپوتانہ اور سنٹرل انڈیا کی تمام ریاستیں شامل ہوں گی۔

رقبہ ۵ لاکھ ۸۰ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۱۰ کروڑ ۵ لاکھ۔ ہندو ۹۰ فیصدی۔ مسلمان ۱۰ فیصدی۔

۴۔ دکنی ریاستوں کا فیڈریشن

اس فیڈریشن میں ریاست حیدرآباد، میسور اور ریاستوں کی ریاستیں ہوں گی۔

رقبہ ۲۵ لاکھ ۲۵ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۳۰ کروڑ ۵ لاکھ۔ ہندو ۷۵ فیصدی۔ مسلمان ۱۰ فیصدی۔

۵۔ بنگال فیڈریشن

اس فیڈریشن میں مشرقی بنگال کے وہ اضلاع ہوں گے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے (یعنی ندیم پور، اندھ، رنگ پور، بوگرا، راج بھار، مرشد آباد، پٹنہ، جین سنگھ، اندیا، جیسور، نر پور، ڈھاکہ، چٹاگانا، باتھ، بھٹنہ، اور جھٹکا کے اضلاع) علاوہ اس کے اس فیڈریشن میں صوبہ آسام کے گواہاٹہ اور سکت کے اضلاع اور بنگال کی دو ریاستیں جو اس ضلع میں ہیں شامل ہوں گی۔

رقبہ ۵۹ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۳۰ کروڑ ۵ لاکھ۔ مسلمان ۳۰ کروڑ ۵ لاکھ (۶۶ فیصدی)۔ ہندو ۳۰ کروڑ ۵ لاکھ (۳۳ فیصدی)۔

مرکز

حالا کہ پنجابی صاحب نے اپنی اسکیم کی وضاحت پر ۲۰۳ صفحے سیاہ کر دیے ہیں۔ لیکن مرکزی حکومت کی شینری کسی ہوگی اور وہ کس طرح چلے گی اس کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل کا پیرا اگر اچھے ہے۔

"مختارہ بلاطہ فیڈریشن ہندوستان کی ایک اعلیٰ (CONFEDERACY) بنانے کے بعد فیڈریشن جو اس میں شامل ہوگا اس کے اندر ایک گورنر جنرل اور اس کی صدر بنائی وعدہ تو (UNITS) کے گورنروں کے جو کانفرنس کے آئے میذاجات اعلیٰ ریاستوں کے معاملات اور ان کی وزارتوں کو اپنے جوارہ ہوں گے۔ کانفرنس حاکم دائرہ کے اور ان کی ایک کانفرنس مل جائے گی جس کے تحت

آزادی کا شعلہ نواراگ



شالیمار پکچر ہاؤس

عسلا می

گلانے :- پروڈیوسر :- ڈبلیو۔ زڈ، احمد

جوش، بھرت ویاس، اختر الایمان، بحنا
موسیقی :-

ایس۔ کے۔ پال
ڈائریکشن :-

موہن ودھوانی

ریو کا دیوی



مسود پرویز۔ تیواری۔ بھرت ویاس
ڈیوڈ۔ کتھانا۔ راجکاری شکرادیتھ

ذیر تحسین
میرا بانی

میواڑ کی شہزادی، شہید سنت اور شاعر کی

رؤن کوہرا مینے والی لافانی تصویر
جس کے کردار کو بے سشل ادارہ کار پینا
نے انتہائی اکمال طریقے سے ادا کیا ہے اسکے علاوہ

پہلیز، بھارت بھوشن، ممتاز تیواری، بینا
حمیتہ اششام، اوتامہ

پروڈیوسر ڈائریکٹر :- احمد

کتابخانه جامع اسلامی کربلا - کربلا



پرتوهای نورانی

۵۴

بصورت

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

بصورت

WWW.AGFEISLAM.COM

کتابخانه جامع اسلامی کربلا

کتابخانه جامع اسلامی کربلا - کربلا

شایسته و شایسته روضه پونا (مبئی)

یورپ میں اقلیتوں کا مسئلہ

از ادارہ نئی زندگی

کہ ہندوستان ہی ایک محدود نہیں بلکہ ایک عالمگیر سرحد ہے۔ یہ کسی خاص عہد ہی تک منحصر ہے! بلکہ اس وقت میں دنیا بھر میں مسلمانوں کی آفتابوں کا مسئلہ ایسا نکاح وجود موجود ہے کہ ایک ہی نسل کی ہی ہے اور اس میں عرب کی ایک ہی نسل، ان یا ہند کے باشندے والے آباد ہیں۔ فوکر اس بات کو موجب کی ایک ہی جغرافیائی سرحدیں اور اس کے باشندوں کی نسلی مساوی اور مذہبی سرحدیں بالکل کیساں رہی ہیں۔ خاص عہد پرانے کی کشمیری دور میں جبکہ رسل و رسائل کی سرحدوں نے زیادہ چھڑا کر دیا ہے۔ اس تک کہ کسی سرحد کا عملی حوالہ قائم رہنا بہت زیادہ دشوار ہو گیا ہے۔ اس وقت دنیا کی ہر "ریاست" کو اپنے اندر یہ گپہ اپنے لوگوں کو ہی بگڑ رہی پڑی ہے۔ جو اس ریاست کے باشندوں سے مذہبی مساوی اور نسلی ہمیں نہیں رکھتے۔ لیکن پھر جس ملک میں جو قدر اکثریت میں ہے وہ ملک اسے نسل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ انفرادی دیگر ہر ملک اپنی اکثریت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اسی نے ہندوستان بھی اپنی اکثریت یعنی ہندوؤں کے اسمان (دھرم) یعنی ہندوستان کے نام سے مشہور ہے اور یہ نام ہندو کو مسلمان ہی کا دیا چاہئے) اگرچہ اس میں اور بھی دوسری دوسری قومیں اور نسل آباد ہیں۔

یورپ میں بعض ملکوں نے مسلمہ اقلیت سے تباہ کن کریموں سے چھڑکا رہا ہے۔ کئے گئے یہ راستہ کھانا کھانک کر مختلف ملکوں میں بانٹ دیا جائے۔ لیکن پھر بھی وہ ایک کھل اور تجسس ریاست بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اس قسم کے پتہ بند کرنے کے لئے ان سبوں میں مذہبی اور نسلی اور لسانی اقلیتیں رہی ہیں۔ اور یہ سارے جھگڑتے رہ گئے۔ کیونکہ ہر ملک کے کو اپنے اندر کہ نہ کچھ اقلیتوں کو جگہ دینی پڑی ہوگی مگر اسے باہر کی کسی حد تک جاسکتی ہے؟ کیونکہ اس قسم کے ملکوں کی کچھ اقتصادی حدود رہی ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد یہ اسے پہلی بار کئی خود ارادیت (SELF DETERMINATION) کی بنا پر یورپ کی اندر تقسیم کی جاسکے۔ اگرچہ جیٹ سے جمہوریت اقلیت کو بھی اپنی ایک عظیمہ ریاست قائم کر کے کامیاب بن جائے۔ اسی بنا پر پونڈ اور چیکو سلاواکی جمہوریتیں قائم ہوئیں۔ اور بھارت کو نصف درجن جموں میں تقسیم کر دیا گیا۔ لیکن یہ جمہوریتیں کسی کسی واحد قوم پر مشتمل نہ رہ سکیں۔ بلکہ ان دونوں میں کافی جرن اقلیتیں عورت گئیں۔ جنگی تعداد ان فیصلے سے کم رہی۔ خواہ اس مسئلہ کا یہ حل تھا کیا یہ نہ ہوا۔

بہر حال ہمارے ملک میں بھی اقلیت کے پریشان کن مسئلہ سے عاجز آکر لوگوں نے حق و عبادیت کی بنا پر ملک کی تقسیم کو اس کا حل سمجھا۔ لیکن اس تقسیم کے بعد بھی اقلیتوں کا مسئلہ جوں کا توں رہ جاتا ہے۔ پنجاب میں ۴۳ فیصدی ہندو اور سکھوں کی اور بنگال میں ۴۰ فیصدی ہندوؤں کی زبردست اقلیت رہ جاتی ہے اور دوسری طرف، بوقتِ ہمارے اڑیسہ صدی کے آخر میں بھی جی آئی و بی بی قوم میں تقریباً جاوید و مسلمانوں کی ایک چوتھائی اقلیت موجود رہتی ہے اور بن ہندو صوبوں میں اقلیتوں کا مسئلہ تھوڑا سا دیکھنے پر پاکستان بننے کے بعد بھی اسی شکل قائم رہتا ہے۔ اس ضمن میں کوئی دوسرا

باب میں ہم غصیل بحث کریں گے۔ مغربیہ کو اس مسئلے کا یہ بھی میں نہیں۔

پچھلے زمانہ میں اس کا سیدھا سا رد تھا۔ یہ بتا تھا کہ بادشاہ میں کہیں نہ دلا ہو کہ اس کا رد دوسرے فرسے ہی اسی مذہب کے ہوا کرتے تھے۔ وہی تھے۔ یہ کہ فیصلہ کر کے اسے منظور کر لیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اسے شہر میں ہی کر دیا جاتا تھا کہ وہی دین رہا گیا۔ (الغاش علی بنی اسرائیل کہہ) کسی مخالفت کسی احتجاج اور کسی سرپاؤ کی گنجائش ہی نہ تھی۔ بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اقلیت ہی اپنی خواہش کی ذور سے دوسرے ملک پر حکومت کر کرتی تھی اور اکثریتیں اس کے آگے تھیں۔ یہ کہ ایک فیصلہ کر کے تسلیم کر دیا کرتی تھیں۔ یہ کہ سکتے۔ یہ کہ چنگیز خاں، تیمور اور ہندوستان کی اکثریت پرسلوں کی حکومت اسی قبیل کی تھی۔ وہاں تو انہی اور اقلیت و اکثریت کا کوئی جھگڑا نہ تھا۔

لیکن جب انقلاب فرانس کے بعد دنیا میں جمہوریت کی ہوا چلی۔ انفرادی شخصی آزادی نصیب ہوئی۔ زبان مذہب اور دوسرے عملی معاملات میں ریاست کہے کہ کم دخل اٹھانے لگی۔ اور یہ سب اس وقت تاہم وغیرہ کی آزادی اور کمزوریوں کو فرما کر اس کا حق جاتو دی ہوئی اقلیتیں ہی اکثر تھیں۔ اور اقلیت نے بھی اپنے حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا۔ لیکن حال میں یہ مسئلہ کچھ اس شدت سے دنیا کے مختلف ملکوں میں اٹھایا گیا ہے کہ ہر ملک کے لئے اقلیتوں کی موجودگی ایک مصیبت بن گئی ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ اقلیتوں نے اس حد تک آگے قدم بڑھا دیا کہ اور وطن کی حالت کو بھی دیکھا گئے سے وہ باز نہ آئیں اور کلمہ کھلا دشمنوں سے ساز باز نہ کی۔

چنانچہ موجودہ عہد میں ایک ریاست کو نہ صرف اپنے برہمن دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے بلکہ اسے اندرونی دشمنوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ جنگ عظیم کا تمام تر سبب یہی اقلیتوں کا مسئلہ تھا۔ اور گزشتہ عالمگیر جنگ میں پولینڈ کی سوڈن جرمنوں کی (SUDEAN GERMAN) اقلیت کی سوال پر پھڑکی تھی۔ سوڈن جرمنوں نے اور وطن سے غداری کر کے کلمہ کھلا دشمن کا ساتھ دیا اور ہر ملکہ نے اپنی جن اقلیت کی مخالفت کا باندھا غماش کر کے تھوڑا بٹائی۔

ہر حال فرقہ وارانہ سوال یا اقلیتوں کا مسئلہ موجودہ عہد کا سب سے زیادہ عجیبہ اور اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ چنانچہ دنیا کی ہر حکومت نے اور پھر بین الاقوامی کانفرنسوں اور اجلاسوں نے اس مسئلہ کے حل پر کافی توجہ دی ہے۔ اس سے قبل بھی انیسویں صدی کے بعض مسلمانوں میں جو یہ بین الاقوامی کے درمیان ہوئے اس مسئلہ کا ذکر موجود ہے۔ اور اس کے حل کی کوششیں کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے پیرس کے صلحنامے میں (TREATY - OF PARIS) جو جامع صلحنامہ ہے جو تھا۔ اقلیتوں کی مخالفت سے متعلق ایک دفعہ کی گئی اور یہ صلح نامہ پر اعلان کر دیا گیا کہ کسی ملک کے باشندوں کے کسی فرقے سے صرف اس بنا پر کہ وہ ملک کی اکثریت سے سنی، نسلی، یا مذہبی لحاظ سے مختلف ہے، کوئی رابہ نہ لگایا جائے گا اور نہ اسے حقیر سمجھا جائے گا۔ (ظہر اس صلح نامے میں اقلیتوں کے مساوات کے درجہ کو تسلیم کیا گیا اور مختلف ملکوں میں حکومتیں اقلیتوں کا معاملہ دیکھنے کے لیے اصول بنائیں۔ جو ان مسئلہ اور بھی۔ اعلان کیا گیا کہ جوئی کے اندر جو مختلف ریاستیں ہیں وہ اپنی اپنی اقلیتوں سے مذہبی رواداری کا پورا کر دیں۔ اور ان کے دین سے تعلق نہ کریں۔ صلحنامہ انیسویں صدی کے اکثر سیاسی مذاہنات میں انفرادی شخصی آزادی کو مانا گیا ہے۔

لیکن بیسویں صدی میں اور خاص کر جنگ عظیم کے بعد جو یہ پ کے مسئلہ اقلیت کی نوعیت ہی بدل گئی۔ یعنی اس سے قبل کسی ملک کے افراد کا یہ حق تو تسلیم کیا گیا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں رہیں سہیں۔ جو زبان چاہیں استعمال کریں اور جس دین کی پیروی ان کی مرضی ہو کر کریں۔ لیکن اقلیتوں کو ناجائز حیثیت سے تسلیم کیا گیا اور نہ انہیں ایک بڑی قوم کے اندر ایک جمہوری قوم کا درجہ دیا گیا تھا۔ لیکن جنگ عظیم کے بعد انہیں جماعتی فعلی مانا گیا اور یہاں تک کہ ان کا حق خود ارادیت (SELF DETERMINATION) بھی تسلیم کر لیا گیا۔

ملاؤں اور ریاستوں کو آزادی دی گئی تھی۔ سیاسی اور اقتصادی امور میں متحدہ ریڑی حکومت کو پورے اختیارات حاصل تھے۔ وہاں بھی جی بی کے ہی
ت پرستوں نے اپنے اپنے ملاؤں میں ڈیڑھ سائٹ کی سیدھا لگ لگائی کرنی چاہی تو ان کو سختی کے ساتھ دیا گیا اور کسی ریاست کو یہ اختیار
نہ دیا کہ وہ اپنی بنیاد نہ پس برد رکھے۔ بلکہ اپنی کتاب میں ستائیں نے "پان اسلام" جنبہ کی شدید مذمت کی ہے اور "پان اسلام" کی توثیق
ان الفاظ میں کی ہے :-

"پان اسلام" سے یہ حرکت اور تباہی اور بے چلے دلوں (یعنی قانون) "پنڈوں" زمینوں اور ملاؤں کی وہ
سیاحی حرکت ہے جو مسلموں کو ایک مشترک ریاست میں متحد کرنا چاہتی ہے۔

غالبہ کہ ستائیں اس تحریک کا مخالف تھا۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ گو فرماؤ آزادوں کے اسلامی ملاؤں کو آزادی اور حق خود ارادیت حاصل ہے
لیکن مذہب کے نام پر ان کو متحد ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اب یہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ پاکستان اور "پان اسلام" میں کیا
فرق ہے جسکی مخالفت ستائیں نے کی تھی۔ ہاری رشت میں تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ صرف "فانوں" کے جانتے خان جادوں کے چلنے کو
جن جادوں اور اوپنے زبانتوں سے دوسری میں انقلابی حکومت کی بنیاد رکھی تھی وہ ہرگز اس کے تیار نہیں تھے کہ جنت پسندوں کو
سمجھ دیں کہ وہ جائز خود ارادیت سے ناجائز لہو کھا کر تمام ملک کی آزادی اور زندگی کو خطرے میں ڈالیں۔ آج جس طرح ہندوستان کے سرحدی
مہوں کو ہندوستان سے علیحدہ کر کے منصوبہ کے بارے میں ایسا موقع سویت دوس کی تاریخ میں بھی آیا تھا۔ مسئلہ میں ستائیں نے ان
غلطی الفاظ میں اس افتراق پر وہ تحریک کی مخالفت کی تھی :-

"ہم سرحدی علاقوں کی علیحدگی کے مسئلے کو بائیں رو کر رہے ہیں۔ ہم اس کے موافق ضروری ہیں کہ ہندوستان "ارباب" امر
لہو تو اپنی سطحوں سے علیحدہ ہو جائیں کیونکہ اس علیحدگی کا مطلب ہوگا مجبور اور غلام ملکوں کی آزادی۔ شمشادیت کی قضا
پر ایک طرف اور انقلاب کی نیت میں اضافہ مگر ہم دوس کے سرحدی علاقوں کی علیحدگی کے خلاف ہیں کیونکہ یہ سرحدی مہوں نے
کے نام بھائیچے اس امر کو ان کی انقلابی طاقت کو رکھنے پہنچے گا اور شمشادیت کی پوزیشن اور مضبوطی جلد گھٹے گی۔"

علحدگی کا قانونی حق

سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا یہ واقعہ نہیں ہے (جیسا کہ مسلم لیگ اور کمیونسٹ اکثریت کے ہیں) کہ خود
دوس کی جیسی ریاستوں کو علیحدگی کا حق حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے :-

- (۱) ایسا حق "سوویت یونین" کی صرف بڑی بڑی ریاستوں کو حاصل ہے۔ ہر چھوٹی موٹی ریاست کو نہیں ہے۔
- (۲) ایسی بڑی ریاستیں صرف "ٹولڈ" ہیں حالانکہ تو جیتیں سیکڑوں ہیں۔
- (۳) ان ریاستوں کی حکومت پر کمیشن پارٹی مادی ہے اور یہ پارٹی ایک مرکزی نفع کے ماتحت ہے۔
- (۴) علیحدگی کا حق جتنی سال کے کمیشن پر دیگر ڈیڈا اور کمیونسٹ اصولوں کی تعلیم کے بعد دیا گیا ہے جب تعین کر لیا گیا کہ اس حق کو سویت اتحاد
کے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا۔ یہ حق اس وقت دیا گیا ہے جب سرمایہ داروں "مذہبی پیشواؤں" زمینداروں اور رعیت پسندوں کے اقتدار
کا خاتمہ کر دیا گیا ہے جس وقت یہ جنت پسند جتنے اپنی قوم کی طرف سے علیحدگی کا حق مانگ رہے تھے اس وقت یہ حق نہیں دیا گیا۔
- کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ انقلاب کے ذرا بعد ملین اور ستائیں ازبکستانی "قرقازستان" وغیرہ کو علیحدگی کا حق دیمے جس اس کو ملے؟

اُردو زبان کا واحد سیای ماہنامہ

نئی زندگی

قائم شدہ ۱۹۳۱ء

باقی: ڈاکٹر سید محمود اینڈ سید انیس الرحمن

ہندوستان اور غیر ملک کے تازہ سیاسی حالات پر ملک کے ہندوستانی مفکرین اور رہنماؤں کے مضامین نئی زندگی میں چھپتے رہیں جو سیاسی اور تاریکی کے مسائل کے متعلق سیاسی طرح پریش کرنا ہے۔ نئی زندگی پھر اپنی سطور میں افادہ فائدہ کے لیے سیاسی بصیرت حاصل کیجئے۔

چند سالہ پانچ روپے ششماہی زمین روپے

قیمت فی پرچہ ۸ روپے نمونہ مفت

ملک غیر سے سالانہ چندہ ۹ روپے
نئی زندگی کا ہر پرچہ اخباری میں نمونہ رکھنے کے قابل ہے۔
آج ہی ایک کارڈ لکھ کر خریداریں جائے۔

پبلیسی کا بہترین ذریعہ

اُردو خواں طبقے میں اور ملک کے بہترین تعلیم یافتہ اور ادبی سوسائٹیز میں اپنی افشا کو مقبول بنانے کے لیے نئی زندگی پبلیسی کا بہترین ذریعہ ہے۔

منہج اشتہارات

پرامنہ ۳۵ روپے۔ نصف منہج ۲۰ روپے۔ پادمنہ ۱۲ روپے
ٹائٹل اور دوسری مخصوص جگہوں کے منہج ملندہ ہیں

نئی زندگی میں مستقل اشتہار دیکر بہترین فائدہ حاصل کیجئے

مینجر رسالہ نئی زندگی الہ آباد دہلی

اُردو زبان میں بہترین سیاسی طرح پریش کرنا کیلئے

مکتبہ نئی زندگی

کاتھام

ملک میں بڑھتی ہوئی سیاسی تنگ اور عدم سیاسی سیداری کو مد نظر رکھ کر کارکنان نئی زندگی نے محسوس تنہید اور محلات کو پھیلنے والی سیاسی کنہوں کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے۔ جو سب سے کمزور کی جذباتی تحریکوں سے پاک ہوں اور عوام کی ذہنی تربیت اور ان میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں معاون ہوں۔ چنانچہ ہم نے ملک کے بہترین اہل علم اور ادارہ مفکرین، علمبرداروں اور مدبرین و رہنماؤں سے ملک کے تازہ تازہ مسائل پر اعلیٰ درجہ کی تصانیف حاصل کرنے کا انتظام کر لیا ہے۔

اس سلسلے کی پہلی کتاب

سید انیس الرحمن صاحب کی کھس ہوئی

”پاکستان حل نہیں ہر“

ہوگی۔ جو تقریباً مکمل ہے مزید تفصیلات کے لئے کارڈ لکھئے

خریدار اصحاب کارڈ لکھ کر اپنا نام بریکارڈ کرالیں

مکتبہ نئی زندگی کا پورا خاکہ اور پرچہ گرام

آئندہ اشاعت میں درج کیا جائیگا

رسالہ نئی زندگی کے سالانہ خریداروں کو مکتبہ کی تمام کتابوں پر ۲۵ فی صدی کی رعایت دیکھا دے گی

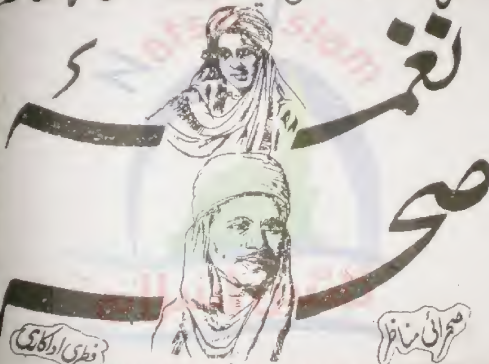
مینجر مکتبہ نئی زندگی۔ الہ آباد



مستر جگوان

مستر آنند بر دھونیم

جاگ رتی پچھڑی
کا تفصیل حیات شاہکار



فطری ادکاری

صحرائی مناظر

<p>۱۲۶ کاس شہنشاہ فلم اسٹو مستر جگوان بست نواز جگوان داس اور ہارین فن</p>	<p>مرد - دنیا مری قوت و کامرانی کا پہلا نام ہے؟ عورت - دنیا کے شباب حسن کی خوش قمریوں کا دھرم نام ہے؟ زندگی رنگ دست لکھے یہ فلم ان ہی دو دعوؤں کے قدیمی اختلاف کے عکس جیس کی صحیح تشریح ہے</p>	<p>تمثیل نگار خوشید (ہونو) کوٹا دیوی شانتا پیل کئی میں چہرے جو آپ کی دنیا کے سکوں میں کلام ہم بہا کریں گے</p>
---	--	---

جاگ رتی پچھڑی ۱۲ کو لکھے

ہندستانی دوا سازوں کا وفد انگلستان اور امریکہ میں ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید مالک سیپلا کمپنی کی قیادت میں



ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید

حال میں ہندستانی دوا سازوں کی
انجمن نے سچے امانت پر مشتمل ایک وفد
انگلستان اور امریکہ کو روانہ کیا تھا تاکہ
ان ممالک میں دوا سازی کی جدید
ترقیوں کا مطالعہ کر کے اور اپنے قریات
کی مدد میں ہندستانی دوا سازی کی
ادارہ کو تنظیم میں انجمن کو مدد دے۔

اس وفد کا مقصد ان ممالک سے
ہندوستان کے لئے بڑی تعداد میں دوا سازی کی مشینیں خریدنا بھی ہے۔

یہ وفد ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید مالک سیپلا کمپنی کی سرکردگی میں انگلستان
اور امریکہ کا سیلاب دورہ کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ایک سچے وطن پسند
کے ایک بلند پایہ سائنس دان ہندوستان کے سب سے بڑا دوا سازوں کا خانہ
(جو یہ پانچ اداروں کے متعلقہ کی دوائی تیار کرتا ہے) میں سیکڑے لاکھوں
لکھ کی ایک پریس کا نفرین میں ڈاکٹر حمید سے کہا۔

”اوپر سے پتہ چکنا کہ صنعت اور سیاست کو آپ ملے دینی
چاہئے، موجودہ حالت آفریں چھٹی جن میں لاکھوں آدمی اپنی
جانیں قربان کرتے ہیں، دراصل جسے دوائی کے کئی لاکھوں
اور لاکھوں ڈیڑھوں میں لڑی جاتی رہی۔ دنیا میں صحت دامن کے
قیام کی ذمہ داری دہریوں سے زیادہ سائنس دانوں اور دوا
سازوں پر ہے۔“

یہ وفد انکس لندن کا ”اسٹار“ مشین کے ہندوستانی وفد کی آمد پر
توجہ کرتے ہوئے گفتے ہیں۔

”اس وفد کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ۵ ہند
اور ایک مسلمان دوا ساز ہیں، ہندوؤں کے ایک مسلمان
بہن کے مشورہ سے ان ڈاکٹر حمید کو اپنا لیلہ منتخب
کیا ہے۔“

انگلستان کی مشہور پریس میں فریڈرک نے ڈاکٹر حمید سے سوال کیا
”ہمارے ملک میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان اور ہندو
دو گروہوں سے مشغول ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر کبھی اعتماد نہیں کرتے۔“
ڈاکٹر حمید نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: ”آپ ہندوستان کی صحیح
حالت سے واقف نہ ہو، آج کل آپ کے سامنے سیدھی سی مثال ہے جو ہندو
دوا سازوں کی انجمن میں ۹۵ فی صدی ہندو ہیں، لیکن انھوں نے اپنے
لیڈر چنا اور صحیح پراعتار کیا۔ اسی طرح ہندوستان میں ہر شے زندگی میں
ہندو اور مسلمان نہایت دوستانہ طور پر رہتے ہیں۔ لیکن میں نے وطن ایک
شعبہ یعنی سیاست میں۔“

انگلستان کے تمام اخبار نویس جو پریس کا نفرین میں تھے ڈاکٹر حمید
کے اس بیان پر دلگدگے کہ وہ مشرق جہاں اور انکی سیاست کو پسند
نہیں کرتے۔ ڈاکٹر حمید سے کہا:۔

”میں پاکستان کا مخالف ہوں۔ جہاں تھانہ میں اذیت ہو رہی
نہو، سو لاکھ آدمی اور دوسرے ہندوستانی پیشروں کو کبھی مشرق
کو وہ اہمیت نہ دینی چاہئے، جو انھوں نے دی، دیکھو ہندوستان
ملک کی تقسیم اور ہندوستان کو دو ٹکڑے کرنے کی آمین لگا
ہے تو یہ کھانا چاہئے کہ وہ اپنے پوش دھاس میں تہمتیں لگاتے
مسلمانوں کو کوئی قلمہ پڑھنے، بغیر نامہ ملکی کی بارگاہی
مبتلا رہے۔ میں معلوم ہوتا ہوں کہ ڈاکٹر حمید انگلستان کے مسلمانوں ہندوستان
کے بڑے ہندیوں کی طرف سے شہریت خیریت کی بات نہ کر رہے ہیں۔“

ڈاکٹر حمید کی سرکردگی میں یہ وفد ۱۹ نومبر ۳۵ کو ہندوستان کے مسلمانوں
انہار کے نام سے کو بیان دیتے ہوئے ڈاکٹر حمید سے کہا:۔

”ہم امریکہ کے کانفرنس میں جلتے ہیں، ان میں مسلمان بھی شریک ہیں اور
آؤت نظر کرتے ہیں، تمام ہندو ہندوستان کی خدمت کو لڑنے دیتے ہیں، ہندو
سزا جاتے ہیں اور امریکہ کے مسلمان بھی ہیں، مسلمان انفرادی بنائے ہیں، لیکن جو
ڈاکٹر ہمارے ملک سے تیار نہیں ہے اس لئے ہم مجبور ہیں۔“

رفیق بدن

موتا۔ تازہ۔ قوی۔ بارعب اور سرخ و سفید بنایا و لا پیشانی
مرکب مردوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریوں اور کمزوریوں کو دور
کرنے کے لئے اکسیر ہے اسکے استعمال سے آدمی میٹروں و دواؤں سے

کھینچا نہ منہم کر لیتا اگر سینکڑوں لاغر کمزور و نحیف اور بوڑھے صورت کے عکاز قوی الجسم بن چکے ہیں۔ آج اپنا وزن کر لیں ایک ماہ
مضیق بدن استعمال کرنے کے بعد دیکھیں میں کتنا اضافہ پوئلے یہ مرکب صحت کو ترقی دیکر خوب بھوک لگاتا ہے اور قبض کو دور کرتا ہے اسکے
استعمال سے بزرگ خاص طاقت حاصل ہوتی ہے۔ عورتوں اور مردوں کی تمام پوشیدہ بیماریاں دور ہوجاتی ہیں اور ان کے تمام اعضا صحت پر کرم طور
سے اپنا اپنا کام انجام دینے لگتے ہیں سکڑا دل بڑے بڑے مرض اسکے استعمال سے شقیاب ہو چکے ہیں جو لوگ آٹے دن یا رات بھر ہلے ہلے اور کئی دواؤں
والی صحت نہ بخشی ہو وہ اسے استعمال کر کے اپنی صحت کو تابی رشک بنائیں۔ اسکے استعمال کیلئے موسم اور عمر کی کوئی قید نہیں۔ ایک آٹلی کیلئے ایک ٹیڑے کا
قیمت فی ڈیڑھ تین روپیہ چار آنہ علاوہ محمولہ لک بارہ آنہ

پستہ دوا خانہ چشمہ صحت بازار سادہ کاراں لاہور

ایک حیرت انگیز ایجا طلسمی انگوٹھی

یہ انگوٹھی جادوگری اور سریر کی قوت کی مدد سے تیار کی گئی ہے اور عجیب و غریب کرنے دکھاتی ہے جو شخص اس انگوٹھی کو پہن لیتا ہے۔ وہ اپنے
ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ غیر شعلے کے شکل اور اس کے قابضے یا برہی کیوں نہ ہو۔ اس کا پستہ والا ہر طرح کے خطرات اور بیماریوں
سے محفوظ رہتا ہے اور حد تو یہ ہے کہ شیطان ستارہ کی مدد سے بھی اس پر اثر نہیں پڑتا۔ عورت ہو یا مرد کتنا ہی ظالم اور سزور کیوں نہ ہو۔ اس پر قابو
پالینا اس انگوٹھی کا ادنیٰ کرشمہ ہے عورت مرد دونوں انگوٹھی پہنے دوں گے کہ مرے ہو جائیں گے اور اس کی تیر ہو جودگی میں اپنے کو اس قدر تمنا میں محسوس
کرتے ہیں گیس کے کہ اس کے بغیر ان کو اپنی زندگی اجیرن معلوم ہونے لگے گی۔ مطلب یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں پر اس کا اثر یکساں ہے گا۔
آج بخت، ذکری اور مقدرات میں کامیاب ہو کر کافنی سے زیادہ دولت حاصل کر سکتے ہیں۔ پہلی ہی بات میں اس انگوٹھی کے عجیب و غریب کرنے
کے بغیر جو شخص کہ طلسمی انگوٹھی آپ کو نظر کا کام دے گی۔ یکبارہ آزمائش شرط ہے قیمت صرف چار محمولہ لک ۱۲ روپے ثابت ہونے پر قیادت کی دہائی کی شرط ہے۔

پستہ :- بی۔ پی۔ گیتا، بیٹ (BEAT) نمبر ۳۹۔ لاہور

سنٹرل رائل کارپوریشن آف انڈیا - بمبئی

ذکر شکر چوبیسویں

انتقام "حکومت"

اور

دیکھئے

اپنی زندگی کا وہ حصہ جس کی نورشہ پشائی باب ہو گئی تھی
 موسیقی استادانہ
 حضرت جسٹس خان مسٹر
 کاشی: احمد امداد
 بالایت: بنیاد
 تمثیل کام: جوتی - دیپ - اکبر چچا شائنا زان مقبول
 خیر گریس اور اس میں

مکاتے آسنہ تعالیٰ
 رسیق شادمانہ
 حضرت جسٹس خان
 نکاحی احمد امداد
 ہدایات
 آرائشات موزی

تمثیل کام
 ملو بان بیچہ دیپ گریس
 سہیل زبیرہ صادقہ شاہ
 دقت کے اداں چ پراکھش
 خیال دیکھتے مستحق وار

ہر اسے معلوم ہلت لکھتے

سنٹرل رائل کارپوریشن 104/108، مادھو داڑی بمبئی

آواز نسواں دھسلی کا راجہ غلام حسین نمبر

روح روشن مستقل

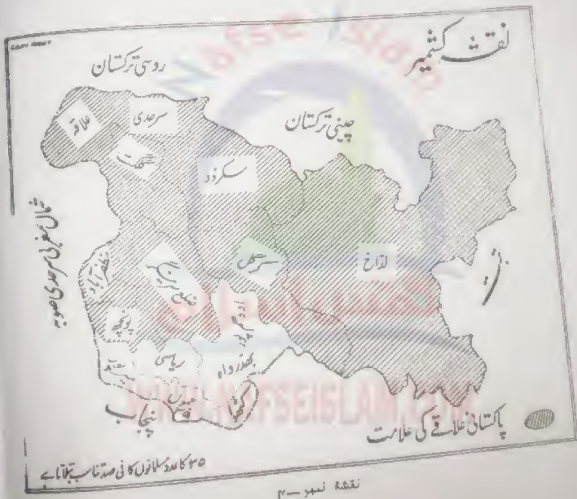
آواز نسواں کا راجہ غلام حسین نمبر اپریل ۱۹۴۶ء میں نکلتا ہے ایک کتابت
 ہو گا جس میں میرے مایہ ناز ابا جان مرحوم کے متعلق تفصیلی حالات اور ان کے سیاسی
 کائنات شائع ہوں گے۔ سب ذیل حضرت خاص طور پر اس نمبر کیلئے اپنے عقائد
 بھجوائیں گے۔ تا کہ ملت ستر عمل جناح جناقی فیہ تغار صاحبانہ غوث
 پاک احمد آباد کن ستر عبد الرحمن سندھی ایڈیٹر جناح پبلشرز آف انڈیا لکھتے ہوئے فرمائی ہیں
 لکھنؤ ستر شعیب قرطبی بیانات جواہر لال نہرو جواہر لعلی صاحب فیلسفہ ستر
 کہ بکرت ملی یا کرکٹ ٹھہرا ملازم اس کے کاربن مت وینڈیٹن نام سے جو کہ نواسی لکھی
 ہے کہ وہ بھی اپنے بیانات اور عقائد میں حسین بن عزیز امجد ۱۱۰ سے ہے کہ اس کے کوہ انبار
 کے متعلق اپنی تقریریں اس کے نمبر میں لکھیں گے

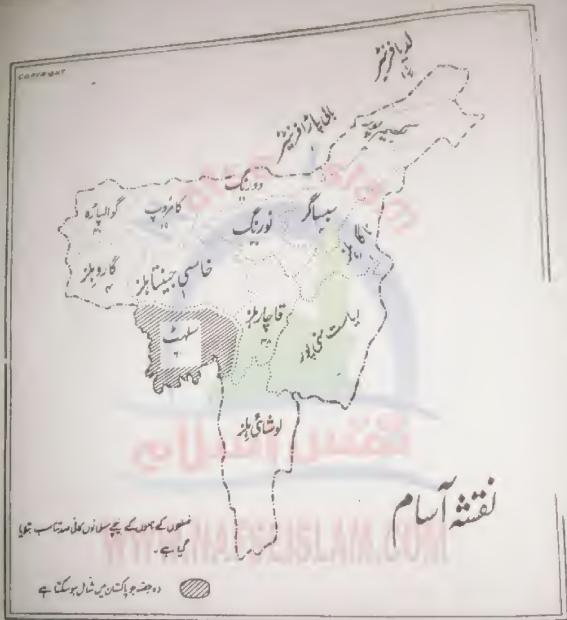
مسلمانوں کی گزشتہ اور موجودہ سیاست پر حاصل تجربہ
 مسلم لیگ اور پاکستان کی تاریخ دیپ ہیرا میں دی گئی ہے
 سید طفیل احمد نگوری (علیگ) مفت مسلمانوں کی فتن
 قیامت کجا وہ وہ یہ
 جملہ ۱۵ ج

مکاتے کا پتہ

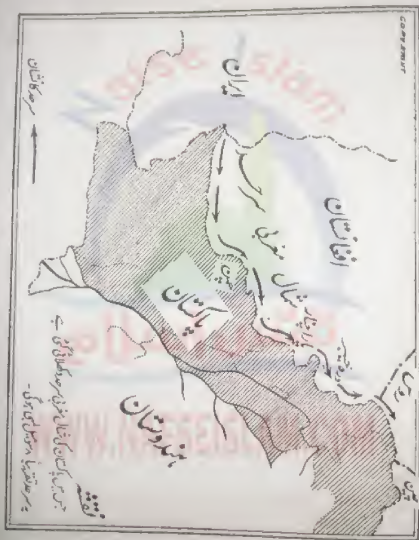
نظامی پریس بک ایجنسی پرائیویٹ

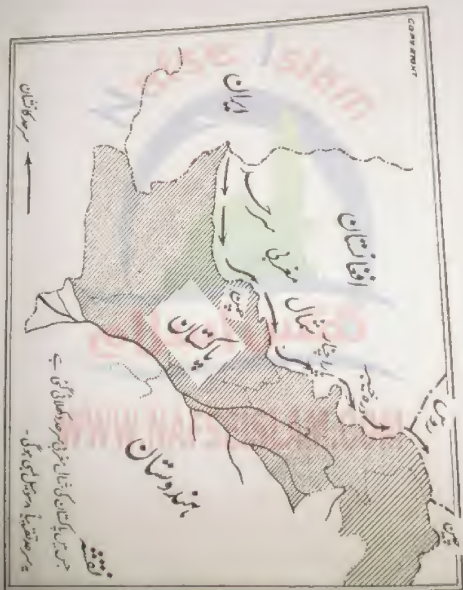
سب حاجتیں کج الکاد میں چھو کر دتر رسالہ فی زندگی ادا ہمارے طالع کیا۔
 ستر سید امین الرحمن













نقشہ نمبر ۷